



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA

JAMIA NAGAR

LIBRARY

NEW DELHI

Please examine the book before
taking it out. You will be res-
ponsible for damages to the book
discovered while returning it

DUE DATE

Rare

126947

Cl. No. 297.12270. ZAKIR HUSAIN LI

Acc. No.

168 B3.1.1

Late Fine Ordinary books 25 p. per day, Text Book

Re 1 per day, Over night book Re 1 per day.

--	--	--	--

تصانیف احمدیہ

حصہ اول — جلد پنجم

مجلد سوم

تفسیر و درال ہندی

تفسیر القرآن

جلد سوم

تفسیر سورۃ اہام — تفسیر سورۃ اعراف

سنہ ۱۳۱۵ ہجری

علیگڑہ انسٹیٹیوٹ پریس میں ناقد نام لالہ گلاب رائے چھاپہ ہوئی

سنہ ۱۸۸۵ ع

سنہ ۱۳۰۳ ہجری

فہرست مضامین جلد سوم تفسیر قرآن

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۷ ...	۱۔ انسان اور حیوان کی روح واحد ہی		سورۃ انعام
۱۱۸—۱۲۷ ...	۲۔ حیوان وہ کام کہیں نہیں کر سکتا جو انسان کرتے ہیں	۳۱—۱۰ ...	آنحضرت صلعم کے پاس معجزہ ہونے یا نہ ہونے پر بحث
۱۲۹ ...	۳۔ روح سعادت اور شقاوت کا اتساع کرتی ہی	۳۱—۳۰ ...	حقیقت معجزہ پر بحث
۱۳۱—۱۳۰ ...	۴۔ موت کے بعد روح کا بقا	۳۱—۳۹ ...	انہما علیہم السلام پر ایمان لانے یا نہ لانے کا اصلی سبب
۱۵۵—۱۳۱ ...	۵۔ آخرت کا بیان		۱۔ ایک حفظہ و کراما کا بندھن کی تحقیق
۱۳۶—۱۳۱ ...	۶۔ قہامت	۳۷—۳۶ ...	لفظ ن فیكون کی تحقیق
۱۵۵—۱۳۲ ...	۷۔ حشر اجساد	۵۲—۵۰ ...	نفخ صور کی تحقیق
۱۶۳—۱۶۰ ...	۸۔ چھ دن میں دنیا پیدا ہونے کی تحقیق	۵۶—۵۲ ...	حضرت ابراہیم کے باپ کی تحقیق
۱۷۷—۱۶۳ ...	۹۔ استواء علی العرش کا بیان	۵۶	آذر سے مباحثہ کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر کیا تھی
۱۹۲—۱۸۰ ...	۱۰۔ قوم عاد اور اُس کے متعلق حالات کا بیان	۵۶	کواکب کو کیونکر حضرت ابراہیم نے رب کہا اُسکا بیان
۱۹۲—۱۸۰ ...	۱۱۔ اوقات ارضی و سماوی کو انسان کے گناہوں سے منسوب کرنے کا سبب	۶۱—۵۷ ...	نبوت امر فطری ہی
۲۰۲—۱۹۲ ...	۱۲۔ قوم ثمود اور اُس کے متعلق حالات کا بیان	۷۹—۷۲ ...	اجزائے وجود اور اُنہوں انبیاء ہونے پر بحث
۲۰۹—۲۰۲ ...	۱۳۔ حضرت شعوب کا قصہ		سورۃ اعراف
۲۱۰ ...	۱۴۔ حضرت موسیٰ کا قصہ اور اُس کے حالات و واقعات کی تحقیق	۱۰۳—۱۰۲ ...	میزان اور وزن اعمال کی تحقیق
۲۱۰ ...	۱۵۔ لفظ آیہ و بولہ کی تحقیق	۱۰۷—۱۰۶ ...	آدم کی شرمگاہ کھلنے کی مراد
۲۱۱—۲۱۰ ...	۱۶۔ حقیقت سحر و ذکر معجزہ	۱۵۵—۱۱۲ ...	معاد کے حالات کی تحقیق
		۱۲۶—۱۱۷ ...	۱۔ روح کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	۱۶ — استسقاء قوم موسیٰ	۱۳ و ۱۴ و ۵ — سخدرہ فرعون کی	
	۱۷ — سایہ کرنا ابرہ	رسوؤں اور حضرت موسیٰ کے عصا	
	۱۸ — سن و سلوی	اور بد موصا کا بیان	۲۲۱ — ۲۲۹
۲۵۷ ...	۱۹ — دخول باب	۲۲۶ — ۲۳۰	۶ — قمل اولاد بنی اسرائیل ...
	ذکر بشارات آنحضرت صلع	۷ و ۸ — طوفان جبرائیل — قمل	
۲۶۱ — ۲۶۶ ...	توریت و انجیل میں	۲۳۱ — ۲۳۳	۰۰ ضادع — دم
۲۶۸ — ۲۷۶ ...	ذکر میثاق بنی آدم سے	۲۳۳	۹ — عرق فی البکر
	اسبات کی تہذیب کہ آیت و اتل		۱۰ — اعتکاف حضرت موسیٰ کا
	علیہم ثبام الذی آتیہا میں	۲۳۳ — ۲۳۴	پہاڑ میں
	فرعون کی طرف اشارہ ہی نہ	۲۳۳ — ۲۳۴	۱۱ — حقیقت کلام خدا ناموسی
	کہ دلع باعور یا کعبی دوسرے	۲۳۴ — ۲۳۵	۱۲ — حقیقت تعجلی المجیل ...
۲۷۸ — ۲۸۱ ...	کی طرف	۲۳۶ — ۲۳۷	۱۳ — کائنات فی الالواح
	ہوالذی خلقکم من نفس واحدہ		۱۴ — ابتکاک عجل اور اس میں
	میں لعل نفس واحدہ سے حضرت	۱۴۷ — ۱۵۳	آواز ہونہ کی حقیقت اور سامری
۲۸۷ — ۲۸۸ ...	آدم مران نہیں تھیں		کا حال
	ایۃ و اما ینزعک من الشیطان		۱۵ — سب آدموں کا خدا کے پاس
۲۹۱ — ۲۸۸ ...	نزع کی تہذیب	۲۵۳ — ۲۵۷	لہجانی کو مہم منتخب کرنا — خدا
			کے دیدار دنیا و آخرت پر
			بحث

سورة الانعام

تفسير القرآن
وهو
المهدي والفرقان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

الظُّلُمٰتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ

خَلَقَكُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ

اَنْتُمْ تَعْدِلُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ

سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِنْ اٰیَةٍ

مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْبَاؤُ مَا كَانُوْا بِهِ

یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ یُرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَّكْنَهِمْ

فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نَمُكِّنْ لَكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَیْهِمْ مِدْرَارًا

۱ (الحمد لله الذي) اس تمام سورة میں مکہ کے لوگ زیادہ تر مستغائب ہیں مشرکین عرب خدا کو جانتے تھے مگر بتوں کو خدا کی برابر کرتے تھے اور خدا کی مانند بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم توحید ذات باری اور توحید صفات باری اور توحید فی العبادت کی ہدایت فرماتے تھے جو اُن کے اعتقادات اور بتوں کی پرستش کے برخلاف تھے اُس کو نہ مانتے تھے اور آنحضرت کی ہدایت پر خدا کی طرف سے ہونے میں شک کرتے تھے اور اپنی جہالت سے اُن اُسر کا ہونا آنحضرت صلعم سے بطور معجزہ کے چاہتے تھے جو فطرت اللہ کے برخلاف تھی — انہی باتوں کا اس سورة کے شروع میں بیان ہوا

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

سب برائیاں خدا کے لیئے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور مایا
اندھیروں کو اور نور کو پھر جو کافر ہوئے برابر کرنے ہیں (اسلام کو) اپنے پروردگار سے ﴿۱﴾ وہ نو
وہ ہی جس نے تمکو پیدا کیا مٹی سے پیر مسور کیا مرنے کا وقت اور مسور کیا ہوا وقت
اُس کے پاس ہی (یعنی اُس کو معلوم ہی) پر ہم نیک کرتے ہو ﴿۲﴾ اور وہی خدا ہی
اسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارے چہرے اور غلے (کاموں) کو اور جاتا ہی
جو ہم کہا ہے ﴿۳﴾ اُن کے پاس کوئی سنانی اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں اُن
مگر وہ اُس سے روگرداں ہوئے ﴿۴﴾ ہر بیشک چھٹا آدموں نے سچ فرجہ وہ (یعنی ہم)
ان نے پاس آنا پھر فرست ہی کہ اُن نے پاس اُس کی خبریں آونگی جس کے ساتھ وہ
بہتا کرتے تھے ﴿۵﴾ کیا اُنکو خبر نہیں کہ ہم نے اُن سے پہلے کسوں کو اُنکے زمانہ کی قوموں
میں سے ہلاک کر دالا جنکو ہم زمین میں اسی قدرت کی یہی کہ تمکو دسی قدرت

نہیں دی اور ہم نے اُن پر موعظہ دینا سرسنے والے بادل بھیجے

ہی - مشرکین عرب مغرور بھی تھے اور وہ اپنی عظمت اور قوت پر گھمندا رکھتے تھے اور
آنحضرت صلعم کی ہدایت کو حمارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لئے خدا نے اُن کو مایا
کہ تم سے بھی زیادہ قوی اور با حشمت قومیں جو نہایت سرسبز و شاداب ملکوں میں
بھیں وہ بھی اپنے گناہوں کے سبب توبہ ہو گئیں -- پھر خدا نے اُن کے شہر کا ذکر کیا اور
فرمایا کہ اگر وہ ناممکن چیزیں ہو بھی جاویں جو وہ چاہتے ہیں نہ بھی وہ لوگ ایمان
نہیں لانے کے اور جو رنج و اذیت آنحضرت صلعم کو کافروں کی ہڈیوں سے پہونچتی تھی
انبیاء سابق کی مثال سے آنحضرت کو تسکین دی ہی

وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ نَجْوٰى مِّنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلِكْنَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَانْشَاْنَا
مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٦﴾ وَاَوْۤ اَنۡزَلْنَا عَلٰىكَ كِتٰبًا فِى
قُرْطَاسٍ فَلَمَّسُوْهُ بِاَيْدِيهِمْ لَقَالِ الْاٰذِنُۙ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَا اِلَّا
سِحْرٌ مَّبِيْنٌ ﴿٧﴾ وَّقَالُوْۤا لَوْ لَا اُنۡزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَّلَوْ
اُنۡزَلْنَا مَلَكًا لَّقَضٰى الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُوْنَ ﴿٨﴾ وَاَوْۤ اَجْعَلُنَا
مَلَكًا لِّجَعْلِنَا رَجُلًا وَّلِلْبَسٰنِ عَلٰیهِمْ مَا يَلْبَسُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ
اَسْتَهْزِئُوْۤا بِرَسُوْلٍ مِّنۡ قَبْلِكَ فَخَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْۤا مِنْهُم
مَا كَانُوْۤا بِهِ يَسْتَهْزِئُوْنَ ﴿١٠﴾ قُلۡ سِيرُوْۤا فِى الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوْۤا
كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْاَكْذَبِيْنَ ﴿١١﴾ قُلۡ اٰمَنْۢ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ قُلۡ لِّلّٰهِ كُتُبٌ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ لِيَجْمَعَنَّكُمْ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِىْهِ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلِلّٰهِ مَآسِكُنَ فِى الْاَيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلۡ اَغِيْرَ اللّٰهِ اتَّخَذُ وَلِيًّا فَاَطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ يَطْعَمُ وَلَا يَطْعَمُ قُلۡ اِنِّىۤ اَمَرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ

اور ہم نے، نہریں پیدا کیں جو اُن کے (کھیتوں کے) نہیچے بہتی تھیں پھر ہم نے اُن کو اُنکے گناہوں کے سبب ہلاک کر دالا اور اُن کے بعد اور لوگوں کا زمانہ پیدا کیا ۶ اور اگر ہم تجھ پر اُتارتے کاغذ میں لکھا ہوا پھر وہ اُس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لینے تو بھی جو لوگ کافروں کہتے کہ یہ تو کھلے جانور نے سوا اور کچھ نہیں ہی ۷ اُنہوں نے کہا کہ کیوں نہیں اُتارا گیا اُس پر (یعنی پیغمبر پر) فرشتہ ، اور اگر ہم کوئی فرشتہ اُتارتے تو کام پورا ہو جاتا پھر نہ تامل میں ڈالے جاتے ۸ اور اگر ہم اُس کو (یعنی پیغمبر) ہی کو فرشتہ کر دیتے (یعنی فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتے) تو اُس کو بھی آدمی کی صورت میں بناتے تو وہ اُن پر وہی شبہ ڈالتے جو شبہ کہ اب وہ کرتے ہیں ۹ اور بے شک تھتا کیا گیا ہی رسولوں کے ساتھ نبیہ سے پہلے پھر گھر لیا اُن لوگوں کو کافروں میں سے جو تھتا کرتے تھے اُس چیز نے جس کے ساتھ تھتا کرنے تھے ۱۰ کہدے (اے پیغمبر) کہ سیر کرو زمین میں (یعنی ملکوں میں) پھر دیکھو کہ کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ۱۱ کہہ (یعنی پوچھہ اے پیغمبر کافروں سے) کس کے لیئے ہی جو کچھ کہ آسمانوں میں ہی اور زمین میں ، کہہ (یعنی اُن کو بتادے) کہ اللہ کے لیئے ، لکھی ہی اُس نے اپنے اوپر رحمت ، بے شک اکھٹا کریگا تم سب کو قیامت کے دن میں جس میں کچھ شک نہیں ، جن لوگوں نے اپنے تئیں آپ نقصان پہونچایا تو وہ ایمان نہیں لانے کے ۱۲ اور اُسی کے لیئے ہی جو کچھ کہ تھرتا ہی رات میں اور دن میں ، اور وہ سننے والا ہی جاننے والا ۱۳ کہدے (اے پیغمبر اُن مشرکین کو جو تجھ کو بتوں کی طرف مایل کرنا چاہتے ہیں) کہ کیا میں خدا کے سوا دوسرے کو دوست بنائوں جو پیدا کرے والا ہی آسمانوں کا اور زمین کا اور وہی رزق دیتا ہی اور اُس کو رزق نہیں دیا جاتا ، کہدے کہ بے شک مجھ کو حکم دیا گیا ہی کہ میں ہوں پہلا شخص

مِنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ
 أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ
 يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْبَاقِي ﴿١٤﴾ وَإِنْ
 يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمَسُّكَ
 بَخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٥﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ
 عِمَادَةِ وَ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٦﴾ قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً
 قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ وَ أَوْحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنَ
 لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَ مَنْ بَلَغَ أَتَيْنَكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً
 أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَ إِنِّي بَرِيءٌ
 مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا
 يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٨﴾
 وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ
 لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٩﴾ وَ يَوْمَ نَخْشِرُ هُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ
 لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنِّي شُرَكَاءُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَدْعُمُونَ ﴿٢٠﴾

جو اسلم لایا اور (بہ حکم خواہی) کہ نو مشرکوں میں سے ست ہو ﴿۱۶﴾ کہدے کہ بے شک میں درت ہوں - اگر مافرمائی کروں اپنے پورے گناہ کی - برے دن کے عذاب سے ﴿۱۷﴾ چتو سستوں کہ اُس سے اُس دن عذاب روک رکھا جتاوے نہ یہ ملک خدا نے اُس پر مہر مائی کی، اور یہی ہی ٹوٹی ہوئی مران پانی ﴿۱۸﴾ اور اگر خدا نچھو ضرر پہونچتاوے سو کوئی اُس کا دور کریہ والا نہیں سواے اُسے ہی، اور اگر دھک دھکائی پہونچتاوے تو وہ سب چھوڑ کر فائر ہی ﴿۱۹﴾ اور وہ قدرت رکھے واہ ہی اپنے دنوں پر اور حکمت والا ہی خبر رکھے والا ﴿۲۰﴾ کہدے (اے پیغمبر کافروں سے) کہ کونس جیڑ سب سے بڑی شہادت میں ہیں، کہدے کہ اللہ، وہ شہاد ہیں صحیحہ میں اور ہم میں، اور وحی کیا گیا نفی صحیحہ کہ یہ قرآن ناکہ میں اُس پر بعدہ منیہہ کروں اور اُن کو جلیے پاس اُس ہی خبر پہونچے، کیا ہم شہادت دیمے تو کہ خدا کے ساتھ اور خدا ہمیں، کہدے کہ میں شہادت نہیں دیا، کہدے کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خداے واحد ہی اور بے شک میں نبی ہوں اُس جیڑ سے کہ ہم شریک کرنے تو ﴿۲۱﴾ جن لوگوں کو کہ ہم نے کتاب دی ہی وہ اس بات کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو جن لوگوں نے اپنے نہیں آپ نقصان پہونچایا تو وہ ایمان نہیں لائے کے ﴿۲۲﴾ اور کون زیادہ ظالم ہی اُس شخص سے جس نے جھوٹ بہماں خدا پر دہدا نا اُس کی نشانیں کو جھٹلایا بے شک ظالم قلاح نہیں پائے ﴿۲۳﴾ اور جس دن ہم اُن سب کو اکٹھا کریں گے پھر ہم کہیں گے اُن لوگوں سے جو شرک کرنے ہوں کہ کہاں ہوں تمہارے شریک اکٹھا کریں گے پھر تم گھمٹ کرتے تھے ﴿۲۴﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتَنْذِرْهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾
 أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
 يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَ جَعَلْنَا عَلَى
 قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَ أَنْ يَرَوْا
 كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ
 يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ
 يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْوَنُ عَنْهُ وَ أَنْ يَمْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ وَ مَا
 يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ وَ لَوْ تَرَىٰ إِذِ الْقَوْمُ عَلَى الْذَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا
 نَرَوْا وَلَا نَكْذِبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَ نَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾
 بَلْ بَدَأَهُمْ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ مِنْ قَبْلُ وَ لَوْ رَدُّوا لَعَادُوا
 لَمَّا نَهَوْا عَنْهُ وَ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَ قَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا
 الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَ لَوْ تَرَىٰ إِذِ الْقَوْمُ
 عَلَى رَبِّهِمْ قَالَ أَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَ رَبَّنَا قَالَ
 فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

پھر اُن کو پور کنبھہ، مہارہ بجز اُس کے نہا کہ کہیں گے خدا کی قسم اے ہمارے پروردگار ہم مسدک نہ ہیں ﴿۲۳﴾ دیکھ کئی صرح اُنہوں نے اپنے پر آپ جیوٹ باندھا پور کھوہا دیا اُنہوں نے کنبھہ کہ اُنہوں نے افہام کیا ﴿۲۴﴾ اور اُن میں سے ہوتی نہ تھی کان لکانا ہی پوری نہ تھی اور اُن کے پاس پر ہوتی نہ تھی دیکھ اُن کے سمجھنے سے اور اُن نے تانوں میں بہوا پور ہی اور اگ وہ تمام نشانوں دیکھ لیں تو یہی اُن پر ایمان نہ لوبنگے یہاں تک کہ جب پورے ہاں آہنگے تو ہم مصدق کریں گے کہ لوگ بافر ہوئے کہے میں یہہ کنبھہ نہیں ہی مگر اٹلوں کی زبانیاں ﴿۲۵﴾ اور وہ (اُڑوں کو) اُس سے منع کرے ہوں اور خود بھی اُس سے الگ رہے ہوں اور ہمیں غلام کرنے مگر اُنے آپ کو اور نہیں جانے ﴿۲۶﴾ اور اگر وہ دیکھے جبکہ وہ آگ پر تھری ہوں تو دہنگے اے اُس ہم پور جاویں اور نہ جیتلویں اپنے پروردگار کی نشانوں تو اور ہوں ایمان والوں میں سے ﴿۲۷﴾ بلکہ اُن کو ظاہر ہو گیا جو کنبھہ کہ اُس سے پہلے چھانے سے اور اگر وہ پور بہت دیکھے جاویں تو وہی کریں گے جس سے اُن کو منع کیا گیا تھا کہ شک وہ حصوے ہیں ﴿۲۸﴾ اور اُنہوں نے کہا کہ یہہ کنبھہ نہیں ہی مگر دغا کی زندگی اور تم نہیں پور اُنہوں والے ﴿۲۹﴾ اور اگر وہ دیکھے جبکہ وہ کھڑے کئے جاویں گے اپنے پروردگار کے سامنے (خدا) کہیں گے دیا بہہ سچ نہیں ہی کہہنگے شان قسم ہمارے پروردگار کی (خدا) کہیں گے پور چکو عذاب بدلے اُس کے جو تم کفر کرتے تھے ﴿۳۰﴾ بے شک

كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا
 يَسْأَلُونَنَا عَلَىٰ مَا فَرَضْنَا فِيهَا وَهُمْ يَكْمُلُونَ آوْزَارَهُمْ عَلَىٰ
 ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزِيدُونَ ﴿٣١﴾ وَ مَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ
 وَلَهْوٌ وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾
 قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ لَيَكْذِبُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَكْذِبُونَكَ
 وَلَٰكِنِ الظَّالِمِينَ بَايَعُوا اللَّهَ يُبْغِضُونَ ﴿٣٣﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبْتَ
 رُسُلًا مِن قَبْلِكَ فَصَبْرُوا عَلَىٰ مَا كَذَّبُوا وَ آوُوا حَتَّىٰ
 آتَاهُم نَصْرُنَا وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَ لَقَدْ جَاءَكَ مِن
 قِبَالِنَا أَرْسَلَيْنِ ﴿٣٤﴾ وَ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ
 اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَالًا فِي السَّمَاءِ
 فَتَأْتِيَهُمْ بَأْيَةٌ وَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهَدْيِ فَلَا تَكُونُ
 مِنَ الْخَالِفِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْحَوْتَى
 يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَ قَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

﴿۳۷﴾ — (و دالوا لولا اُدرل علیہ آتہ) اس آیت سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ
 انحضرت صلعم کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا یعنی جسکو کفار یا عام لوگ معجزہ سمجھے ہیں

کوئی نشانی (یعنی معجزہ) اُسکے پاس نہ تھی طرہ - یہ کہتے کہ یہ سب اللہ
اس پر فائز تھی، اور اُنارے کوئی نشانی

اگر وہ ایمان لاتے تو سب کو دیکھتا، مگر وہ ایمان نہیں لایا، خدا نے ہمت کے انکو مارا
پہن کیا - اور یہ بھی ہے کہ خدا 'جدا' کر دیا کہ وہ لوگ ان معجزات کو فائدہ کی طرح سے
نہیں طلب کرتے تھے بلکہ وہ اس سے 'دانا' کرتے تھے اور خدا کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے +
مگر نماز، زکوٰۃ، صدقہ، صیامت، الحجہ، صوم، صاف صاف ایمان کیا ہے
کہ اس میں حیدر میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق
فہم یہ نسبت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چاہتے تھے وہ
وہاں یہ ہیں کہ ایمان نہ ہو سکتا ہے سق قمر معجزات میں سے
نہیں دی تھی وہ ایمان کے دلائل میں سے ہے جس سے
مندانہ فرمایا ہے کہ قمر توئی ساعت اور یہ ت گیا چاند
لینے آنحضرت صلعم نے اُس کے ہونے سے پہلے اُس کی خبر
دی تھی اس راۃ سے معجزہ ہے ۱۱۱ اس کے بعد تھلا
صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے ان معجزات میں
سے کچھ بھی انہی کے (یعنی قرآن) میں ذکر نہیں
کیا اور ۱۱ مطابق اُس کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں
ذکر نہیں ہے ہی وہ قرآن ہو: ۱۱ اسم ذات کا ہے (اور نہ
صاحب نے معجزات کو اشارات میں داخل کیا ہے جو اسم
ذات سے کم درجہ ہے اس لیے انہوں نے فرمایا کہ) پس جو چیز کہ اُس کے ماتحت ہے
اُس کا ذکر اُس میں نہیں ہو سکتا

مگر تعجب یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک کسی نبی کے معجزہ کا ذکر قرآن
میں نہ ہوتا تو اسوقت اُن کی بہت دلیل صحیح ہو سکتی تھی لیکن جبکہ شاہ صاحب
اور انعام کے معجزات کا ذکر قرآن میں ملتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ تفہیمات کے معجزات
مقاموں سے پایا جاتا ہے تو یہ یہود توت جانا ہے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی
کہ قرآن مجید میں بلا لحاظ اس یہود کے اور پیغمبروں کے معجزوں کا ذکر نہ ہو اور بلحاظ
اس یہود کے آنحضرت صلعم کے معجزوں کا ذکر نہ ہو *

غرض کہ امام صاحب نے اس بحث کو اسی طریقہ پر کیا ہے جیسے کہ ہمارے ہاں کے
قدیم علماء کا طریقہ ہے اور شاہ صاحب نے اُس کو تصوف کے سانچے موہوم میں ڈھالنا چاہا ہے

وَ لَکِنْ أَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾

مگر اس زمناً کے لوگوں کو ایسی دہمروں سے تشعبی نہیں ہوں اور جب تک اصل حقیقت صاف نہ نائی جاوے گی تو علمائیت نہیں رہتی *

قرآن مجید میں اس ایک میں اور اور متعدد آیاتوں میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہی اور نہایت صداقت پر مبنی ہے۔ حقیقت تو بنا دیا ہے - ان لوگوں کے سامنے درجہ کا اور انبیاء کے سامنے معجزات و احوال فطرت کے ایک پورے لفظ سلسلہ یہ مروجہ ہے جسک کہ اس سلسلہ پر ایمان سے غور کامل بطور نہ نائی جاوے اور قرآن مجید کی آیتوں کے سامنے اس کو نہ تسلیم نہ کی جاوے اُس وقت تک کہ مدد نہ کی اور نہ کرامت کی حقیقت طالعہ ہوئی ہے اور نہ اس آیت کی اور نہ قرآن مجید کی اور آیاتوں کی جو مثال اس کے ہوں اصلی مراد : حقیقت کھلتی ہے اور نہ اُن لوگوں کے دلوں کو جو اصلی حقیقت دس ہزاروں میں ہیں نسلی شعور ہی پس اول ہم فطرت کے اُس سلسلہ کو مستحضر طور پر دیکھ کر دیکھ کر اور اُس کے بعد قرآن مجید کی آیاتوں کو اُس سے تطبیق دیکھیں - اور اسی کی صحت میں انسان کے اُن حیالات کی اصلی طاقتور ترین چیز الہیہ علیہم السلام میں انسان سے بڑے کہ ملکہ نبوت کے سوا کسی اور چیز کا ہوں بطور دلیل اُن کی نبوت کے صوری سمجھنے ہیں - ان سب باتوں کے سمجھانے کے لئے اولاً فطرت ہی اُن باتوں کی طرف توجہ دلانا ضرور ہے جن سے مخلوقات کا سلسلہ نبوت کے سلسلہ تک مالا ہوا ہے *

تمام مخلوقات میں انسان تو یا حیوان - شجر ہو یا حجر، سب میں خدا نے ایک فطرت رکھی ہے، اور اُس کے اثر بغیر کسی نے نہائیے اور بغیر کسی سکھانے والے کے سکھائیے اسی فطرت کے مطابق دوتے رہتے ہیں - اس وحدت فطرت کو جس علماء اسلام نے الہامات ربی کے نام سے موسوم کیا ہے - مگر خدا تعالیٰ نے اُس کو وحی سے تعبیر کیا ہے جہاں فرمایا ہے، "و اوحی ربک الی الفحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر و مما یعرون (الفحل آیت ۷۰) یہ، وحی جبرئیل، خدا کا اور توٹی فرشتہ شہد کی مکھی کے پاس لیکر نہیں گیا تھا بلکہ خود خدا اُس کے پاس لیتے تھے والا یا اُس میں دلیلی والا تھا * اب دیکھو کہ اس وحی نے شہد کی مکھی میں کیا کیا کس طرح اُس نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور گہنے بلند درختوں کی ٹہنیوں میں اور کس حاکمیت سے چھٹا لگایا، اور کس دانائی سے اُس میں چھوٹے چھوٹے مسدس خانے بنائے، پھر کس طرح عمدہ سے عمدہ شفا بخش پھولوں سے رس چوس کر لائی، اور کس طرح اُس سے میتھا شہد نکالا جسکے مختلف رنگ

۱۷۷ ایمان ان میں نے اکثر نہیں جانتے

ہیں، پھر کس طرح ان مسدس خانوں کو اُس سے برا جنسی نسبت، خدا نے فرمایا کہ
”ذیکہ سنوا للانس“ *

ایک چھوٹے سے درخت کے زبور دئے کہ دیکھو کہ اُس کی باطورت نے اُس میں
ایسا کر دکھایا ہے — کس حکمت سے یہ اپنا گھونسل لٹکا رہی، دشمنوں سے محفوظ رکھنے
کو کستور اُسی کا دھواں دار درختوں میں لٹکاتا ہے، اندھیزوں، برباد کی رانوں میں کس
طرح پت بندھے، احتیاج اپنے گھر نیل میں چلا رہی، دھڑا اُس وحشی نے اور کس نے اُسکو
بنایا ہے کہ وہ فاسورس دار نیزا صرہ روشنی دیا ہے، زور گھونسل نہیں چلاتا *

اسکے سوا اور پندوں کو دیکھو کس طرح جورا جورا سوکر رہے ہیں، اپنے اندونکو دونوں ملکر
کس طرح سنبھلے ہیں، ایسی مہذب تجارت اُنکو پہنچنے میں تدریج سے تدریج سے حکیم سے بھی
نہیں ہوسکتی، پھر بچہ کس طرح اترے کو کھینک کر نکلتا ہے، پھر کس طرح وہ دونوں اُس
کو بالے میں جب بڑا ہو جاتا ہے نو اُجھاتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اُسکے ما باپ کرنے
تھے *

چرندوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اُسی وحی کے مطابق جو اُنکو دی گئی تھی کام
کرتے ہیں اپنا چارہ دھوندا لیتے ہیں، پانی ملاں کر لیتے ہیں اُن کا معیہ فاسد ہے پانی کی
بو سونگھ لیتا ہے، خربہ کے جو اوزار اُن پر باس ہیں دفعہ ہر نام میں لاتے ہیں دشمن
ت، اپنی جان بچاتے ہیں، مکاری نہ گو کہی، دیر پا ندرت کا سو مگر پہلی ہی دفعہ دسکر گانسی
ہی اور جان بچانے کو پہانگی ہے، بہہ سب کوسے اُسی وحی ربانی کے ہیں جو فادر مطلق
تعمہ قدرت نے اُنکو عطا کی ہے *

انسان بھی مثل اُن کے ایک مخلوق ہے وہ بھی اُس وحی کے عطیہ سے محروم نہیں
رہا، مگر جس طرح مختلف قسم کے جانوروں کو بقدر اُن کی ضرورت نے اُس وحی کا حصہ
ملا ہے اُسی طرح انسان کو بھی بقدر اُس کی ضرورت کے حصہ عطا ہوا ہے *

انسان جس شکل و شمایل اور ترکیب اعضا پر پیدا ہوا ہے وہ بظاہر اُس میں مفرد
ہیں ہی بلکہ اُس سے کم درجہ کی بھی ایسی مخلوق پائی جاتی ہے جو بظاہر اُسکی سی
شکل و شمایل رکھتی ہے اس سے مراد موری اُس مخلوق سے ہے جو انسان کے مشابہ ہے
مگر انسانی تربیت کا مادہ نہیں رکھتی، لیکن اس مقام پر موری بحث اُس شکل و شمایل
کے انسان سے ہے جس میں انسانی تربیت کا مادہ بھی ہے — کونکہ خدا کا خطاب بھی

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

اُن سے ہی کہ اُن پر جہ حقیقت میں انسان نہیں تھیں بلکہ انسان سے کم درجہ میں اور بندوں کے سلسلہ میں داخل ہیں :

آپ و خوا اور اُن میں مذکور حال نہ یہ جہاں انسان رہتا ہے یا ایسے معاملات سے جہاں گو انسان پایا جاتا ہے مگر یہ حیوانات و نباتات میں شمار نہیں ہوتا انسان کی ضرورت میں بہت کچھ نہیں و مثال عوچا ہے کہ میں اُن عارضی تبدیلیات کو بھی اپنی اس بہت میں داخل نہ کرتا بلکہ انسان میں حیثیت انسان سے مستثنیٰ اُس کی جبلت انسانی ہی باعث درونہا :

آپ ہم انسان کا حیوان سے متعلقہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان بمقابل حیوان ہے اُس وحی کا کس قدر زیادہ حصہ پانے کا مستحق تھا اور کون کون سے امور کے لئے *

سم انسان اور حیوان دونوں میں بیوک اور لباس کی خواہش ہوتی ہے مگر دو نوع میں یہ فرق دیکھتے ہیں کہ حیوان اس لیے اُس خوراک سے پورا کرنے کا تمام سامان خود خدا نے اُن کے لئے مہیا کر دیا ہے خواہ وہ جنگل میں رہتے ہوں یا پہاڑ میں خواہ وہ کھاد میں کھاتے ہوں یا دانہ چگاتے ہوں ، زمین کے کھڑے مکرے کھاتے ہوں یا نہایت نعلہ تیار و فروہ جانوروں کا گوشت جہاں وہ ہیں سب چاہتے ہیں اُن کے لئے مہیا ہے *

انسان کے لئے اُس کی اُن خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے بغیر اُس کی صنعت و تدبیر کے کوئی چیز بھی مہیا نہیں یا یوں کہو کہ نہایت کم مہیا ہے اُس کو خود اپنی غذا پیدا کرنی چاہیئے جب کہ وہ پانی کے چشموں سے دور ہی نہ خود اُس کو پانی بھی پیدا کرنا چاہیئے *

جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُنکا لباس خود اُنکے ساتھ ہی جو جڑے اور گرمی میں تبدیل ہوتا رہتا ہے چھوٹی سی چھوٹی تھیروں کا ایسا خوب صورت لباس ہی ہے بڑی سے بڑی شہزادی کو بھی نصیب نہیں مگر انسان ننگا پیدا ہوا ہے اُس کو خود اپنی تدبیر سے اپنی صنعت سے اپنے لئے آپ گرمی و جوار کا لباس پیدا کرنا ہے *

یہ ضرورتیں انسان کی فرداً فرداً پوری نہیں ہوسکتیں اور اسلئے اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ جمع ہو کر رہنے اور ایک دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے ، بہت قسم کے جانور ہیں جو ایک جگہ جمع ہو کر رہتے ہیں مگر اُن کو آپسی استعانت کی حاجت نہیں انسان ہی ایک ایسا مخلوق ہے جو اپنے ہمجنسوں کی استعانت کا محتاج ہے *

اور انہیں بھی کوئی زمین پر چلنے والا

اس طرح پر باہم ملکر رہنے کی ضرورت اور بہت سی ضرورتوں کو پیدا کر دیتی ہیں۔ انسان کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ مجتمع آپس میں کسطرح پر ہوتا اور معاشرت کرے۔ کسطرح اپنے گھروں کو آراستہ کریں اور کس طرح اُن کا انتظام کریں۔ اُن فرا کو جو خدا نے اُن میں پیدا کئے ہیں اور جن سے نوالہ اور تغذیہ ہوتا ہے کس طرح کام میں لائیں۔ اُن مقاصد کے انجام کے لئے کسطرح سرمایہ پیدا کریں اور جو پیدا کیا ہے اُسکو کسطرح بغیر دوسرے کسی مزاحمت کے اپنی طرف میں لائیں جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ اُس مجتمع کا مجموعہ میں حیثیت کسطرح پر انتظام رہے۔ کسی دوسرے ویسے ہی۔ مجمعہ کی دست اندازی اور زیادتی سے کسطرح محفوظ رہے *

بہت ضرورتیں انسان میں ایک اور وجہ کی وجہ سے ہوتی ہیں ضرورت کو پیش کرتی ہیں جسم کو عقل انسانی یا عقل کا یہ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہی وحی و ہیبت ہے جس سے انسان چند واقعات و فروعی یا مفصلات ذہنی سے ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے اور جزئیات کی تشمع سے کوئی کلیہ قاعدہ بناتا ہے یا قاعدہ کلیہ سے جزئیات کو حاصل کرتا ہے، اسلئے یہ یعنی جیسے انسان نے انسانی چاندی بنا لی وہ اس وحی و ہیبت کو کام میں لاتا رہتا ہے اور جب تک کہ وہ اس کام میں لاتا رہتا ہے۔

یہی وحی و ہیبت ہے جس نے انسان کو نئی نئی ایجادوں اور حقائق انشائیہ کی تحقیقات اور علوم و فنون کے مباحثوں پر قادر کیا ہے، یہی وحی و ہیبت ہے جس سے انسان انبساط کی طرف مائل ہوتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ کن محسوسات اور ذہنی چیزوں سے وہ خوشی حاصل کرسکتا ہے پھر وہ اُن کے جمع کرنے اور ترتیب دینے یا ایجنہ کرنے میں کوشش کرتا ہے یہی وحی و ہیبت ہے جس سے انسان کا دل ہر ایک واقعہ کی نسبت اس طرف مائل ہوتا ہے کہ یہ کیوں ہوا اور پھر اس سے کیا ہوا، یہی وحی و ہیبت ہے جس کے سبب سے انسان کے دل میں خالق کا سزا و جزا کا، معاف کا، خیال پیدا ہوتا ہے *

وہ اپنے چاروں طرف اپنے سے بہت زیادہ قوی، مہذب و زبردست مخلوقات کو دیکھتا ہے اور اُس کے دل میں ایک اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُس کے سامنے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کا ظاہر میں کوئی کرنے والا نہیں معلوم ہوتا، بیماریوں وباؤں قبضوں میں وہ مبتلا ہوتا ہے اچھا موسم اور عمدہ فصلوں اور صحت و تندرستی کا زمانہ اُسپر گذرتا ہے اور اُس اختلاف کے اسباب سے بہت کم واقف ہوتا ہے وہ اُسکو کسی ایسے

وَلَا طَائِرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ

یعنی غیر معلوم سے منسوب کرنا سی جس سے اختیار میں آتا کرنا تسلیم کرنا ہی — پھر اُس غیر معلوم وجہ سے خوف نہانا ہی اور بھلائی ہو اُسکی خوشی اور برائی کو اُسکی سختی کا سبب قرار دینا سی — پھر اُس غیر معلوم وجہ کی خوشی حاصل کرنے اور اُسکی خفگی سے بچنے کی تدبیریں سمجھنا ہی — وہ فکر کرنا ہی کہ میں کون ہوں اور اختیار میں کیا ہوں اور آخر کار اعمال کی جزا و سزا کا اور ایک قسم کی معاد کے سامنے پڑنا ہونا ہی *۔

یہہ تمام خیالات جو بذریعہ وحی کے یا فطرت کے انسان میں پیدا ہوتے ہیں زمانہ کے شرے اور آئندہ نسلوں کے آنے اور اربابِ سنت و رشتے سے دلوں میں اسے نامنوس ہوجانے سے نہ بددیہیات سے بھی اُن کا درجہ زیادہ ہوجاتا ہی — اور جس طرح انسان کی حالت کو دوسری شے جتنی ہی اُسے طلوع اُن ساتوں کو بھی جو فطرت نے اُسکو سکھائی ہوں دوسری "توبہ" رہی ہی — لہذا اُن فطرتی باتوں کا دوسری پانا ہی انسان کی توفی کہلاتی ہے *۔

پس جب اس طرح ان اندامی پہلو پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہی کہ یہہ تمام چیزیں جدکو اذیاء علیہم السلام اور خدماہ علیہم الرحمۃ نے دنیا میں قائم کیا ہی اور جنکو ہم — علم معاش — علم تمدن — علم سیاست مدین — علم تدبیر منزل — علم معاشرت علم المعاملات والاحکام — علم الدین یا ادیان — علم الذوق الاتم — علم المعاد والاخرۃ — سے تعبیر کرنے ہوں وہی ہیں جنکے خوف خدا نے انسان میں وحی دالی ہی یا اُن کو خود اُس کی فطرت میں رکھا ہی *۔

یہہ حقیقت زیادہ تو وضاحت اور تعجب انگیز طریقہ سے منکشف ہوئی ہی جبکہ تمام دنیا کے انسانوں کو جہاں تک کہ معدو اُسے واقعیت سے باوجود اُنکی زبان — اُنکی قوم — اُنکی ملک — اُنکی صورت — اُنکی رنگ — کے اختلاف کے بہت سی باتوں میں متفق پاتے ہیں گو طریقہ عمل میں کچھ کچھ اختلاف ہو مثلاً — معبود کا یقین — اُسکی پرستش کا خیال — موت کے بعد اعمال کی جزا و سزا — دوسرے جہاں کا وجود — کسی عالمی یا رهنماے روحانی کا ہونا — دنیاوی معاملات میں — تزوج — سرگودہ کا مقرر کرنا اور اُسکے تابع رہنا — افعال میں — رحم دلی سمعدرتی — سچائی کا اچھا سمجھنا — رنا — چوری — قتل — جھوٹ کو برا جاننا — یہہ اور اُسکے مثل اور بہت سے امور ہیں جن میں تمام دنیا کے انسانوں کو متفق پاتے ہیں — چند کا ان اتفاقوں میں سے مستثنیٰ ہونا جن کے اسباب بھی جدا ہیں اس کلیہ کے متناقض نہیں ہی *۔

اور نہ ٹوٹی پرنندہ جو اپنے دونوں سروں پر اُڑنا ہی

یہ خیال کرنا کہ ان سب نے ایک ایسے زمانہ میں حکمت سے پیدا ہوئے ان باتوں کو
دیکھا ہوگا اور مضمون ہوجانے کے بعد بھی وہ ان سب باتوں کو اپنے ساتھ لے گئے ایک ایسا
خیال ہی کہ جس کا اہمیت موجود نہیں رہی تاکہ یوں دیکھا جائے کہ نامہ کی ہی — اگر
میں تسلیم بھی کر لیں کہ وہ سب کس زمانہ میں پیدا ہوئے ہوں جب ہم یہ دیکھتے ہیں
کہ اُن کی قدرتی بے اُنکی حالت ہو (جو ضرور ہی ہے) انہیں زمانہ کی مفاہمت باعث
سوئی ہوگی) ایسا تبدیل ہوتا ہی ہے صورت میں وقت میں طبیعت میں اعتدالی
منازلت میں اُن کے حوزہ میں اُنکی زبان میں ایک تبدیلی — طبع و ادب ہو گئی ہی ہو بہ
دیوگر تسلیم ہوسکتا ہی کہ وہ زمانہ بدل گئے مگر جو اس وقت اُنہوں نے سیکھا تھا وہ نسل
در نسل نہ بھڑا — بلکہ برخلاف اس کے وہ اسات کی دلیل ہوسکتی ہی ہے یہہ توافق اُسی
روحی یا فطرت کا باعث ہی جو اُن کے انسان دو جنم کے ہے ۔

مگر خدا نے اس فطرت کو جسکو ہم نے عقل انسان یا عقل ہی سے تعبیر کیا ہی ایسا
ہمیں بتایا کہ سب میں برابر ہو با سب میں ایک سا اُس کا ظہور ہو بلکہ انسان نے پتہ
میں اُن کے اعتدالی نسلوں اس طور پر بتایا ہی کہ اس فطرت کا ظہور نہ نسلوں اور انواع
مختلف ہوتا ہی جس اس فطرت سے جس شخص کا اُس درجہ کا حصہ اور جس نوع کا
دیا جاتا ہی اور اُن کے اُن کے اُس طرح کا نسل اور ہوسکتا ہو جانا ہی ۔ تاکہ اُن کا
ہے ایسے شخصوں کے لیے ہے ۔ مثلاً کیا ہی ۔ وہ حقیقتاً اللہ کے لیے ہے ۔ تعجب
ناب حقیقتاً اللہ و خواہش ” ارفاء فرمانے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ” مفہوم مختلف
اسعداد کے اور اُن کی قسم کے ہونے ہیں ۔ جسکو اندر خدا کی طرف سے بذریعہ عبادت
کے ہدیہ نفس کے علوم والا ہوتا ہی وہ کامل کہلاتا ہی ۔ جسکو اکثر عمدہ اخلاق اور
تدبیر منزل کے علوم کا الفا ہوا ہی وہ حکیم کہلاتا ہی ۔ جسکو سیاست کے امور کا الفا
ہوتا ہی اور وہ اُسکو عمل میں لاسکتا ہی وہ خلیفہ کہلاتا ہی ۔ جسکو ملا اعلیٰ سے تعلیم
ہوتی ہی اور اُس سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ مؤید روح القدس کہلاتا ہی ۔ اور جس کے
دل میں اور زبان میں نور ہوتا ہی اور اُنکی نصیحت سے لوگ فائدہ اُتاتے ہوں اور اُس کے
حواریوں اور مریدوں پر بقی نور و سکینہ نازل ہوتا ہی وہ ہادی اور سرور کہلاتا ہی ۔ اور
جو قواعد ملکہ کا زیادہ جائزہ والا ہوتا ہی وہ امام کہلاتا ہی ۔ اور جس کے دل میں کسی قوم
پر اُن والی مصیبت کی خبر ڈال دی جاتی ہی جسکی وہ پیشو ہوں گئی کرنا ہی یا قبر و حشر

الَا اَمَّمْ اَمْثَالَكُم

کے حالات کا امداد انکشاف ہوتا ہے اور وہ اُس کا عطا لوگوں کو سفارشی و مقرر کہلانا ہے۔ اور جب خدا الہی حکم سے منہ میں مومن سے کسی بڑے شخص کو مبعوث کرنا بھی ناکہ لوگوں کو ظلمات میں نور میں لائے تو وہ نبی کہلانا ہے "بہر حال شاہ صاحب نے اس مطلب کو کسی لفظوں سے اُتر مئے کسی لفظوں سے تعبیر کیا تو نتیجہ واحد ہی ہے انسانوں میں مومن سے جس درجہ اُتر جس نوع کی مطر یا وحی خدا نے جس انسان میں ودیعت کی ہے وہ اُن کے اُترے اُس نوع کا عالمی یا رشتہ ہوتا ہے۔۔۔ جس میں خدا نے اعلیٰ درجہ کو تہذیب نفس انسانی کی فطرت پیدا کی ہے خواہ اسکو انہی لفظوں سے تعبیر کرو خواہ "وما یفطن عن الہی ان ہو الارضی بوحی" کے لفظوں سے وہ نبی ہوتا ہے کہ وہ انہی ما کے پخت سے میں دیوں نہو *

پس اب ایسی مخلوق کی نسبت جس میں خدا نے اس قدر کموں اور متعدد درجوں کی فطرت پیدا کی ہو خیال کرو کہ وہ دنیا دہ کی — ضرر ہے کہ وہ اپنی تمدنی فطرت کے منافع سے اپنا جگہ اکھاڑ کر رکھیں — اب مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ایسی معین آوازیں ظاہر کریں گی جو اُسکے مافی الضمیر پر والوں — جس طرح اُسکو مافی الضمیر کے اظہار کی زیادہ ضرورت پیش آتی جاوے گی اُن آوازوں کی بھی صورت اور اُن میں انواع اور اشتقاق پیدا ہوتا جاوے گا رفتہ رفتہ وہ اُس گروہ کی زبان قرار پاوے گی اور علم اہت اور علم اشتقاق اور صرف و نحو اور فصاحت و بلاغت سے مالا مال ہو جائے گی *

وہ سب اپنی زندگی بسر کرنے کے سامان مہیا کرنے کی فکر کریں گے دنیاوی اور دنیوی چشموں کے مقامات کو دینی میسر آئیے لیکن تلاش کریں گے اگر وہ ایسا موقع نہ پاویں گے تو زمین کھود کر پانی نکالیں گے ایک غریب ایکس عورت بھی اپنے بچہ کے لئے پانی کی تلاش میں اسٹر اوڈھر دورنی پھریں گی — کوکہ چند روز جنگل کی اتفاقہ پیداوار پر وہ اپنی زندگی بسر کریں مگر غلہ پیدا کرنے پر کوشش کریں گے زمین کو پہاڑ بننے اگر کوہاں میسر نہ ہوگی تو درخت کے سوکھے نوکدار ٹہنہ ہی سے بہزار مشنت زمین چیریں گے اور بیج ڈالیں گے — بدن ڈھانکنے کی کوشش کریں گے — درختوں کے پتے ہی لپیٹیں گے جانوروں کی کھالوں نے تہ بند باندھیں گے اپنے کھیت میں دوسرے کو نہ آنے دیں گے اپنے غلہ کی حفاظت چرند سے پرند سے انسان سے ہر طرح پر کریں گے — رفتہ رفتہ زراعت کے قواعد اور حقوق کی بنیاد اور اُسکے قوانین قائم ہو جائیں گے اور جس طرح اُسکو ترقی ہوتی جاوے گی اُسی طرح ان سب باتوں میں

بجز اسکے کہ مثل تمہاری جماعتیں ہیں،

جو معاش کے ذریعے ہمیں ترقی ہوئی، بیگنی یہاں تک، کہ انگوری، داغ لگاؤنگے اور اُس سے شراب بناؤینگے اور اُس کو پی کر دہشت ہو جاؤینگے :

وہ اپنی بود و باش کی فکر کرینگے، ممکنات بناؤینگے، کالائمل بن کر یا سوکندے اور داسی جمع کر کے یا ایدت اور گارہ بنائے اور اُس طرح منہجتم ہو کر گانوں اور تھبی اور شہر آباد کرینگے، رفتہ رفتہ اُس میں ترقی کرے جاؤینگے یہاں تک، کہ قصر حمرا اور منحل بیضا اور کرسنل پلایس اور شیمس منحل، بنا کر اُس میں چین کر دینگے :

وہ اپنے بھروسے کی دوسری اور اُنسانی بُی تدبیریں سوچینگے، فرزندوں کی خواہش مونس عمگسار کی آرزو کو دیرا کرینگے، سچ کے قواعد اولاد کی پرورش کے طریقے اُنکے حقوق اُنکے ساتھ ساتھ کے طریقے قرار دینگے جو رفتہ رفتہ ایسی ترقی پاؤینگے کہ علوم کا درجہ حاصل کرینگے اور علم تدبیر منزل کے نام سے موسوم ہونگے :

وہ اپنی گروہ میں راہ و رسم کے طریقے اخلاق اور دوسری اور منہجت اور ہمدردی کے قواعد، ایجاد کرینگے رسم و رواج قائم کرینگے، خوشی اور انصاف حاصل کرنے کے سامان، مہیا کرینگے اور وہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ علم اخلاق و معاشرت کا درجہ حاصل کرینگے :

وہ اُس منہج کے حفاظت، کی اور اُس میں انتظام قائم کرنے اور سب کے حقوق محفوظ رکھنے کی فکر میں رہینگے اُسکے لیئے قوانین تدبیر کرینگے اور اُسکے لیئے کسیکو اپنا سردار، بدوینکے اور رفتہ رفتہ سلیمان کی سی بادشاہت اور عمر دینی خلافت قائم کرینگے اور وہی اُنکے قوانین ترقی پاتے پاتے علم سیاست مدن کا رتبہ حاصل کرینگے :

فطرت کے تفاوت درجات کے موافق اُنہی سے وہ لوگ پیدا ہونگے جنکو شاہ ولی اللہ صاحب نے، کامل، حکیم، خلیفہ، مؤید، بروج القدس، ہادی و مزکی، امام، منذر، نبی، کے لقب سے ملقب کیا ہی اور اس زمانہ کے بے اعتقادوں نے، رفارسر، اُنکا نام رکھا ہی، اور اُنہی کی نسبت خدا نے یہہ فرمایا ہی ”ہوالذی بعث فی الامیین رسولا منہم“ :

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعثت انبیاء کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہی — یا تو یہہ ہوتا ہی کہ ایک دولت (یعنی حکومت یا سلطنت) کے ابتداء ظہور کا اور اُس سے اور دولتوں کے زوال کا وقت آپہونچتا ہی اسوقت خدا اُس دولت کے لوگوں کے دین کو قائم رکھنے کے لیئے کسیکو مبعوث کرتا ہی جس طرح کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی — (نعمد باللہ ولیمس اعتقادی ہذا) یا خدا تعالیٰ کسی قوم کا بقا اور تمام

مَا قَرُّنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

انسانوں پر اُسکا برگزیدہ کرنا چاہتا ہی اُسوقت کسیکو مبعوث کرتا ہی جو اُنکی کجی کو سیدھا کرے اور کتاب اُنکو سکھاوے جس طرح کہ ہمارے سرنار موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی — یا کسی قوم کے منتظم کرنیکے لیئے جسکی دولت و دین کی پابنداری قرار پاچکی ہی کسی مجتہد کے مبعوث کرنے کی ضرورت ہوتی ہی جیسیکہ داؤد و سلیمان اور تمام انبیاء۔ نبی اسرائیل کی بعثت ہوئی جنکو خدا نے اُنکے دشمنوں پر فتح دی — شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا یہہ اُنکا استنباط ہی مگر ہمارا یہہ عقیدہ نہیں ہی کہ میں یتیم کرتا ہوں کہ بعثت انبیاء صرف تہذیب نفس انسانی کے لیئے ہوتی ہی نہ اور کسی چیز کے لیئے *۔

بہر حال یہہ تمام واقعات وہ ہیں جو ازروے قاعدہ فطرت انسان پر گذرتے ہیں اور انسان ہر ایک کام میں کسی کسی کو اپنا ہادی اور پیشوا اور رہنما قایم کرتا ہی — اسوقت ہمارے بحث اُن لوگوں سے متعلق نہیں ہی جو عموماً مختلف قسم کے علوم و فنون و معارف و مکاسب میں ہادی و پیشوا و رہنما قرار پاتے ہیں — بلکہ صرف اُسی ہادی سے متعلق ہی جو تہذیب نفس انسانی کے لیئے پیشوا اور ہادی ہوتا ہی *۔

ایسا ہادی جس میں اس قسم کی ہدایت کی کامل فطرت ہوتی ہی وہی نبی ہوتا ہی اور وہی فطرت، ملکہ نبوت، ناموس اکبر، جبرئیل اعظم، کے لقب سے ملقب کیجاتی ہی — وہ کسی بات کو سوچتا ہی اور کچھہ نہیں جاننا دفعاً اُسکے دل میں بغیر کسی ظاہری اسباب کے ایک القا ہوتا ہی اور قلب کو ایک صدمہ اُسکے القا سے متحسوس ہوتا ہی جیسیکہ اوپر سے کسی چیز کے گرنے سے صدمہ ہوتا ہی یا اس قسم کا ایک انکشاف اُسکے دلپر ہوتا ہی جو سچ سچ وہ جاننا ہی کہ تمام حجاب اُٹھ گئے ہیں اور جسکی میں تلاش میں تھا مثل سپیدہ دم صبح میوے سامنے موجود ہی — شاید مختلف حالات و معاملات میں اوروں کو بھی ایسا ہوتا ہو مگر جب اُس شخص میں دو صفتیں تسلیم کرلی گئی ہیں ایک فطرت کا کامل ہونا اور دوسرے اُس فطرت کا تہذیب نفس انسانی سے مخصوص ہونا تو لازمی نتیجہ یہہ نکلتا ہی کہ اُسکا وہ القا یا وحی خواہ جبرئیل لیکر آیا ہو یا خود وہ ملکہ نبوت ہی اُس میں اور خدا میں ایلچی بنا ہو سچ اور فطرت اللہ کے مطابق ہی — اگر بحث رہ جاتی ہی تو اسیقدر رہ جاتی ہی کہ وہ شخص فی الواقع ایسا ہی کہ نہیں *۔ تہذیب نفس سے بلاشبہ بہت امور متعلق ہونگے لیکن اُن سب میں ضرور کوئی ایسا امر بھی ہوگا جو اصل اصول تہذیب نفس انسانی کا ہو اور وہ اصول بمقتضای فطرت انسانی

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی

وہ ہی جسکو خود انسانی فطرت نے قائم کیا ہی یعنی وجود اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا۔ اس مقام پر ہم اس بحث کو کہ اسی امر کو ہم نے کیوں اصل اصول تہذیب نفس انسانی قرار دیا ہی چھوڑ دیتے ہیں تاکہ خلط بحث نہو چارے پھر کسی مقام پر اس سے بحث کریں گے اور اسلیئے یہ تسلیم امر مذکورہ کہے ہیں کہ ضرور اُس ہادی کا سب سے بڑا اور سب سے مقدم کام اُس سب سے اعلیٰ اور سب سے قوی اور سب سے زبردست ہمہ قدرت وجود کی طرف ہدایت کرنا ہوگا اور جبکہ وہ کامل فطرت سے ہدایت ہوگی تو تمام کامل فطرت رکھنے والے ہادیوں کو اُس میں اختلاف نہوگا اور وہی فطرت اللہ اور دین اللہ ہوگا۔ اور اور امور جو اُسکے متعلق ہیں طریقے یا رسمیں یا مصالح ہونگے جنکو اب ہم شرایع کے نام سے موسوم کرتے ہیں پس تمام انبیاء کا جب سے انبیاء ہوتے دین واحد تھا اصل دین میں کچھ تفاوت نہ تھا۔ خدا فرماتا ہے، ”شرح لکم من الدین ما وعی بہ نوحا والنبی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ“ (الشوریٰ آیت ۱۱) اور ایک جگہ فرمایا ہی ”لکل جعلنا منکم شرعہ و منہا جا“ (مائدہ آیت ۵۲) *

بلحاظ اُن فطرتوں کے جو خدا نے انسان میں پیدا کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسبات کے قابل ہوئے ہیں کہ انسان † اُنکو ترک کرنا محال ہی اور وہ بہت سے امور میں ایک ایسے حکیم کے محتاج ہیں جو تمام ضرورتوں سے واقف ہو اور مصالح تدبیر جاندا ہو خواہ بذریعہ فکر و درایت کے خواہ اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے اُسکی جبلت میں قوت ملکہ رکھی ہو اور ملا اعلیٰ سے اُسپر علوم نازل ہوتے ہوں *

پھر وہ لکھتے ہیں کہ انسانوں میں جو رسمیں قائم ہو جاتی ہیں انمیں اکثر بسبب قوم کے سرداروں کی نادانی سے خرابیاں پڑ جاتی ہیں اور نفسانی خواہشوں اور شیطانی حرکتوں تک پہنچ جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اوسکی پیروی کرتے لگنے ہیں اور اسلیئے ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہی جو غیب ‡ سے مؤید ہو اور مصالح کلیہ کا پابند ہو تاکہ رسومات بد کو مٹا دے اور ایسا شخص مؤید بروح القدس ہوتا ہی *

پھر وہ ارقام فرماتے ہیں کہ انبیاء کی بعثت اگرچہ دراصل اُور بالتخصیص عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرنے کے لیئے ہوتی ہی مگر بعد کو اُسکے ساتھ رسومات بد کا دور کرنا بھی شامل

† حجۃ اللہ البالغہ یا با اقامۃ الارتۃ قائم و اصلاح الاحرام -

‡ اگر شاہ صاحب بجائے غیب کے فطرت اللہ کا لفظ استعمال فرماتے تو مطلب بالکل صاف ہوجاتا -

ثُمَّ اِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾

ہوجانا ہی۔۔ یہہ بات ذرا تفصیل طلب ہی اگر شاہ صاحب کی مراد اُن رسوم بد سے ہی جو عبادات اور تہذیب نفس انسانی سے متعلق تھیں تو سلمان اور اگر مراد اُن رسوم کی اصلاح سے بھی ہی جو منحض دنیاوی امور سے متعلق تھیں تو ہم اُسکو نہیں قبول کر سکتے کیونکہ نبوت کو منحض دنیاوی امور سے کچھ تعلق نہیں ہی۔ اور قصہ تادیب و نخل اور یہہ الفاظ کہ، ”انہم اسلم بامور دنیا کم“ اور یہہ حدیث کہ، ”من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فہو“ ایک بہت بڑی دلیل ہے اسی اس مدعا پر ہی *

تمام رسوم و عادات اور طریقے جو انسانوں میں بمقتضات اُنکی فطرت کے دایم ہوجانے تھیں وہ متعدد اقسام پر منقسم تھیں *

اول۔۔ جو خدا ہی ذات و صفات سے متعلق تھیں یعنی اُس قوت اعلیٰ کے وجود سے جسکو ایمانوں نے بمقتضائے اُسی فطرت کے تسلیم کیا ہی *

دوم۔۔ اُسی عبادات کے طریقوں سے جو لوگوں نے بمقتضائے فطرت انسانی اُسکے لیے قرار دیئے تھے اور یہی امور وہ تھے جن پر دین کا اطلاق ہوتا ہی *

سوم۔۔ وہ امور تھیں جو تہذیب نفس انسانی سے علاقہ رکھتے تھے اور جنکو نوع انسانی نے بطور تدبیرات کے حسن یا ذبیح قرار دے رکھا ہی مثلا زنا قتل سرفہ و کذب وغیرہ کہ تمام نوع انسان کے نزدیک ذبیح تھے گو کہ کسی فرقہ نے زنا یا قتل و سرفہ و کذب کی حقیقت قرار دیئے ہیں غلطی کی ہو۔ یا جیسے صداقت رحم و ہمدردی کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک حسن تھے گو کہ کسی سے اُسکی حد صحیح طور پر بیان نہوسکتی ہو۔ ابھی امور سداگاہ کی نسبت جو طریقے قرار پاتے تھے اُنکا دام شریعت ہی *

چہارم۔۔ وہ امور تھیں جو منحض دنیاوی امور سے تعلق رکھتے تھے وہ ندین تھے اور نہ انبیاء کو من حیث النبوت اُنسے کچھ تعلق ہی۔۔ اسی میں وہ تمام مسائل بھی داخل تھے جو علوم و فنون اور تحقیقات حقایق اشیاء سے علاقہ رکھتے تھے گو کہ انبیاء نے اُن امور کا ذکر اُس طرز یا الفاظ میں کیا ہو جس طرح پر اُس زمانہ کے لوگوں کا یقین یا اُنکی معلومات تھی *

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس مبحث کی زیادہ تفصیل کی ہی اور بہت اچھی کی ہی وہ فرماتے تھے کہ وہ چیز جو انبیاء اسباب میں قاطیۃ خدا کے پاس سے لاتے تھے وہ بہہ ہی کہ دیکھا جاوے کہ کھانے پینے اور لباس اور مکان بنانے اور زب و زینت کرنے اور

پھر اپنے پروردگار کے پاس اُکھٹے کھڑے جاویں گے ﴿۳۸﴾

نکاح شادی بیاہ کرنے اور خرید و فروخت کرنے اور گناہگاروں کے سزا دینے اور تقاضات کے فیصلہ کرنے میں اُسوقت کے لوگوں میں کھا عادتوں اور رسمیں مروج ہوں پھر اگر وہ سب باتیں عقل کلی کے مطابق و مناسب ہوں تو اُنکے اہل بدل کرنیکے کوئی معنی نہیں ہوں بلکہ ضرور ہی کہ لوگوں کو اُسی پر قائم رہنے کے لیئے براہِ ریختہ کھا چارے اور اُس باب میں اُنکی تصویر کی جاوے اور اُسکی خوبیاں بنلائی جاویں اور اگر وہ مطابق نہیں اور اُنکے رد و بدل کی حاجت ہو کیونکہ وہ دوسروں کو ایذا پہونچاتی ہوں یا لذات دنیا میں قائلہ تہی ہوں اور نہنی سے باز رکھنی ہوں اور دین دنیا سے بے فکر کردینی ہوں اُسوقت بھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی جاتی جو بالکل اُنکے مالفہ امور کے برخلاف ہو بلکہ جو اگلی مثالیں اُن لوگوں کے ہاں ہوں اور جو اچھے لوگ اُن لوگوں کے نزدیک گذرے ہوں اُنکی طرف اُنکو پھیرا جانا ہی اور جب وہ اُس طرف مایل ہوتے ہوں تو اُنکو تھیک بات بنائی جاتی ہی اور اُنکی عقلیں اُسکے نامقبول نہیں کرتیں بلکہ اُنکے راوں کو طمانیت ہو جاتی ہی کہ یہی سچ ہی — اور یہی سبب ہی کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں مختلف ہوں — جو لوگ راسخ فی العلم ہوں جاننے ہوں کہ شرع میں درباب نکاح اور طلاق اور معاملات اور زیب و زینت اور لباس اور انصاف امتدات اور حدود اور لوٹ کے مال کی تقسیم کی کوئی ایسی بات نہیں آئی ہی جو اُسوقت کے لوگ اُسکو نہ جانتے ہوں یا اُسکے کرنے سے تردد میں پڑ جاویں جب اُسکے کرنیکا حکم ہو — شاں یہہ ہوا ہی کہ جس میں جو خرابی نہی وہ درست کردی گئی اور غلط کو صحیح کر دیا — اُن لوگوں میں سود خوری بہت تھی اُسکو منع کر دیا — وہ پھل آنے سے پہلے صرف پھول آنے پر میوہ بیچ ڈالتے تھے اور پھر اُس میں جھگڑا ہوتا تھا اُسکو منع کر دیا — دیت یعنی خون بہا عبدالمطلب کے وقت میں دس اونٹ نہہ پھر تم نے دیکھا کہ فل سے باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت کر دیئے اور آنحضرت صلع نے اُسکو قائم رکھا پہلے پہل مال غنیمت کی تقسیم ابی طالب کے حکم سے ہوئی اور رئیس قوم کے لئے بھی حصہ قرار پایا — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس جاری کیا — شاہان فارس یعنی قباد اور اُسکے بیٹے نوشہرواں نے خراج اور عشر لوگوں پر مقرر کیا تھا شرع میں بھی قرار دیا گیا — بنی اسرائیل زنا کے جرم میں رجم کرتے تھے چوروں کے ہاتھ کاٹتے تھے (یہودیوں میں ہاتھ کاٹنے کی رسم نہ تھی بلکہ عرب میں تھی) جان کے بدلے جان مارتے تھے قرآن میں بھی یہی حکم نازل ہوا (رجم قرآن میں نہیں ہی) اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں

وَالَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا

میں جو فلاں کرے والے سے مخفی نہیں ہیں - بلکہ اگر توفیقین یعنی دہری سمجھنے کا ہی نور تمام احکام کے سرانہب ہو محیط ہی تو تو یہ بھی جانیں گے کہ انبیاء علیہم السلام تعالٰی کے

میں بھی اُسکے سوا جو قوم کے پاس تھا بعینہ اُسکی نظیر ہے اور کچھ نہیں لائے لیکن انہوں نے حاکمیت کی تحریفات کو دور کر دیا اور جو مذہب تھا اُسکو اوقات و ارکان کے ساتھ ضبط کر دیا اور جو ٹھیک تھا اُسکو لوگوں میں پھیلا دیا (امدہی) *

یہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا قریب قریب اُسے مضمون کے ہی جو اس زمانہ کے لوگوں کے خیال میں ہی اور جنکو ہمارے زمانہ کے علماء اور مقدس لوگ کافر و ملحد اور سرحد و زندقہ کہتے ہیں گو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و ما جاء بہ پر بھی نہیں رہتے ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہ نونک شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء تعالٰی میں بھی کوئی نئی چیز نہیں لانے بہر حال شاہ صاحب نے جو منتخب دنیاوی امور کو بھی مذہب یا شریعت میں شامل کر لیا سی ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے - دین جیسا کہ اوپر بیان ہوا مرور ایام سے تبدیل نہیں ہوسکتا - لیکن دنیاوی معاملات وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور کسی طرح ابدی خدا کی جانب سے صورت خاص کے محکوم نہیں ہوسکتے - اگر یہ کہو کہ جب اصول اُنکے محفوظ ہیں تو حوادث جدید کے احکام علماء اسلام جو کاتبان بنی اسرائیل ہیں اسنباط کرسدینگے - تو ہم یہ کہینگے کہ علماء وقہن یہود کے اور فیسس و رہبان عیسائی مذہب کے بھی علم میں کچھ کم درجہ نہیں رکھتے تھے اگر انہوں نے دنیاوی احکام میں غلطی کی تو کیا وجہ ہے کہ یہ غلطی نہ کرینگے اور اگر دنیاوی احکام بھی داخل نبوت ہیں تو کیا وجہ ہوگی کہ اُنکی غلطیوں کی وجہ سے تو انبیاء کے مبعوث ہونیکے ضرورت ہو اور اُنکی غلطی کے سبب نہو - خصوصاً ایسی صورت میں کہ تربیت مقدس میں جسقدر دنیاوی امور کا تذکرہ ہی اُسکا عشر عشر بھی قرآن مجید میں نہیں ہے *

یہ مباحث نہایت طویل ہیں اور یہ مقام اُن سب کے بیان کی گنجائش نہیں رکھتا مگر اس تمام بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ انسانوں میں بموجب فطرت انسانی کے کوئی نہ کوئی اُنکا ہادی ہوجاتا ہے اگر خدا نے اُسکو فطرت کامل اور وحی اکمل عطا فرمائی ہے تو وہ سچا ہادی ہوتا ہے جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے " لکل قوم ہاد " پس جو گروہ کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اُسکی بزرگی و تقدس کا

اور جن لوگوں نے جہلایا ہماری نشانہوں کو

اعتقاد بھی اتنی درجہ پر رکھتی ہے جسکا نتیجہ موافق فطرت انسانی ہے یہہ ہوتا ہے کہ انسانوں سے اُسکو برتر درجہ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ان اللہ یا محیط ذات الہ (یعنی اوتار) یقین کیا جاتا ہے اور کم سے کم یہہ ہے کہ اُس میں اسے اوصاف اور کرامتوں اور معجزے تسلیم کئے جاتے ہیں جنہیں نوع انسان سے اُسکو برتری حاصل ہو معمولی واقعات اور حادثات کہ جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہیں جب اُس کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ اُس کی کرامت اور معجزہ قرار پاتے ہیں مثلاً اگر ایک عام آدمی کسیکو بدلتا ہے کہ سچہ پر بھجلی گئے اور اقلات سے وہ بھجلی سے مارا جاوے تو کسیکو کچھ خیال بھی نہ ہو۔ لیکن اگر وہ بد دعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جسے تقدس کا خیال لوگوں کے دلوں میں ہو تو اُسکی کرامت یا معجزہ سے منسوب ہو جاتی ہے۔ بہت سی باتیں قوی ہیں کہ اُن لوگوں سے جائے تقدس کا خیال ہوتا ہے اسطورہ۔ موزن قوی ہیں جیسے کہ عام انسانوں سے مگر مقدس لوگوں سے سرزد ہونے کے سبب اُنکی قدر و منزلت زیادہ کی جاتی ہے اور معجزے و کرامات کے درجہ پر پہونچا دیا جاتا ہے۔ انسان میں معنی ایسی قوتوں ہیں جو خاص طریقہ مجاہدہ سے قوی ہو جاتی ہیں اور کسی میں مقتضایہ خلقت قوی ہوتی ہیں اور اُن سے ایسے امور ظہور پاتے ہیں جو عام انسانوں سے جانہوں نے اُن قوتوں کو قوی نہیں کیا ہے ظہور نہیں پاتے حالانکہ وہ سب باتیں اسطورہ ہونی ہیں جسطور کہ اور امور حسب مقتضایہ فطرت انسانی واقع ہوتے ہیں مگر وہ بھی اُن مقدس شخصوں کے معجزے و کرامات شمار ہوتے ہیں۔ بہت عجیب باتیں افواہاً ایسے بزرگوں کی نسبت مشہور ہو جاتی ہیں جنکی در حقیقت کچھ اصل نہیں ہوتی مگر لوگ اُن بزرگوں کے تقدس کے خیال سے ایسے مؤثر ہوتے ہیں کہ اُسکی اصلیت کی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے تحقیق اُسپر یقین کر لیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے تمام واقعات کو لوگوں نے ایسے طور پر بیان کیا ہے جنکا واقع ہونا ایک عجیب طریقہ سے ظاہر ہو اور پھر اُنہیں کو اُن کے معجزے قرار دیئے ہیں اور بعضی ایسی باتیں منسوب کی ہیں جنکا کچھ ثبوت نہیں۔ انہی غلط خیالات کے سبب لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا ہے چنانچہ قوم نوح قوم عاد قوم ثمود نے انبیاء کے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی کہ، "ان انتم الالبشر مثلنا" پس انہی غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلیہ سے معجزوں کے طلب گار

صم و بکم فی الظلمت

ہوتے تھے۔۔۔ کبھی یہہ کہتے تھے کہ اگر یہہ پیغمبر ہیں تو کیوں نہیں اُن کے پاس فرشتے آتے کیوں نہیں اُن کے پاس خزانہ اُتارا گیا۔۔۔ کبھی کہتے تھے کہ یہہ تو عام انسانوں کو طرح کھاتے دیتے ہیں بازاروں میں پڑے پھرتے ہیں یعنی انسانوں سے زیادہ کوئی بات اُن میں نہیں ہی۔۔۔ کبھی آسمان سے پتھر برسوانے چاہتے تھے۔۔۔ کبھی آسمان کا ٹکڑا توت کر گرنے کی خواہش کرتے تھے *

وحدانیت ثلاثہ کا ایک رکن جو توحید فی الصفات ہی اُس کی تکمیل کے لیے اس قسم کے خیالات کا مثانا ضرور تھا اسلامیہ جا بجا قرآن مجید میں معجزات کی نفی آئی ہی خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ”لوگوں سے کہدے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں انسان ہوں مثل تمہارے“ معجھکو وحی دی گئی ہی کہ یہی ٹھیک بات ہی کہ تمہارا خدا خداے واحد ہی ”اور دوسری جگہ یہہ حکم دیا کہ ”لوگوں سے کہدے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنے لیے نسی نسی یا ضرر کا بھڑا اُس کے کہ جو چاہے اللہ اور اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو میں بھلائیوں کو بکنورت حاصل کر لیتا اور برائی معجھکو چھوٹی بیبی نہیں“ میں نو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں قرآن دالے اور حوش حشری دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں “ *

کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے طلب کیئے اور صاف صاف کہا کہ ہم ہرگز نبی نہیں ہوں نہ میں مالک نہیں ہوں نہ میں غیب کا عالم ہوتا تو میں بھلائیوں کو بکنورت حاصل کر لیتا اور برائی معجھکو چھوٹی بیبی نہیں“ میں نو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں قرآن دالے اور حوش حشری دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں “ *

و قالوا لن نو من لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا او يكون لك جنة من نخيل و عنب فتفجر الانهار خلالها تفتجرا او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او ناتي بالله و ملائكته قبلا او يكون لك بيتا من رخوف او ترقى في السماء و لن نو من لربك حتى تنزل عايانا كتابا

بہرے گولے ہیں اندھروں میں

نقرۃ قل سبحان ربی ہل کنت
الا بشر رسولاً (سورۃ بنی اسرائیل)
آیت (۹۲ - ۹۵) -

اپنے پیغمبر سے بھی فرمایا کہ " تو اُسے کہدے کہ پاک ہی
میرا پروردگار میں تو سمجھ نہیوں ہوں مگر ایک انسان بھیندا ہوا یعنی رسول " *

ایک اور جگہ ہے کہ " کافروں کے کہا کہ " کیوں نہیں ڈناری گڈیں اُسپر یعنی پیغمبر
لولا انزل علیہ آیات من ربہ ہو نشانیاں یعنی معجزے اُسکے جواب میں خدا نے پیغمبر
قل انما الایات عند اللہ و انما سے کہا کہ تو یہ کہہ کہ بات یہہ ہی کہ نشانیاں یعنی
انا نذیر مبین (سورۃ عنکبوت) معجزے تو خدا کے پاس ہیں اور اُسکے سوا کچھ نہیں کہ
آیت (۳۹) - میں تو عافیہ دارنے والا ہوں *

آنحضرت صلعم پاس جو افضل الانبیاء والرسال ہیں معجزہ نہولے کے بیان سے ضمناً یہہ
بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے پاس بھی کوئی معجزہ نہیں تھا
اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے در حقیقت وہ
معجزات نہ تھے بلکہ وہ واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوئے تھے - خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اسباب کو کھول دیا اور چھو لکا نہیں رکھا اسکا اصلی سبب یہہ ہی
کہ بڑا جزو اسلام کا جس کے سبب اُس کو خطاب " الیوم اکملت لکم دینکم " کا ملا اور
جس کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہوئے وہ صرف تکمیل تلقین توحید ذات
باری کی ہے جو توحید ثلاثہ میں منحصر ہے یعنی توحید فی الذات - توحید فی الصفات -
توحید فی العبادت - انبیاء علیہم السلام میں معجزات کا (علی المعنی المتعارفۃ) یا اولیاء اللہ میں
کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت اُن میں
دی ہے) توحید فی الصفات کو نامکمل کر دیتا ہے - کوئی عزت اور کوئی بزرگی اور کوئی
تقدس اور کوئی صداقت اسلام کی اور بالی اسلام کی اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی جو اُس نے
بغیر کسی لڑ و لہیت کے اور بغیر کسی دھوکہ دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و کروت کا دعویٰ
کرنے کے صاف صاف لوگوں کو بتا دیا کہ معجزے و عجیزے تو خدا کے پاس ہیں میں تو
مثل تمہارے ایک انسان ہوں خدا نے میرے دل میں جو وحی دالی ہے اُس کی میں تمکو
تلقین کرنا ہوں - صلی اللہ علی محمد خاتم النبیین و حبیب رب العالمین *

ہم نے سورۃ بقرہ کی تفسیر میں اسباب پر بحث کی ہے کہ معجزہ اگر فی نفسہ کوئی

مَنْ يَشَاءِ اللَّهُ يَضِلْهُ

شی ہو تب بھی وہ مثبت نذوت نہیں ہو سکتا اور اب اس مقام پر نفس معجزہ سے بحث کرنا چاہئے ہیں مگر جب تک لفظ معجزہ کی تعریف اور مراد نہ متعین ہو جاوے اسوقت تک اس پر بحث نہیں ہو سکتی *

علامہ سیّد شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ”ہمارے نزدیک معجزہ وہ چیز ہے جس سے مدعی رسالت کی تصدیق ہو جاوے اور گو وہ المعجزۃ عندنا مایقصد بہ تصدیق مدعی الرسالۃ و ان لم یکن خارقا للعادة (شرح مواقف) امر بطور خرق عادت کے نہ ہو“ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مدعی رسالت سے کہا کہ اسوقت میں برس جاوے تو میں تمکو نبی برحق مانوں گا چنانچہ بادل آیا اور میں برسنے لگا — سیّد شریف کے قول کے مطابق یہ یہ مسئلہ برسنا معجزہ ہوا — مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس طرح پر متصل یا متعاقب واقع ہونا دو قدرتی واقعوں کا سواے سچے نبی کے اور کسی سے یا مدعی کاذب سے ظہور میں نہیں آسکتا *

علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اسکا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے اور خود سیّد شریف بھی جبکہ یہ فرماتے ہیں کہ ”گو وہ خارق عادت نہ ہو“ تو وہ بھی معجزات کا خارق عادت ہونا تسلیم کرتے ہیں صرف خارق عادت ہونا لازمی نہیں قرار دیتے *

عادت سے مراد یہ ہے کہ ایک کام ہمیشہ ایک طرح پر ہوتا رہتا ہو اور اسکے اسباب بھی یکساں طریقہ پر جمع ہوتے رہتے ہوں اور جب وہ اسباب جمع ہو جاویں بے تفاوت اُس امر کا ظہور ہو *

خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں — اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت مألوفہ کے ہو گیا ہے اسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں آوے — مثلاً آسمان پر سے خون کے مشابہ کوئی شی برے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا ہونے کے لہئے کوئی سبب امور طبعی میں سے ہو *

دوسرے یہ کہ سہرہ بصر ہو یعنی خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت اللہ اُسکے مطابق جاری ہے اسکے برخلاف وقوع میں آوے *

اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت اللہ اُسکے مطابق جاری ہے اسکے برخلاف وقوع میں آوے *

جسکو خدا چاہتا ہی اُسکو گمراہ کرتا ہی

پہلے معنوں پر بطور اصطلاح ہا مجاز نے خرق عادت کا اطلاق کیا جانا ممکن ہی مگر حقیقتاً اُسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُسکا وقوع بھی اُسکے اسباب کے اجتماع پر منحصر ہی اور عادت میں داخل ہی نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اُس کے اسباب جمع ہو جاویں گے تو یکساں طریقہ پر اُسکا وقوع ہوگا گو کہ یکساہی نادر الوقوع ہو * مثلاً عادت یہہ ہی کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اُسکو پورا صدمہ پہونچے ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہی تو قوت جانا ہی ایک دفعہ ہمارے ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا اور وہ ٹوٹا تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی مگر حقیقت میں خرق عادت نہیں ہی اُس لئے کہ اُس کے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے جنسے اُسکو ٹوٹنے کے لائق صدمہ پہونچتا یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اُسکو استدر صدمہ پہونچنے سے باز رکھا تھا پس اُس کا نہ ٹوٹنا در حقیقت موافق عادت کے ہی نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اسطرح کے اسباب جمع ہو جاویں گے تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹتا * یا مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا اور وہ بیہوش ہو گیا یا اُس نے بھرے کے کانوں میں انگلیاں ڈالیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ بہرا سنیے اور وہ اندھا دیکھنے لگا — پس اگر اسکا سبب کوئی ایسی قوت ہی جو انسانوں میں موجود ہی اور اُسی قوت کی قوت سے اُس نے یہہ کام کیا ہی تو اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ جو انسان اپنی اُس قوت کو کام میں لانے کے لائق کر لیا وہ بھی ویسا ہی کر دیکھا پس یہہ بات حقیقتاً کچھ خرق عادت نہ ہوئی بلکہ عین عادت ہوئی *

علاوہ اسکے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامات کو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہوگا مگر جب اُن واقعات کا وقوع اجتماع اسباب پر منحصر تھرا تو اُسکی تخصیص شخص دُون شخص باقی نہیں رہتی *

واقعات اور حادثات ارضی و سماوی موافق اُس قانون قدرت کے جو خدا تعالیٰ نے اُن میں رکھا ہی یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہوں — پس کسی امر کے بعد کسی واقعہ یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہی جو خدا تعالیٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہی *

وَمَنْ يَشَأْ يُجْعَلْ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتیں انبیاء اور اولیاء سے ظہور میں آتی ہیں وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالیٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی النور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کر دیتا ہے کہونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہی کما قول ”اذا اراد اللہ شیئاً ہیئاً اسبابہ“ بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے اُسکے اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ”ان اللہ علی کل شیء قدير — اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون“۔۔۔ ہاں یہ سب سچ ہی مگر وہ اُن سب چیزوں کو اُسی طرح پر کرتا ہے جو اُسے قانون قدرت کا قاعدہ بقایا ہے — اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے *

شاہ ولی اللہ صاحب حجة اللہ البالغہ میں یہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اسباب کے قابل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُسکو نہیں بدلنا چاہتے ”و جرت عادة اللہ تعالیٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لها — مگر اسکے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونیکے اُن قوا یعنی خاصیتوں میں قبض و بسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر مقتضایہ رحمت کا قرار دیا ہے — قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال اُڑتا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہے گا اور باوجود الہ قتل کے درست ہونیکے وہ قتل نہوسکیگا !! — بسط کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر ہاوں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کر دیا جس میں نہانے سے اُنکے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی !! — احالہ کی مثال یہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کر دیا !! — اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانے کا فصہ لکھا ہے ! *

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اسکے لئے کہ اسکے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے علاوہ اسکے انہیں سے ایک مثال تو ایہی واقع ہی نہیں ہوئی باقی مثالوں کی نسبت ثبوت دینی ہے کہ وہ اسی طرح واقع ہوئی تھیں جس طرح کہ مثال میں پیش ہوئی ہیں اور اگر بالفرض اسی طرح واقع ہوئی تھیں تو اُن میں یہ تحقیق باقی ہے کہ آیا وہ اس استدلال کی مثالیں ہوسکتی ہیں یا اُنکے وہ بلا کسی بسط کے اور بغیر کسی احالہ کے اور بغیر کسی لہام کے صرف مطابق عام قانون قدرت کے واقع ہوئی تھیں *

اور جسکو چاہتا ہی اُسکو سیدھی راہ پر کر دیتا ہی ﴿۳۹﴾

پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے معنی یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ لیئے جائیں اُسوقت تک کسی واقعہ کا وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہوسکتا۔ مگر ہم اُسکے انکار پر مجبور نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمکو صاف صاف بتلایا ہی کہ جو قانون قدرت اُسنے بنادیا ہی اُس میں کسی طرح تبدیل نہیں ہوسکتی نہ خدا اُس میں کبھی تبدیل کرتا ہی اور نہ تبدیل کریگا۔ خدا کا بنایا ہوا قانون قدرت اُسکا عملی وعدہ ہی کہ اسی طرح ہوا کریگا پھر اگر اُسکے برخلاف ہو تو خلاف وعدہ اور کذب خدا کی ذات پاک پر لازم آتا ہی جس سے اُسکی ذات پاک بڑی ہی *

خدا نے فرمایا ہی، انا کل شی خالفاً بقدر (سورۃ قمر آیت ۴۹) یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہی۔ اور فرمایا ہی، و کل شی تذہ بمقدار (سورۃ رعد آیت ۹) یعنی ہر چیز خدا کے نزدیک ایک ایک اندازہ پر ہی تسبیح کبیر میں املم ففتح الدین رانی نے لکھا ہی کہ، ”فمعداة بقدر وحد لايتجاوز ولا يفتقر من علة“ یعنی اُسکے معنی یہ ہیں کہ ایک اندازہ اور ایک حد پر کہ نہ اُس سے بڑھتی ہی نہ کم ہوتی ہی۔ اور فرمایا ہی، ”وخلق کل شی فقدر مدیرا (سورۃ فرقان آیت ۵)“ یعنی اللہ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر منور کیا اُسکا ایک اندازہ، اور یہی اندازہ قانون قدرت ہی *

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہی، لا تبدیل لخلق اللہ (سورۃ ریم آیت ۲۹) یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے لیئے بدل جانا نہیں ہی۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ، ”لن تبدل لسنۃ اللہ تبدیلاً“ و لن تبدل لسنۃ اللہ تبدیلاً (سورۃ مائیکہ آیت ۴۱ و ۴۲) یعنی تو سرگز نہیں پڑیگا اللہ کی سنت میں بدل ہونا اور نہ پائیگا تو اللہ کی سنت میں اولت جانا۔ اور اسی طرح فرمایا ہی، ”سنت اللہ الہی قد خلت من قبل ولن تبدل لسنۃ اللہ تبدیلاً“ (سورۃ فذح آیت ۱۳) اور ایک جگہ فرمایا، ”قل کل یعمل علی شاکلتہ (سورۃ اسری آیت ۸۶)“ ای علی طریقۃ النہی جہل علیہا یعنی ہر ایک اُسی طریقہ پر عمل کرتا ہی جو اُسکی جبلت میں بنایا گیا ہی۔ پس کسی کا مقدر نہیں ہی کہ جو قانون قدرت خدا نے بنایا ہی اُسکے برخلاف کوئی کرسکے۔ یہہ کہا جاتا ہی کہ خدا جو ہر چیز پر قادر ہی اور جس نے خون قانون قدرت بنایا ہی وہ کیوں نہیں اگر چاہے تو اُسکے برخلاف کرسکتا۔ بلاشبہ خدا قادر مطلق ہی اگر وہ چاہے تو تمام دنیا کو اور تمام قانون قدرت کو معدوم کرکے اور ہی دنیا اور ہی قانون قدرت پیدا کرے مگر جو قانون قدرت کہ وہ بناچکا ہی

قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَتَكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

انکي صداقت کے لئے ضرور ہی کہ اُن میں تبدیلی نہ ہو یا اُن میں تبدیلی نہ کرے — اور اُس سے اُسکی قدرتِ کاملہ میں کچھ نقصان نہیں آتا — جیسی کہ جو رعبہ خدا نے دیا ہے اُسکے برخلاف نہیں کرنا اور اُسکے سبب سے اُسکی قدرتِ کاملہ میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا *

ہاں یہ بات سچ ہی کہ تمام قوانینِ قدرتِ ہموار معلوم نہیں ہیں اور جو معلوم ہیں وہ نہایت ذلیل ہیں اور اُنکا علم بھی پورا نہیں ہے بلکہ ناصح ہی — اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جب کوئی عجیب و غریب واقعہ ہو اور اُسکے وقوع کا کافی ثبوت بھی موجود ہو اور اُسکا وقوع معلوم قانونِ قدرت کے مطابق بھی نہ ہو سکا ہو اور یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ بغیرِ ہودہ و فریب کے فی الواقع واقع ہوا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلاشبہ اُسکے وقوع کے لئے کوئی قانونِ قدرت ہی مگر اُسکا علم ہمکو نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلافِ قانونِ قدرت کوئی امر نہیں ہوتا اور جب وہ کسی قانونِ قدرت کے مطابق واقع ہوا ہے تو وہ معجزہ نہیں کیونکہ ہر شخص جسکو وہ قانونِ معلوم ہو گیا ہوگا اُسکو کرسکیگا *

یہ کہنا کہ پیغمبر یا کسی بزرگ کی دعا یا اُنک ارادہ جنکو ایک خاص راہ خدا کے ساتھ ہی اُسکے وقوع کے لئے قانونِ قدرت ہی تسلیم نہیں ہو سکتی اسلئے کہ اُسکے ثبوت کے لئے یا تو یہ لازم ہوگا کہ جب وہ بزرگ کسی امر کے لئے دعا یا ارادہ کریں تو ہمیشہ واقع ہو جایا کرے اور کم سے کم یہ کہ وہی خاص امر جو واقع ہوا ہے اُسکے وقوع اور انکی دعا میں لزوم ہو اور اگر یہ نہیں ہے (جیسی کہ معقودین معجزہ و کرامات بھی اسکے قایل نہیں ہیں) تو وہ قانونِ قدرت بھی نہیں ہے *

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجة اللہ البالغہ میں تحت باب حقیقۃ النبوة و خواصہا لکھا ہے کہ معجزات اور استجاباتِ دعا اصل نبوت سے خارج ہے مگر اکثر اُسکو لازم ہے (جب اکثر کا لفظ استعمال کیا ہے تو لزوم کے کچھ معنی نہیں رہتے) بعد اُسکے وہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے معجزوں کے ظاہر ہونے کے سبب ہوتے ہیں — اول یہ کہ وہ شخص جس سے معجزہ ہوا مہمیں میں سے ہے کیونکہ اُسکا ایسا ہونا باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابۃ دعا اور ظہورِ برکات کا — دوم یہ کہ سلاہ اعلیٰ اُسکے حکم بجلالہ کو موجود ہو اور اُسکو الہام اور احاطت اور تفریحات ہوتے ہوں جو پہلے نہوتے تھے پس وہ اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور دشمنوں کو مغلول کرے گا اور خدا کا حکم ظاہر

کہہ اے پیغمبر کیا دیکھا ہی تم نے اپنے لئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے

ہوتا ہی اگرچہ کافر اُسکو ناپسند کرتے ہوں — تفسیر یہ کہ دنیا میں جو واقعات بوجہ اپنے خارجی اسباب کے ہوتے ہیں اور آسمان و زمین کے بیچ میں جو حوادث ظہور پاتے ہیں خدا تعالیٰ انہی کو کسی وجہ سے اُسکا معجزہ قرار دیدہ (انہی) *

تعریف معجزہ و کرامات میں جب لفظ ”خبر عادت“ کو جسکے معنی بجز خلاف قانون قدرت کے اور نہیں ہر سکے جیسے کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہی محفوظ رکھا جاوے تو یہ تینوں صورتیں جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں داخل معجزہ و کرامات نہیں ہو سکتیں *

پہلی صورت میں شاہ صاحب نے ”مفہمیں سے کسی امر کا ظاہر ہونا معجزہ یا کرامت قرار دیا ہے — مفہمیں کے معنی انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ ”اُنکا مالکہ نہایت اعلیٰ ہو ممکن ہو کہ وہ ایک بہت بڑے نظام مطلوبہ کے قائم کر دیکو سچے دعویٰ سے برانگیختہ ہوں اور اُنپر ملا اعلیٰ سے علوم اور احوال الہیہ کی پہوار پڑتی ہو — معتدل المزاج ہوں اُنکی شکل صورت درست اور خالق اچھا ہو اُنکی رائے میں اضطراب و عدم استقلال نہ ہو نہ اُنہیں بے انتہا کی ذکاوت ہو جس سے بے سے جزئی تک اور معز سے پوست تک رسنہ نہ ہو اور نہ ایسے سخت غبی ہوں کہ جزئی کے تک اور پوست سے مغز تک نہ پہنچ سکیں سب سے زیادہ سنت کے پابند ہوں نہایت عادت ہوں معاملات میں لوگوں کے ساتھ ٹھیک حق عام بھلائی کی تدبیروں کو درست رکھتے ہوں نفع عام میں شوق رکھنے ہوں بلا سبب کسیکو نہ سناویں ہمیشہ عالم غیب کی جانب متوجہ رہیں اُسکا اثر اُنکے کلم سے اُنکے منہ سے ظاہر ہوتا ہو اور اُنکی تمام شان سے معام ہوتا ہو کہ مؤید من الغیب ہیں اُنکو ادنیٰ ریاضت سے قرب و سکونہ نہی وہ باتیں کھل جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں کھلیں پس ایسا شخص باعث ہونا ہی بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہونا ہی استجاب دعا اور ظہور برکات کا“ *

برکت کے معنی شاہ صاحب نے یہ بلائے ہیں کہ جس شی پر برکت دی جاوے یا تو اُسکا نفع زیادہ ہو جاوے مثلاً تھوڑی سی فوج دشمن کے خیال میں بہت سی معلوم ہونے لگے اور وہ بھاگ جاوے یا تھوڑی سی غذا میں ضیعت تصرف کر کے ایسا خلط صالح پیدا کرے کہ اُس سے دو چند غذا کھانے کی برابر ہو یا خود وہ شی ہی بسبب منقلب ہو جائے ملکہ ہوائی کے بشکل اُس شی کے زیادہ ہو جاوے *

أَوْ اتَّقَمَّ السَّاعَةَ

اس تمام بیان میں شاہ صاحب مفہمیں سے اُس امر کے ظہور کو قانون قدرت کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں پس جبکہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہی اور متخیلہ تہرزی فوج کو بہت تصور کر سکتا ہی اور طبیعت قلیل غذا سے کثیر غذا کا فائدہ دے سکتی ہی اور مادہ ہوائی بالفرض کوئی شے بن جاسکتا ہی تو وہ نفس انسانی کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہی شخص دون شخص پر موقوف نہیں ہی اور اس لئے کسی کا معجزہ نہیں ہو سکتا *

دوسری صورت جو شاہ صاحب نے لکھی وہ الہامات اور احالات اور تفریبات کی قسم سے ہی اور جبکہ یہ نہیں بیان کیا کہ وہ الہامات و احالات و تفریبات بمقتضای فطرت انسانی نہیں ہیں تو انہوں نے اُن سب کو داخل فطرت انسانی سمجھا ہی اور جب وہ فطرت انسانی میں داخل ہیں تو قانون قدرت کے ماتحت ہیں اور اسلئے معجزہ قرار نہیں پاسکتے *

تیسری صورت تو نہایت ضعیف ہی اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ در امور کا جن کا وقوع موافق قانون قدرت کے ہوتا ہی ایک دوسرے کے منصل واقع ہونا معجزہ ہی — مثلاً ایک شخص مرگے اور اُس کے قریب سورج نہیں لگایا ایک پینچر کو لوگوں نے سقایا اور اُس کے بعد کوئی واقعہ مثل طوفان یا وبا کے واقع ہوا پس پینچر کے واقعہ کا افزائش پہلے واقعہ کے ساتھ معجزہ ہی حالانکہ یہ تمام امور وہ ہیں جو قانون قدرت کے موافق واقع ہوتے رہتے ہیں اور اُن کا افزائش کسی واقعہ کے ساتھ صرف اتفاقی ہی اور وہ بھی مطابق قانون قدرت کے پس بموجب اُس اصول کے جس کی بنیاد ہم نے معجزہ و کرامت سے انکار کیا ہی اُس اصول کے مطابق شاہ ولی اللہ صاحب بھی معجزہ و کرامت کے منکر ہیں شاہ صاحب نے اس سے بھی زیادہ وضاحت سے ایک جگہ تفہیمات میں تمام معجزات کو اسباب پر مبنی کیا ہی اور جب وہ اسباب مبنی ہیں تو تبع قانون قدرت ہیں اور جب تابع قانون قدرت ہیں تو معجزہ نہیں اسلئے کہا جاسکتا ہی کہ در اصل شاہ صاحب بھی ہمارے اصول کے موافق منکرین معجزات سے ہیں انہوں نے تفہیمات میں ”ہا ہی کہ“ بے شک مقامات نفس الامر کے متفاوت ہیں انہیں سے مقام اسباب ہی اور اُس مقام میں فقط علت و معلول کا سلسلہ ہی اور صرف سبب اور مسبب کا اور ہمارے نزدیک یہ بات متحقق ہی کہ اسباب کبھی نہیں چڑھتے اور نہ چڑھنے اور نہ کبھی تو پاویگا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا — اس کے

ان مواطن نفس الامر متفاوتة
منہما موطن الاسباب وفيہ العلة
والمعلول فتطو السبب والمسبب
فتعصب ومن المتحقق عندنا انه
لم يترك الاسباب فطو ولن يترك

یہاں ہم پر بڑی گھڑی آئے

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا انما
المعجزات والکرامات امور اسبابیہ
غلب علیہ السیوف ویدائنات سامو
الاسبابیات (تقدیمات)
سوا اور کوئی بات نہیں تھی کہ معجزے اور کرامتیں امور
اسبابیہ ہیں (یعنی اسباب پر مبنی ہیں) مکمل ہونا
اُن پر غائب ہو گیا تھی اس لیے تمام اور اسبابیات سے جدا
ہو گئے ہیں *

غرض کہ ہم نے معجزہ و کرامت کے مفہوم میں اس امر کو داخل کیا تھی کہ اُسکا وقوع
خلاف قانون قدرت ہو اور اسی اصول پر معجزہ و کرامت سے انکار کیا ہی - مشرکین عرب
بھی اسی قسم کے معجزے آنحضرت صلعم سے طلب کرتے تھے جیسے جانچا قرآن مجید
میں انکار ہوا ہی - لیکن اگر ذریعہ خلاف قانون قدرت کو مفہوم معجزہ سے خارج کر دیا
جاوے اور امرات اسلامیہ یا قدرالہ وقوع پر جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے تھے
معجزہ نا اطلاق کیا جاوے تو ایسی حالت میں صرف اصطلاح قرار دینے کا اختلاف ہوگا اور
جو اصطلاح ہمارے قرار دی تھی اُس کے مطابق اُس پر معجزہ و کرامت کا اطلاق نہوگا *
تمام فرق اسلامیہ معجزات کو حق بیان کرتے ہیں اور سوائے معجزاتیوں اور اُستاد
ابو اسحاق اسفرائینی کے جو اہل سنت و جماعت میں سے ہیں تمام فاضل کرامات اولیاء کے بھی
قائل ہیں اور شیعہ صرف دواۓ امام علیہم السلام میں حصر کراہت کرتے ہیں معتزلی
اس وجہ سے کرامات کے منکر ہیں کہ اگر اولیاء سے بھی کراماتیں ہوں تو اُس میں اور
معجزہ میں کچھ امتیاز باقی نہیں رہی اور پھر معجزہ ثبوت نبوت کی دلیلیں نہیں
ہوسکتا - لیکن محققین تمام معجزوں کا بیان اس طرح پر کرتے ہیں کہ گویا اُسکا وقوع قانون
قدرت کے مطابق ہوا ہی پس اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ
تمام علماء فرق اسلامیہ اس مسئلہ میں میوے سانہ متفق ہیں اور صرف اصطلاح کا فرق
ہی اور جس اصطلاح مقررہ کے مطابق ہم نے معجزات و کرامات کا انکار کیا ہی وہ سب
بھی اُس کے منکر ہیں اور اگر علماء متقدمین اس بات کے مقرر ہوں کہ معجزہ و کرامت
کا وقوع خلاف قانون قدرت ہوتا ہی یا خلاف قانون قدرت بھی ہوسکتا ہی تو بلاشبہ وہ ہم
سے اور ہم اُن سے بالکل مختلف ہیں *

حکماء و فلاسفہ نے معجزات یا کرامات کا انکار کسی وجہ سے کیا ہو مگر ہمارا انکار صرف
اس بنا پر نہیں ہی کہ وہ مخالف عقل کے ہیں اور اس لیے اُن سے انکار کرنا ضرور ہی
بلکہ ہمارا انکار اس بنا پر ہی کہ قرآن مجید سے معجزات و کرامات یعنی ظہور امور کا

اَعْمِرِ اللّٰهَ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶﴾

بطور خنوق عادت یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلت یا خلاف خلقت یا خلاف قدرالہی قدرہا اللہ کے استغاثہ پایا جاتا ہی جسکو ہم مختصر لفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت واقع نہیں ہوتا اور اسلئے معجزات و کرامات سے جبکہ اُن کے معنوں میں غیر متقید ہونا قانون قدرت کا مراد لیا جاوے تو انکار کرتے ہیں اور اگر اُن کے مفہوم میں یہہ بھی داخل کیا جاوے کہ وہ مطابق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں تو صرف نزاع لغتہی باقی رہ جاتی ہی کیونکہ جو امر کہ واقع ہوا اور جس شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا اُسکو ہم دونوں تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اُسکا معجزہ یا کرامت نام رکھتے ہیں ہم اُسکا یہہ نام نہیں رکھتے *

اس اختلاف کا نتیجہ تشبیہ مندرجہ ذیل سے بتدریج واضح ہوگا۔ ایک عجبیب امر جو عام طور پر نہیں ہوا کرتا کسی پیغمبر یا ولی سے منسوب ہوا یا کسی پیغمبر نے زمانہ میں ہونا بیان ہوا۔ تو اول ہم اُسکے فی الحقیقت واقع ہونے کا ثبوت تلاش کریں گے اور غالباً معتقدین معجزہ و کرامت بھی اس میں مختلف نہ ہونگے ہاں شاید انجام کو اسباب میں اختلاف ہو کہ اُن کے نزدیک اُسکے وقوع کا کافی ثبوت ہو اور ہمارے نزدیک نہیں لیکن بقرائن تسلیم اُس کے ثبوت کے ہم دونوں اُس کے وقوع میں متفق ہونگے *

اُس کے بعد ہم غور کریں گے کہ اُس کا وقوع آیا کسی قانون قدرت کے مطابق ہوا ہی جو ہمکو اب تک معلوم ہیں اگر اُسکا وقوع کسی معلوم قانون قدرت کے مطابق ہمکو معلوم ہوا تو ہم اُسکو اُس کی طرف منسوب کریں گے معتقدین معجزہ و کرامت امر مذکورہ پر غور و فکر کیئے بغیر اُسکو معجزہ یا کرامت قرار دیں گے *

اور اگر کوئی قانون قدرت اُس کے وقوع یا ظہور کا ہمکو معلوم نہ ہو تو چونکہ ہم کو قرآن مجید نے یقین دلایا ہی کہ تمام امور موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں ہم یہہ کہیں گے کہ ضرور اس کے لیئے بھی کوئی قانون قدرت ہی جو ہم کو معلوم نہیں ہی — اور معتقدین معجزہ و کرامات بغیر مذکورہ بالا خیال کے اُس کو معجزہ یا کرامت قرار دیں گے اور اس

صورت میں صرف نزاع لفظی یا اصطلاحی یا عقل و بے عقلی باقی رہ جاتی ہی *

ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزہ یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور نا کامل کر دینا ہی اور اُس کا ثبوت پھر درست و گور درست لوگوں کے حالات سے جو اسوقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ

کیا خدا کے سوا اور کس کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ﴿۶۷﴾

و کرامت کے خیال نے انکو پھر پھر سنبھل دیا۔ درستگی کی رغبت دلاتی ہی اور خدا کے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف اُس کو رجوع کیا ہی اور مذہبوں مابین اور نذر و نیاز چڑھانا اور اُنکے نام کے نشانات بگنانا اور جانوروں کی بھینٹ دینا سکھایا ہی بخیریت حاصل ہی - اسوجہ سے ہمارے سچے ہادی محمد رسول اللہ ﷺ اور ہمارے سچے خدا وحدہ لا شریک نے صاف صاف معجزات کی نشانی کر دی تھیں تاکہ توحید کامل بندوں کو حاصل ہو اور بندے خدا پر اس طرح یقین لائیں کہ لا الہ الا اللہ ہو واحد فی ذاتہ لا شریک لہ - لا الہ الا اللہ ہو واحد فی صفاتہ لا مثل و لا شریک لہ لا الہ الا اللہ ہو المستحق للعبادت لا شریک لہ و ہذا اکمل الایمان باللہ و لہذا قال اللہ تعالیٰ لخصیہ محمد رسول اللہ الیوم اکملت لکم دینکم و انعمت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا - و الحمد للہ الذی و ہب لی ہذا الایمان ایمانا کامل و اطمئن قلبی بما الہمنی ربی و الصلوٰۃ علی محمد و آلہ *

اکثر لوگوں کا خیال ہی کہ انبیاء پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہر کے ہوتا ہی مگر یہ خیال محض غلط ہی ایسا علیہم السلام پر یا کسی ہادی باطل پر ایمان لانا یہی انسانی فطرت میں داخل اور قانون قدرت کے تابع ہی - یعنی انسان از روئے فطرت کے ایسے سنیوم الطبع پیدا ہوتے ہیں کہ سیدھی اور سچی بات انکے دل میں بٹھہ جاتی ہی وہ اس پر یقین کرنے کے لیئے دلائل کے محتاج نہیں ہوتے باوجود دیکھ وہ اُس سے مانوس نہیں ہوتے مگر اُنکا وجدان صحیح اُسے سچ ہونے پر گواہی دیتا ہی اُنکے دل میں ابک کیفیت پیدا ہونی ہی جو اُسی بات کے سچ ہونے پر اُنکو یقین دلاتی ہی - یہی لوگ ہیں جو انبیاء صادقین پر صرف اُنکا وعظ و نصیحت سن کر ایمان لاتے ہیں نہ معجزوں اور کرامتوں پر - اسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکھا ہی مگر جو لوگ معجزوں کے طلب کار ہوتے ہیں وہ کبھی ایمان نہیں لاتے اور نہ معجزوں کے دکھانے سے کوئی ایمان لاسکتا ہی خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ "اگر تو زمین میں ایک سرنگ نہودہ نکالے یا آسمان میں ایک سیرہ لگالے تب بھی وہ ایمان نہیں لائیکے" اور ایک جگہ فرمایا کہ "اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی بھینچ دیں اور اُسکو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو لیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیکے اور کہیں گے کہ یہ تو تلافیہ جادو ہی" پس ایمان لانا صرف ہدایت (فطرت) پر منحصر ہی جیسے کہ خدا نے فرمایا "اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم" *

ہادی باطل پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُنکے دل میں بھی غالباً اسی قسم کی کیفیت

بَلْ آيَآءُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنشَاءً وَتَنْسَوْنَ
 مَا تُشْرِكُونَ ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَآخَذْنَاهُمْ
 بِالْأَسَاوِرِ وَنُجَرَّاءٍ لَّهُمْ لَعَالَهُمْ يُتَضَرَّعُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا إِن جَاءَهُمْ بِآسَاءَ
 تُضَرُّوهُ وَلَٰكِنَّ قِصَّتِ قُلُوبِهِمْ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا
 يَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِم أَبْوَابَ
 كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ
 مُبْتَلِسُونَ ﴿٧٢﴾ فَتَقَطَّاعُوا بِرِزْقِهِمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالتَّحْمِلُ
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٣﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن آخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَ
 أَبْصَارَكُمْ وَخَدَّمَ عَنِ قُلُوبِكُمْ مِّنَ اللَّهِ غَيْرَ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ
 أَنْظَرُ كَيْفَ نَصَرَفَ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذَقُونَ ﴿٧٤﴾

یہاں فرمایا ہے اور آسنا سب آدمی اُنکی قطارِ صوتی ہی جو تعبیٰ ہی طرف منہ ہی
 سیدھی طرف مائل ہی نہیں تھی اور اسی طرف خدا نے اسارہ کیا ہی جہاں فرمایا
 ہی، ”من مشاؤ اللہ نصللہ و من مشاؤ نصللہ علی صراط مستقیم (الانعام) اور اکثر یہہ ہوتا ہی
 کہ دین آبانے کا اور سوسیتی کا اسسا بوجہ اُنکی طبیعتوں پر ہونا ہی کہ سیدھی بات کے
 دال میں اُنکی جگہ ہی نہیں رہتی اور کہی بہہ ہونا ہی کہ منطقی ناطع ہو کر اُس
 بات پر غور نہیں کرتے اور اسی کی طرف خدا نے اسارہ کیا ہی جہاں فرمایا ہی کہ ”جسکو
 خدا چاہتا ہی کہ ہدایت کرے اُسکا دالِ اسلام کے لئے
 فمن یرد اللہ ان یردہ یشرح
 مدرۃ للاسلام و من یردان یصلہ (یعنی سیدھی راہ پر چلنے کے لئے) کہول دیتا ہی اور

بلکہ اُسکو ہمارو گئے پھر جس مصیبت کے لئے اُسکو پکارتے ہو اگر چاہے تو دور کر دیتا ہی اور

نہ تنہو اُسکا شریک بگائے ہو بھول جاتے ہو ﴿۴۱﴾ اور یہندک ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے لوگوں

کے پاس پھر ہم نے اُنکو پکڑا عذاب اور مصیبت سے شاید نہ وہ عاجزی کریں ﴿۴۲﴾ پھر کیوں

نہ اُنہوں نے عاجزی کی جبکہ اُنکے پاس ہمارا عذاب آیا ولید کی سخت ہو گئے اُنکے دل اور

اچھا دکھایا اُنکو تعظاں نے جو سمجھتے نہ وہ کرتے تھے ﴿۴۳﴾ پھر جب وہ بھول گئے جو سمجھتے اُنکو

نصیحت کی تھی بھول دئے ہم نے اُنسے دروازے ہو چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش

ہو گئے اُس چیز سے جو اُنکو دی گئی پکڑ لیا ہم نے اُنکو دفعاً پھر اب وہ نا امید تھے ﴿۴۴﴾ پھر کتنی

کئی جز اُس قوم کی جس نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہی پروردگار عالمس کا ﴿۴۵﴾

کہتے (اے پیغمبر) کیا تعجب دیکھا ہی اگر اللہ تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے

داو پر مہر کر دے تو کونسا خدا ہی سوائے اللہ کے کہ تم کو وہ پھر لوے دیکھتے کس طرح ہم

بیان کرتے ہیں نشانوں کو پھر وہ پھرے دھتے ہیں ﴿۴۶﴾

یجعل مدرۃ ضیقاً حرجاً کانما یجعل فی السماء کذلک یجعل ایسا دن کر دیتا ہی کہ سیدھی بات کے اختیار کرنے کو آسمان اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون پر چڑھنے سے بھی زیادہ مشکل سمجھتا ہی اسی طرح (الانعام آیت ۱۲۵) - خدا اُن پر برائی ڈالتا ہی جو ایمان نہیں لاتے " اُن

ایتوں میں خدا تعالیٰ نے ہدایت پائے یا گمراہ ہونے کو اپنا فعل قرار دیا ہی اسکا سبب یہہ ہی کہ خدا جو فاعل حقیقی ہی ہمیشہ تمام چیزوں کو جو ظہور میں آتی ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہی اسی طرح ان آیتوں میں بھی انسان کے فطرتی افعال کو اپنی طرف نسبت کیا ہی مگر درحقیقت یہہ بیان انسان کی فطرت کا ہی اور بس *

قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَتَكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يَهْلِكُ
 اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿١٢﴾ وَ مَا قُوسِلَ الْمُرْسَلِينَ اِلَّا مَبَشِّرِينَ
 وَ مُنْذِرِينَ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
 يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بَايَاتِنَا يُمْسِكُهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا
 يَفْسُقُونَ ﴿١٤﴾ قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِزِّي خِزَانٌ اِلَّا مَا اَعْلَمُ
 الْغَيْبِ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَالِكٌ اِنْ اَتَّبَعَ اِلَّا مَا يُوْحٰى
 اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿١٥﴾
 وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ اَنْ يُكْشَرُوا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ
 لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦﴾ وَلَا تَطْرُدِ
 الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ
 مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ
 مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ وَ كَذَلِكَ
 فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا اَهْؤُلَاءِ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ
 بَيْنُنَا اَلَيْسَ اللَّهُ بِاعْلَمَ بِالشَّكِرِّ ﴿١٨﴾ وَ اِذَا جَاكَ الَّذِينَ

کہدے (اے پیغمبر) کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تم پر خدا کا عذاب دفتاً یا جلتاً کر آوے تو کیا ظالموں کی قوم کے سوا اور کوئی ماریے جتاوینگے؟ اور ہم نہیں بھجکتے پیغمبروں کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے، ہر جہ کوئی ایمان لایا اور اچھے کام کئے پھر اُنکو کچھہ دے نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے؟ اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانہوں کو چھوٹے گا اُنکو عذاب بسبب اسکے کہ وہ غافل تھے؟ کہدے (اے پیغمبر) کہ نہ میں تمکو یہہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہہ کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں اور نہ میں تمکو یہہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں نہیں پیمبری کرتا مگر اُسکی جو وحی دی گئی ہی منجھکو — کہدے کہ کیا اندھے اور آنکھوں سے دیکھنے والے برابر ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور ترا اُس (وحی) سے اُن لوگوں کو جو دتے ہیں کہ اِنہہ کئے جتاوینگے اپنے پروردگار نے پاس کہ نہیں ہی اُنکے لیئے سبب اُسکے یعنی (پروردگار کے) کوئی دوست اور نہ کوئی سفارش کرے والا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں؟ اور نہ نکال دے (اپنے پاس سے) اُن لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام طلب گاری کرنے میں اپنے پروردگار کے منہہ (یعنی اُسکی ذات پاک) کی نہ تجھہ پ، اُنکے حساب میں سے کچھہ ہی اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر کچھہ ہی کہ تو اُنکو نکال دے پھر ہووے تو ظالموں میں سے؟ اور اسی طرح ہمنے فتنہ میں ڈالا ہی بعض کو بسبب بعض کے کہ کہتے ہیں کیا ہم میں سے یہی لوگ ہیں جنہر خدا نے انعام کیا ہی — کیا خدا نہیں ہی جاننے والا شکر کرنے والوںکو؟

اور جسوقت تیرے پاس وہ لوگ آویں جو

يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ أَنْتُمْ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءَ بَجَاهَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا
وَاصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥٢﴾ وَكَذَلِكَ نَفُصِّلُ الْآيَاتِ
وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمَجْرُمِينَ ﴿٥٣﴾ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ
أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَ كَوْمٍ قَدْ
ضَلَّتْ إِذَا وَمَا آفَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٤﴾ قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ
مِنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ
إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴿٥٥﴾
قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥٦﴾ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُحْرِ وَالْبَرِّ وَمَا تَسْقُطُ
مِنْ وَرْدَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَةٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ
وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم
بِالْيَلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلُ

ہماری نشانہوں پر ایمان لائیے ہیں تو نہ کہتے سلامتی نہ تمہارے پروردگار نے لکھ لی ہے اپنے آپ پر رحمت کہ جو کوئی تم میں سے ندانستہ برا کام کرے پھر اُسکے بعد توبہ کرے اور اچھے کام کرے تو بے شک وہ بخشنے والا ہی رحم والا ہے ﴿۵۱﴾ اے اسی طرح ہم نشانہوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ ظاہر ہو جاوے راہ گاہگاران کی ﴿۵۲﴾ کہ بے شک منجھکو منع کیا گیا ہے کہ میں اُنکی عبادت کروں جنکو خدا نے سوا نہ دیکھتے ہو — کہہ دے کہ میں تابع داری نہیں کرنا تماری خواندشوں کی، بے شک میں کمراد ہو جاؤنگا اُسوقت اور نہ ہونگا میں ہدایت پائے شوؤں میں سے ﴿۵۳﴾ کہہ دے کہ بے شک میں اپنے پروردگار کے پاس سے صریح دلیل رکھتا ہوں اور تم نے اُسکو چھٹلایا — میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسکی تم جلدی کرتے ہو، نہیں ہے حکم مگر اللہ نہ بیان کرتا ہی سمجھ کو اور وہ بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾ کہہ دے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جسکے لئے تم جلدی کرتے ہو تو البتہ اس امر کا منجھہ میں اور تم میں فیصلہ ہو جاتا اور اللہ جاننے والا ہی ظالموں کو ﴿۵۵﴾ اور اُسکے پاس غیب کی کتبچیاں ہیں اُنکو کوئی نہیں جانتا بجز اُسکے اور وہ جانتا ہے جو کچھ جہنم میں ہے اور دریا میں اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر کہ وہ اُسکو جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی رطب، اور نہ کوئی یابس مگر وہ ہی بیان کرنے والی کتاب میں (یعنی علم ﷻ الہی) میں ﴿۵۶﴾ وہ وہ ہے جو ماردالتا ہی تمکو (یعنی سولا دینا ہے) رات میں اور جانتا ہے جو کمایا ہی تمنے دن میں پھر تمکو اوتھاتا ہے اُس میں (یعنی دن میں) تاکہ پورا کیا جاوے وقت

مَسْنًى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾
وَهُوَ أَتَقَاهُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا
جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوا
إِلَى اللَّهِ مُوَاهِمًا لِّحَقِّ آلِهِ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٢﴾

۶۱ (ویرسل علیکم حفظہ) اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علماء نے عجیب
بامیں لکھی تھیں — اول تو انہوں نے اس آیت کے ان لغتوں سے “ویرسل علیکم حفظہ”
اور قرآن مجید کے اور آیتوں کے ان الفاظ سے “معتقدات ہیں یدہ و من خلفہ بحفظہ و
من امراللہ” اور “ان الفاظ سے” ما نعط من قول الالہیہ رفیع عید “اور ان الفاظ سے
“و ان علیکم لحافظین کراماً کادبین” بہہ قرار دیا ہی کہ ہر انسان کے ساتھ انسان سے
خارج اس کے نگہبان فرشتے متعلق ہیں جو ملائکہ حفظہ کے نام سے موسوم ہیں *
مگر اسی آیت میں بہہ الفاظ بھی ہیں کہ “حتیٰ اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا”
تو اس پر یہ بحث پیش آئی کہ یہہ فرشتے مارڈالنے والے وہی حفظہ ہیں جو اخیر کو
ملاہ ہوئے یا اُسے علاحدہ ہیں — بعضوں کا بہہ قول ہی کہ یہہ قتلہ وہی حفظہ ہیں اور
اکثر کا قول ہی کہ نہیں قتلہ حفظہ سے علاحدہ ہیں اور اسی قول کو راجع قرار دیا ہی *
اسکے بعد جو اس آیت میں بہہ الفاظ ہیں کہ “ثم رددوا الى الله موارهم الحق” یہہ
قرار دیا ہی کہ جب انسان مرجانا ہی تو یہہ قتلہ فرشتے بھی مرجاتے ہیں اور خدا کے
پاس لیجائے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فرشتے نہیں لیجائے جاتے بلکہ آدمی جو مرنے
ہوئے وہ لیجائے جاتے ہیں — مگر کسی مفسر نے یہہ نہیں لکھا کہ اگر یہہ حفظہ و قتلہ
فرشتے جو ہر ایک انسان پر متعین ہیں اگر وہ بھی انسان کے ساتھ نہیں مرتے تو پھر کوا
دہا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُنکو کسی اور خدمت پر متعین کرتا ہی یا وہ یوں ہی خالی
بہتے رہتے ہیں *

مفسرین کو اس آیت میں ایک اور بڑی مشکل پیش آئی ہی — قرآن مجید میں
آیا ہی “الله يتوفى الانفس حدين موتها” اور ایک جہہ فرمایا ہی “هو الذي خلق الموت
والحیات” پس ان آیتوں سے اس بات پر نص صریح ہی کہ انسان کو مارڈالنے والا خود خدا

معین پھر اُسکے پاس تمکو پھر جانا ہی پھر تمکو بتلاوگا جو کچھ تم کرنے تھے ﴿۱۱﴾ وہی

زندگیت ہی اوپر اپنے بندوں کے اور بوجھندہ ہی تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آتی ہی

تم میں سے ایک کو موت تو اُسکو مٹا دیے ہوں ہماری پہنچی ہوئی اور وہ قہر و نہیں

کرتے ﴿۱۲﴾ پھر وہ لیٹ جائے دیں اللہ کے پاس بنو انکا مالک ہی برحق ہاں اُسکے لئے

حکم ہی اور وہ بہت حد حساب اپنے والوں میں ہی ﴿۱۳﴾

ہی پھر ایک جگہ فرمایا ہی کہ ”تِلْ یَوْمَکُمْ مَلِکُ الْمَوْتِ“ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ملک الموت انسان کی روح قبول کرتا ہی — اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ جو فرشتے انسان پر متعین ہوں وہ انسان کو مار ڈالے ہوں — ان سب باتوں پر نہایت لفظی لفظی بحثوں ہمارے علماء نے اکیں ہوں جا کر اعادہ کی گنجائش ہماری اس تفسیر میں نہیں تھی مگر یہ سب خیالات ہیں جو مفسرین نے حسب عادت پیدا کئے ہیں قرآن مستند ایسے دور از رخ خیالات سے پاک ہی — اگرچہ قرآن مجید میں حفظہ کا موصوفہ متعریف ہی اور منسوخین نے ملائکہ کو اُسکا موصوفہ متعریف قرار دیا ہی مگر ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہی کیونکہ ملائکہ کی وجود سے ہم کو انکار نہیں ہی جسقدر اختلاف ہی وہ صرف اُنکی حیثیات و صافیت کی نسبت ہی اور علی الخصوص قرآن مجید میں جو لفظ ملائکہ و ملائکہ آیا ہی اُسکی مراد کی نسبت سے جسکو ہم متعدد جگہ بیان کر چکے ہیں پس ہم بھی ملائکہ ہی کو اُسکا موصوفہ متعریف تسلیم کرتے ہیں مگر ملائکہ حفظہ کوئی جداگانہ مخلوق انسان سے نہیں ہیں اور نہ ملائکہ قتلہ جداگانہ مخلوق ہیں بلکہ جو قوا کہ انسان میں خدا نے پیدا کئے ہیں اور جو باعث حیات انسان ہیں وہی ملائکہ حفظہ ہیں اور جب موت آتی ہی تو وہی قوا ایسے منتقل ہو جاتے ہیں کہ اسان مرجانا ہی اور اسی فطرت انسانی کا اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ذکر کیا ہی *

چار طبع مخالف و سرکش * چند روزے بوند باہم خوش

چوں یک زین چہار شد غالب * جان شیریں برآید از قالب

ملائکہ کی بحث میں ہم نے لکھا ہی کہ قرآن مجید میں ملائکہ کا اطلاق انہی قوا پر ہوا ہی جو خدا نے انسان میں اور اپنی دیگر مخلوقات میں پیدا کئے ہیں نہ کسی ایسے جسم پر جو خارج از انسان پیدا ہوا ہو پس حفظہ کا موصوفہ متعریف خواہ ملائکہ کو قرار ہو خواہ قوا کو دونوں صورتوں میں مطلب واحد ہی *

قُلْ مَنْ يُنْجِيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا
 وَخُفْيَةً لَأَنْتُمْ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ لَنُكَوِّنَ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٣﴾
 قُلِ اللَّهُ يُنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُشْرِكُونَ ﴿٢٤﴾
 قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ
 أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجَالِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيعًا وَيُزَيِّقَ بَعْضَكُمْ
 بِأَسْ بَعْضٍ أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفَ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٢٥﴾
 وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ
 لِكُلِّ نَبَأٍ مُسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ
 يَخُوضُونَ فِي آيَتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي
 حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ
 الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٧﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ
 حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ وَذَرِ الَّذِينَ
 اتَّخَذُوا دِينَهُمْ أَعْبَادًا وَهَوَاؤَ غُرْتِهِمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَذَكَرَ
 بِهِ أَنْ تَبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

کون تمکو نجات دینا ہی جہنمیں اور دنیاؤں کے اندھوروں سے بھرتے ہو اُسکو گزرا کر اور
 چمکے سے کہ اگر ہسکو ان سے نجات دینا تو شکیا تم کو کہنے والوں میں سے ہے ۴۳

کہہ کہ اللہ تمکو اُن سے نجات دینا ہی اور تم پر عذاب ہے پھر یہ کہ اس نے کہا ۴۴

وہ قادر ہی اسماء پر کہ تم پر عذاب بھیجتا ایک عذاب نہایت اویس میں نا ہمارے پائوں
 نے پہنچے سے (یعنی آت سہاری با اری) ہا تمکو غمسر گروہور میں کرنے اور سزا چکھانے
 ہمارے ایک گروہ کو دوسرے کی لڑائی نا، دیکھ کہ کس طرح ہم ایمان کرنے والوں انسانوں کہ
 ناکہ وہ سمجھیں ۴۵ اور جہتلیا اُسکو نیرب قوم پر حالانکہ وہ سچ ہی کہنے والے ہیں نہیں
 ہوں تم پر وکیل ہو چیر ، تو ہا کے لئے دت ہی اور مرست ہی کہ تم چاہو گے ۴۶

اور جب تو اُن لوگوں کو بھی دے دے وہ طرح سے جھگڑے میں ہماری نشانیں میں تو اُسے
 اعراض کر یہاں تک کہ جھگڑنے لگیں اُسکی سزا اور کسی بات میں اور اگر جھگڑا شیطان
 بھلا دیوے کہ مت بھیج ہا اے کے بعد طالب لوگوں کے سانہا ۴۷ اور جو لوگ پڑھیں گار ہیں
 کسی چیز کا اور اُنکا (یعنی کامروں کے کاموں کا) ذمہ نہیں ہے ولکن نصیحت کردینا ہی
 ناکہ وہ پڑھیں گاری کریں ۴۸ اور جھوڑے اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل و نمائنا
 کر رکھا ہی اور دنیا کی زندگی بے اُنکو دھوکا دیا ہی اور نصیحت کر سانہا اسکی کہ ہلاکت
 میں پڑی ہر ایک جان بہ سبب اُسکی جو کمایا ہی، نہیں ہی اُسکی لئے سوائے خدا کے

وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ وَإِنْ تَعَدَّلَ كُلٌّ عَدَلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا
 أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ
 وَعَذَابُ أَلِيمٍ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٦١﴾ قُلْ ائْتِدُوا مِنْ دُونِ
 اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُؤْنِ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا
 اللَّهَ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا لَهُ
 أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهَدْيِ نُنَبِّئُكَ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ
 هُوَ الْهَدَىٰ وَآمَرْنَا لَنَسَامَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٢﴾ وَ أَنْ
 أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تَكْشُرُونَ ﴿٦٣﴾
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَ يَوْمَ يَقُولُ
 كُنْ فَيَكُونُ ﴿٦٤﴾

41 (وہوالذی) اس آیت میں جس بات پر غور کرنی ہے وہ یہ ہے کہ "کن فیکون" سے کیا مراد ہوتی ہے۔ امام فقیر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدا کا جو یہ قول ہے کہ کن فیکون نہ تو اس سے مراد کسی کی طرف خطاب کرنا ہے اور نہ حکم دینا ہے اس لیے کہ اگر یہ امر معدوم چیزوں کے لئے ہو تو وہ تو محال ہے اور اگر موجود چیزوں کے لئے ہو تو موجودہ

ایس المراد بقولہ کن فیکون خطاب و امر لان ذلک الامر ان کان بلعموم فهو محال و ان کان الموجود فهو امر بان یصہر

کوئی دوست اور نہ کوئی بخشنائے والا اور اگر بدلا دیوے کتنا ہی بدلا تو اُس سے کچھ بھی

نہیں لیا جائیگا ، یہہ وہی لوگ ہیں جو ہلاکت میں پڑے تھے بسبب اُسکے جو انہوں نے

نمایا تھی اُنکے لئے ہی پیدا کھولتے ہوئے پانی کا اور عذاب دیکھ دینے والا بسبب اُسکے کہ وہ

کمر کرتے تھے ﴿۱۶﴾ کہدے (اے پیغمبر) نہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اُسکو جو نہ ہسکو نفع دے

اور نہ ضرر پہنچاوے اور ہم اپنی آیتوں کے بل اُڑتے ملتے ہیں بعد اُسکے کہ خدا نے ہمکو

ہدایت کی — مثل اُس شخص کے جسکو شیاطین نے مضبوط کر دیا ہو اور زمین پر حیران

رہ گیا ہو — اُسکے دوست ہیں اُسکو سودھی راہ پر بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ —

کہدے کہ خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہی اور ہمکو حکم دیا گیا ہی کہ ہم پروردگار عالموں کے

مطیع ہوں ﴿۱۷﴾ اور یہہ (حکم دیا گیا ہی) کہ قائم رکھو نماز تو اور اُس سے (یعنی خدا

سے) درو وہ وہی جسکے پاس لیجائے جائے ﴿۱۸﴾ وہ وہی جس نے درستی سے پیدا کیا

آسمانوں کو اور زمین کو اور جس دن کہیگا کہ ہو پھر ہو جائیگا ﴿۱۹﴾

الموجود موجودا وهو محال بل
المرآن منه التنبیہ علی نفاذ
قدرتہ و مشیتہ فی تکوین الکائنات
و ایجاد الموجودات
(تفسیر کبیر)

چیزوں کو کہنا ہوگا کہ موجود ہو جاؤ اور یہہ بھی محال
ہی بلکہ اُس سے مراد جتلانا ہی کہ خدا کی قدرت اور
خواہش تمام کائنات کے ہونے اور موجودات کے ایجاد پانے
میں نافذ ہی — پس جو لوگ کہ یہہ سمجھتے ہیں
کہ ان لفظوں کے لغوی معنی ہی مراد ہیں یہہ اُنکی غلطی

ہی اور اس امر کے متحقق ہونے میں کہ — خدا جو کچھ کرتا ہی اُسے قانون قدرت کے مطابق

اسکا کہنا درست ہی اُسکے لئے بادشاہت ہی جس دن بھونکا جاوے گا صور میں

مشعلوں کا جلانا اور مشعلوں کی روشنی کے ذریعہ سے لڑائی کے میدان میں غولوں کو حکم دینا بھونچانا ایسا ہی تھا *
 غلہ دن کو مشعلوں سے بخوبی کام نہ نکلتا ہوگا اسلئے ایک ایسی چوڑی تلاش کی ضرورت پیش آئی جسکی بہت بڑی آواز ہو اور وہ آواز لڑائی کے میدان میں حکم دینے کا ذریعہ ہو مصری ہی اسکے - وجد ہوئے اور انہوں نے دریائی جانوروں کی ہڈی کے خول سے جس میں منہ گھرنے کے پیچھے در پیچ ہوئے تھے اور جس میں بھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا چنانچہ اب تک ہندو اُسکا استعمال کرتے ہیں جو سنکھ کے نام سے مشہور ہے *

بنی اسرائیل جب مصر میں تھے تو انہوں نے مصریوں سے اسکو اخذ کیا تھا اور جب وہ جنگل میں آواز اور پریشان ہوئے اور اُس پر اُری اور جنگلی ملک میں دریائی جانوروں کے خول مہسرنہ تھے انہوں نے صحرائی جانوروں خصوصاً مہدھ یا دنبہ یا پہاڑی بکرہ کے سینگوں سے جو تھڑے اور پھنچدار ہوتے تھے اور جن میں بھونکنے سے ویسی ہی سخت و شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا صور کے معنی قرن یعنی سینکھ کے ہیں — بعد اسکے جب زمانہ نے ترقی کرنا شروع کیا تو اُسکو اور اشیاء مثلاً چاندی، پتیل اور تانبی وغیرہ سے اور نہایت عجیب و پھنچدار طور سے بنائے گئے *

توریت سفر خروج باب دہم میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ تو اپنے لئے چاندی کے دو قرنا بنا جب تو اُن درختوں کو بجاوے تو تمام لوگ خیمہ کے دروازہ پر جمع ہو جائیں کریں — اور جب ایک کو بجاوے تو بنی اسرائیل کے سردار تیسرے پاس آجایا کریں -- اور جب زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جانب مشرق ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں اور جب دو دفعہ زور سے بجائی جاوے تو جنکے خیمے جنوب کی جانب ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں — اور جب سب کو ایک جگہ ٹھہرانا مقصود ہو تو دھیمی آواز سے بجایا جاوے اگر اپنے ملک میں اپنے دشمن سے جسٹے تمہر زیادتی کی ہے لڑنے کو جاؤ تو قرنا کو بہت زور سے بجاؤ اور خوشی کے دنوں میں اور عیدوں کے دن اور ہر مہینہ کے شروع میں قربان گاہوں میں بجایا کرو اور ہاروں کی اولاد اُسکو بجایا کرے *

یہ ماہ اور عہد عتیق کی اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ شہروں اور ملکوں سے لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کو قرنا بجائی جاتی تھی چنانچہ یہ ماہ نبی کی کتابت میں لکھا ہے

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۴﴾

کہ ”علم را در زمین برپا دارید کرنا را در میان ضوایف بلوایند در ہر ابرش اقوام را زبہ نمائند و ہر ضدش ممالک آراط و منی و اشکفار را آواز دہند و ہر خفاش سرداران را نصب نمودہ اسب ہارا مثل ملخ برآورید“ (باب ۵۱ درس ۱۷) *

اور ایک مقام میں لکھا ہی کہ ”در یہوداہ اخبار نمودہ و در اورشایم مسموع گردانیدہ بگوئید کہ در زمین کرن را بنوایند باواز بلند ندا کردہ بگوئید کہ جمع آیند تاآنکہ بہ شہرہائے مشہود درآئیم (باب ۳ درس ۵) *

یہودیوں نے اپنے خیال میں خدا تعالیٰ کے پاس بھی فرشتوں کی فوج کا ہونا اور اُس میں درجہ بدرجہ سرداروں کا ہونا تسلیم کیا تھا اور اسی خیال سے فوج میں کلم لہنے کو فرشتوں کے پاس بھی صور یا کرنا کا ہونا خیال کیا اور صور پھونکنے والے فرشتے قرار دیئے جن میں سب کا سردار اسرافیل فرشتہ ہی *

عیسائیوں نے بھی اُس خیال میں یہودیوں کی پھر وہی کی یوحنا حواری ابنی مشاہدات میں لکھنے میں کہ اُنہوں نے تین فرشتوں کو ترئی پھونکنے پر مسموع دیکھا (باب ۸ درس ۱۳) *

یہودی اور عیسائی دونوں حشر اجساد کے اور سب مردوں کے ایک جگہ جمع ہونے کے قائل تھے اُس حشر اور اجتماع کے لیئے اُسی خیال کے مطابق جس طرح وہ لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے اُنہوں نے صور کا پھونکا جانا تصور کیا اِشعیاء نبی کی کتاب سے یہہ خیال کہ قیامت کے شروع میں صور پھونکی جاوے گی پایا جاتا ہی — اور سیمنت پال نے اپنے پہلے خط کے باب پندھرویں میں جو کارنتیوں کو لکھا ہی اُس خیال کو بخوبی ظاہر کیا ہی جہاں لکھا ہی کہ ”ہم سب ایک دم میں ایک پل مارنے میں پچھلی ترئی پھونکنے کے وقت مبدل ہو جاوینگے کہ ترئی پھونکی جاوے گی اور مردے اوتھینگے اور ہم مبدل ہو جاوینگے“ *

ہمارے ہاں کے علماء نے حسب عادت اپنے اُس امر میں یہودیوں کی پھر وہی کی ہی اور نفع صور کے لغوی معنی لیئے تھے اور جب اُنہوں نے لغوی معنی لیئے تو ضرور ہوا کہ صور کو بشکل معینہ موجود اور اُسکے بجانے کے لیئے فرشتے قرار دیں — بعض بزرگوں نے یہاں تک یہودیوں کی پھر وہی کی ہی کہ جس طرح توریت میں لکھا ہی کہ خدا نے موسیٰ کو چاندی کی دو صورتیں بنانے کا حکم دیا تھا اُنہوں نے بھی صور کو جوڑا قرار دیا ہی کہ ایک کے بجانے سے ایک طرح کی اور دونوں کو ساتھ بجانے سے دوسری طرح کی آواز نکلیگی اور

جاننے والا ہی چھپی اور کھلے کا اور وہ حکیم ہی خبر رکھنے والا ﴿۷۳﴾

اُس پر حاشیہ یہ کہ چڑھایا کہ صور میں بقدر تعداد ارواحوں کے چھید ہیں جیسے ہانسلے میں ہوتے ہیں اور جب مردوں کے زندہ کرنے کے لئے صور بھونکی جائیگی تو ارواحیں صور کے چھیدوں میں سے نکل پڑیں گی — (دیکھو منسور کبیر سورة مدثر آیت ۸) *

مگر قرآن مجید میں جس طرح تفرق ذات باری کا اور اُس کے کلموں کا بیان ہی وہ اس قسم کے خیالات کے کاہنہ مانع ہی نفع صور صرف استعارہ ہی بعث و حشر کا اور تبدل حالت کا جس طرح لشکر میں صور بجنائے سے سب مجتمع ہوجاتے ہیں اور لڑنے کو کھڑے ہوجاتے ہیں اور گروہ در گروہ آموچتے ہوتے ہیں اسی طرح بعث و حشر میں ارادة اللہ سے جس طرح کہ اُس نے قانون قدرت میں مقرر کیا ہوگا وقت موعود پر سب لوگ اُتھیں گے اور جمع ہوجائیں گے اُس حالت نفع صور سے استعارہ کیا گیا ہی پس اس آیت سے یا قرآن مجید کی اور آیتوں سے یہ بات کہ فی الواقع کوئی صور بمعنی متعارف موجوں ہی یا موجود ہوگی اور فی الواقع وہ مثل صور متعارف نے پھونکنے کے پھونکی جائیگی اور فی الواقع اُس کو فرشتے لئے ہونگے اور وہ اُس کو پھونکنے ثابت نہیں *

گو کہ تمام علماء اسلام صور کو ایک شی موجود فی الخراج اور اُس کے لئے پھونکنے والے فرشتے یقین کرنے میں اور عموماً مسلمانوں کا اعتقاد یہی ہی مگر بعض اقوال انہی علماء کے ایسے پائے جاتے ہیں جن میں صاف بیان ہی کہ نفع صور صرف استعارہ اور تمثیل ہی — تفسیر

کبیر میں سورة طہ کی تفسیر میں لکھا ہی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آخرت کی باتیں اُن چھڑوں کی مثالوں سے بتلاتا ہی جو دنیا میں دیکھی جاتی ہیں اور لوگوں کی عادت ہی کہ کوچ کے وقت اور لشکروں میں بھونپو یعنی بوق یعنی صور بجاتے ہیں — اور سورة مومنون کی تفسیر میں لکھا ہی کہ نفع فی الصور استعارہ ہی اور اُس سے مراد بعث و حشر ہی — سورة نمل کی تفسیر میں لکھا ہی کہ جابز ہی کہ یہ تمثیل ہو مردوں کے بلانے کی، یہ شک اُن کا اپنی قبروں میں سے نکلنا لشکر کے نکلنے کی مانند ہی جبکہ وہ صور کی آواز سہتے ہی نکل کھڑا ہوتا ہی —

واللہ تعالیٰ یعرف الناس من امور الاخرة بامثال ماشوہد فی الدنيا و من عادة الناس الغفص فی البوق عند الاسفار و فی العساكر (طہ)

ان النفع فی الصور استعارۃ والمراد منه البعث والحشر (مومنون)
یجوز ان یکون تمثیلاً لدعاء الموتی فان خروجهم من قبورهم کخروج الجیش عند سماع صوت الالة (نمل)

پس جن عالموں کی یہ رائے ہی وہ بھی مثل ہمارے نہ صور کے لغوی معنی لیتے ہیں

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لَآبِيْهٖ اَزْرَ اَتَتَخِذُ اَصْنٰمًا اِلٰهَةً

اور نہ صور کے وجود فی الخارج کو مانتے ہیں اور نہ اُسکے پھونکنے والوں کی ضرورت جانتے ہیں۔۔۔ حشر اُجساد کا مسئلہ قابل بحث کے ہی ہم اُسکی نسبت بھی کسی وقت بحث آرواح کے بعد بحث کریں گے والدہ المستعان *

﴿ و اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لَآبِيْهٖ اَزْرَ ﴾ اس آیت میں اور اُسکے بعد کی آیتوں میں حضرت ابراہیم کی نسبت جو حالات مذکور ہیں اُن میں چند امر غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ اَزْر حضرت ابراہیم کے کون تھے قرآن مجید میں اَزْر کو حضرت ابراہیم کے اب کے لفظ سے تعبیر کیا ہی مگر قرآن مجید میں باپ کا اطلاق باپ اور چچا دونوں پر آیا ہی۔ قرآن میں ہی کہ حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا کہ ”عبد الہک و الہ ابانک ابراہیم و اسمعیل و اسحق“ حالانکہ اسمعیل حضرت یعقوب کے چچا تھے اُنپر بھی یعقوب کے باپ کا اطلاق ہوا ہی۔ تفسیر کبیر میں بھی بعض اقوال لکھے ہیں کہ اُس آیت میں اب کا اطلاق عم پر ہوا ہی ظن غالب ہی کہ حضرت ابراہیم نے باپ کا نام ترج تھا۔ تورات سے پایا جاتا ہی کہ ترج کے بھائی بھی تھے مگر توریت میں اُنکے نام نہیں دیئے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۴ و ۲۵ میں لکھا ہی کہ ”و ناحور بست و نہ سال زندگی نمودہ ترج را تولد نمود۔ و ناحور بعد از تولد نمودنش ترج یکصد و نوزدہ سال زندگانی نمودہ پسران و دختران را تولد نمود“ ان آیتوں سے ترج نے بھائیوں یعنی حضرت ابراہیم کے چچاؤں کا ہونا پایا جاتا ہی *

علاوہ اسکے توریت کے اُسی باب میں لکھا ہی کہ بعد اُن تمام واقعات کے جو حضرت ابراہیم پر اُنکے وطن ”اور کسدیم“ میں گذرے اُنہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو اُنکے ساتھ اُنکے باپ ترج بھی تھے اور اُنہوں نے بھی اُس ملک کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ ورس ۳۱ میں لکھا ہی کہ ”ترج پسر خود ابرام و پسر پسر خود لوط پسر ہاران و عروس خود ساری زن پسرش ابرام را برداشت و باہم دیگر از اور کلدانہان بقصد رفتن بزمین کنعان بیروں آمدند“ پس یہہ ایک دلیل اسبات کی ہی کہ جس مباحثہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی وہ حضرت ابراہیم کے باپ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اب کا لفظ عم پر بطور اظہار محبت اور بررگی چچا کے جنسے مباحثہ پیش آگیا تھا بولا گیا ہی *

دوسرے یہہ کہ جب حضرت ابراہیم نے یہہ مباحثہ کیا تو اُنکی عمر کیا تھی۔ اس امر کا تحقیق کرنا ناممکن ہی کیونکہ ان امور کی تحقیقات صرف توریت پر منحصر ہی

اور حسب کہا ابراہیم نے اپنے باپ (یعلیٰ چچا) اُزر سے کہا تو نے تمہارا یا ہی بتوں کو خدا

نسخے توریت کے اسباب میں نہایت مختلف ہوں عبری توریت سے معلوم ہونا ہی کہ
ساتھ دنیوی کے ۱۹۵۸ برس بعد حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور یونانی نسخہ توریت
میں جسکو سینٹو ایجنٹ کہتے ہوں اُنکی پیمدائش ۲۷۲۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور سامری
نسخہ توریت سے ۲۵۹۸ برس بعد معلوم ہوتی ہے -- عیسائی مورخوں نے ولادت حضرت
ابراہیم کی ۲۰۰۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور اُنکا اور کلدانیان سے نکلتا ۲۰۸۳ سنہ دنیوی
میں قرار دیا ہے اور اس حساب سے اُسوقت اُنکی عمر پچھتر برس کی تھی مگر اس حساب
پر اعتقاد کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے *

قرآن مجید سے جہاں خدا نے فرمایا ہے ” قالوا سمعنا قتی یذکر ہم یقال لہ ابراہیم “
معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت ابراہیم جوان تھے اور دوسری جگہ خدا نے فرمایا
ہے ” و لقد انعمنا ابراہیم رشده من قبل و نذیہ عالمین “ (سورۃ انبیاء آیت ۵۲) اور
اسی آیت کے بعد اس مباحثہ کا ذکر ہوا ہے -- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل وقت
مباحثہ کے حضرت ابراہیم جوان اور رشود ہو چکے تھے اور اُنکا دل الہامات ربانی سے معمور
تھا جسکے لیئے عموماً چالیس برس کی عمر خیال کی جاتی ہے پس کچھ عجب نہیں
ہے کہ یہ واقعہ اسی عمر کے قریب قریب واقع ہوا ہو *

مگر ہمارے تلمائے مفسرین کو ” فلما جن علیہ اللیل “ نے گھبرا دیا ہے وہ سمجھ
تھیں کہ یہ پہلی دفعہ تھی جو انہوں نے رات دیکھی تھی اور اسلئے بے اصل قصہ اہلبی
تفسیروں میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ کے بادشاہ کے خوف سے جس نے ایک خواب دیکھا تھا اور
لوگوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا حضرت ابراہیم کی ماں نے اُنکے حمل کو چھپایا اور جب لڑکا
پیدا ہونے کا وقت آیا تو ایک پہاڑ کی کھو میں جا کر جفا اور اُسکا منہ پتھروں سے بند کر دیا
اور حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی جب وہ اُسی پہاڑ کی کھو میں بڑھ
ہو گئے تو اُس کھو میں سے پہلی دفعہ رات کو ایک ستارہ دیکھا پھر چاند دیکھا پھر سورج
دیکھا *

مگر یہ خیال اور یہ قصہ دونوں صحیح نہیں ہیں حضرت ابراہیم کے ناحور اور ہاران
کو اور بڑے بھائی تھے اور حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے انسان کی فطرت میں ہی کہ
جب وہ کسی قوم میں پیدا ہوتا ہے تو یا تو اُسی قوم کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور اُسی
قوم کے عقائد و اعمال کی پیروی کرنے لگتا ہے یا اُس قوم کے افعال و اقوال کو تعجب

اِنِّیْ اَرِیْکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۱﴾

و حضرت کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہی نہ اُنہر یقین کرنا ہی اور نہ اُن افعال میں شریک ہوتا ہی اور نہ اُسکے ذہن میں آنا ہی کہ اصل بات کیا ہی اور ایک ن فکر اور سوچ کی حالت میں ایک زمانہ بسر کرتا ہی اور خدا ہی ہدایت جو خدا نے اِنبیاء اور صلحا کی فطرت میں رکھی ہی اُسکی تائید کرنی رہنی ہی اس طرف خدا نے اشارہ دیا ہی جہاں فرمایا ہی، ”کذلک نریٰ ابراہیم ملکوت السموات والارض“ اسی حالت میں ایک رات سنا رہا اور چاند اور اُسکے بعد سورج دیکھ کر حضرت ابراہیم کو وہ خیال آیا جو قرآن مجید میں مذکور ہی پس ضرور نہیں ہی کہ وہ رات پہلی ہی رات ہو جو اُنہوں نے دیکھی تھی *
تفسیر یہ کہ ”ملکوت السموات والارض“ سے اور اُسکے دکھانے سے کیا مراد ہی علماء مفسرین نے اُسکی نسبت یہی بہت سی رطب و یابس باتوں لکھی ہیں مگر خدا کی قدرت اور اُسکی عظمت اور وحدانیت پر یقین کرنے کے لئے موجودات عالم اور اُسکی خلقت اور فطرت پر غور کرنے سے زیادہ یقین دلانے والی کوئی چیز نہیں ہی اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے جابجا قرآن مجید میں متعدد طریقہ پر وجود عالم سے صانع کے وجود پر استدلال کیا ہی پس خدا نے آسمان و زمین کی بادشاہت کی حقیقت حضرت ابراہیم کے دل پر گھڑی جسکی ابتدا قرآن مجید و سورج کو رب خیال کرنا اور اُسکی انتہا ”انی وجہت جہی للذی فطر السموات والارض“ کہنا ہی اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہی جہاں فرمایا ہی، ”کذلک نریٰ ابراہیم ملکوت السموات والارض“ *

چوتھے یہ کہ علماء اسلام کو ایک اور مشکل پیش آئی ہی کہ اُنکے اصول مقررہ کے موافق اِنبیاء کبھی اور کسی حال میں مرتکب شرک و کفر نہیں ہوتے پس کیونکر حضرت ابراہیم نے تارہ اور چاند اور سورج کو دیکھ کر کہا کہ ”ہذا ربی“ اس شبہ کے رفع کرنے کو اُنہوں نے متعدد طرح سے صعوبتیں اوتھائی ہیں مگر یہ امر نہایت صاف ہی جس میں کچھ مشکل نہیں *

بلا شبہ اِنبیاء علیہم السلام کبھی مرتکب شرک و کفر کے نہیں ہوتے اُنکی فطرت ہی اس آلودگی سے پاک ہوتی ہی مگر قدیم زمانہ میں جو بت پرستی تھی اور جس شرک و کفر میں اُس زمانہ کے لوگ گرفتار تھے اُسکی حقیقت پر اول غور کرنی لازم ہی — تمام مشرکوں ذات باری کا کہہ کو شریک نہیں قرار دیتے تھے بلکہ خدا کے سوا موجودات غیر مٹنی اور اجرام سماوی کو مدبرات عالم اور مالک نفع و نقصان سمجھتے تھے اور اُنہیں رک نام سے ہوا کرتا

یہ شب بھی گنہگار اور تہوی قوم کو تلافی گمراہی میں دیکھتا ہوں ﴿۵۹﴾

اور اصنام بفاکر اُنکی پرستش کرتے تھے اور اُنکو یقین تھا کہ اُنکی رضامندی و خوشنودی فائدہ بخش اور اُنکی ناراضی مضرت رساں ہے مگر کسی وجہ غیر مرئی کو یا کسی کو اجرام سماوی میں سے صرف مدبر عالم خیال کرنا خدا و خدایاں صحیح ہو یا غلط کفر و شرک نہیں ہوسکتا بلکہ کفر و شرک اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُس میں قدرت نفع و نقصان پہنچانے کی مافی جاوے یعنی یہ سمجھا جاوے کہ اُس میں قدرت ہے کہ جب چاہے نفع پہنچاوے جب چاہے نقصان اور اسی خیال سے اُسکی پرستش کی جاوے۔ مثلاً مسلمانوں کا یہ خیال کہ مہرہ کے برساتے والے فرشتے بادلوں پر منعیں ہوں اور مہرہ برساتے پھرتے ہوں یا یہ خیال کہ آفتاب فصول اربع کا باعث اور روئیدگی اور پھولوں اور پھلوں کا مدبر ہے نہ کفر ہے نہ شرک ہے لیکن جب آدمی یا مہرہ راجہ کی نسبت بہ اعتقاد کوا جاوے کہ اُنکو مہرہ برساتے یا نہ برساتے اور مہرہ پکانے یا نہ پکانے کا اختیار ہے اور اُنکی رضامندی اُسکے لئے مفید اور ناراضی مضرت رساں ہے اور اس خیال پر اُنکی پرستش کی جاوے تو وہ بلاشبہ شرک و کفر ہے۔ — مرج کے خاندان میں زیادہ تر اجرام علوی کے اصنام کی پرستش ہوتی تھی اسی وجہ سے حضرت ابراہیم کا خیال سمارے اور چاند اور سورج پر رب یعنی مذہبات میں سے ہونیکا گیا نہ الہ ہونیکا اور اُنکو یہی خدا فی ہدایت سے جو فطرت انبیاء میں ہی قرار نہوا پس صرف یہ خیال شرک و کفر نہ تھا اور حضرت ابراہیم نے اُن میں سے کسی کی پرستش نہیں کی نہ اُن میں جب چاہیں نفع اور جب چاہوں مضرت پہنچانے کی قدرت یقین کی اسلئے کسی طرح اُنکا اس معصیت میں مبتلا ہونا لازم نہیں آتا *

اس بیان کی تشریح بعد کی آیتوں سے بخوبی ہوتی ہے جہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ”میں نہیں درتا اُس سے جسکو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو“ پھر فرمایا کہ ”کیونکہ میں قرور اُس سے جسکو تم شریک کرتے ہو“ یہ اقوال صاف اسبات پر دال ہیں کہ جنکی نسبت حضرت ابراہیم نے ربی کہا نہ اُنکو مالک اور قادر نفع و نقصان پہنچانے پر نہیں مانا تھا *

پانچویں آیت میں جو الفاظ ”لہکون من الموقنین“ ہیں زیادہ تر غور کے لائق ہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض اسلامتے دکھائیں تاکہ یقین کرنے والوں میں ہو۔ — ہم اُن لوگوں کو جو بہ تقلید آپائے یا باطلعت کسی کے

وَكَذَلِكَ نَبِّئِ اِبْرٰهِيْمَ مَلِكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لِيَكُوْن
 مِنَ الْمُؤَقِّنِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَال
 هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاَفَاكِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ
 بَازِغًا قَال هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ اِنَّنِىْ لَم يَهْدِنِىْ رَبِّىْ
 لَآكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا رَا الشَّمْسُ بِازِغَةً قَال
 هٰذَا رَبِّيْ هٰذَا اَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَاتَ قَال يَقُوْمُ اِنِّىْ بِرَبِّىْ مِمَّا
 تَشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِى فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
 وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَحَاجَّهُ قَوْمُهٗ
 قَال اَتَحٰجُّونِىْ فِى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِىْ وَلَا اَخَافُ
 مَا تُشْرِكُوْنَ بِهِ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ رَبِّىْ شَيْئًا وَّ سِعَ رَبِّىْ كَاشِىءٌ عَلٰمًا

قول کی خدا پر یقین رکھتے ہیں مومن پاک جانتے ہیں مگر جو لوگ کہ بعد غور و فکر کے اور خدا کی قدرتوں اور صنعتوں پر غور و فکر کر کے خدا پر یقین لائے ہیں وہ نہایت اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جنکا یقین پورا کمال یقین ہونا ہے اور کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا اسی سبب سے خدا نے حضرت ابراہیم کو ملکوت السموات والارض دکھانے کا مقصد یہ بتلایا کہ "لیکون من المؤمنین" *

ہمارا یہ یقین و تجربہ ہے کہ انسان کو جسقدر علم فطرت — قوانین قدرت — علم السماء والافلاک — بڑھتا جاتا ہے اور نیچرل سائنس — علوم طبیعیات حقہ میں جسقدر اُسکی واقفیت اور مہارت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسقدر اُسکو خدا کے رجوں کا یقین اور اُسکی

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دھپلاتے تھے بادشاہت آسمانوں کی اور زمیں کی تاکہ وہ ہجوے یقین کرنے والوں میں سے (۷۵) پھر جب اُس پر رات چھا گئی اُس نے ایک تارے کو دیکھا —
 کہا یہ ہے میرا پروردگار پھر جب وہ توبہ کیا نہ کہا میں دوست نہیں رکھتا توبہ جانے
 والوں کو (۷۶) پھر جب دیکھا جانے کو چمکنا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار -- پھر جب وہ
 توبہ کیا تو کہا کہ اگر میرا رب مجھ کو ہدایت نہ دے گا تو بے شک میں گمراہوں کی گروہ میں
 سے ہو جاؤں گا (۷۷) پھر جب دیکھا سورج کو چمکنا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار یہ ہے ہی سب
 سے بڑا پھر جب وہ توبہ کیا اے میری قوم میں بے شک بیزار ہوں اُس سے جو نہ شرک
 کرتے ہو (۷۸) بے شک میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اُس کی طرف جس نے یقین کیا آسمانوں
 کو اور زمین کو دلی یقین سے اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے (۷۹) اور حجت
 کی اُس سے اُس کی قوم نے اُس نے کہا کہ کیا تم حجت کرتے ہو میرے ساتھ اللہ میں اور
 بے شک اُس نے مجھ کو ہدایت کی ہے اور میں نہیں درتا اُس سے جس کو تم اُس کے ساتھ
 شریک کرتے ہو مگر یہ کہ اگر چاہے میرا خدا کسی امر کو پھینکا ہوا ہے میرے پروردگار کا
 علم ہر چیز پر

قدرت و عظمت اور شان الوہیت اور استحقاق معبودیت کا دل میں زیادہ نقش ہوتا جاتا
 ہی واللہ در من قال *

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار * ہر ورقی دفتر یست معرفت کردگار
 پس یہی قوانین قدرت لا افس نیچر تھے جو زبان شرع میں ملکوت السموات والارض سے
 تعبیر کیئے گئے ہیں اور جنکو خدا نے حضرت ابراہیم کو دکھایا تھا یا یوں کہو کہ سمجھایا تھا
 اور جسکی بدولت انہوں نے "لذکون من الموقنین کا خطاب پایا *
 چہئے یہ کہ یہ مباحثہ حضرت ابراہیم کا جو قرآن میں مذکور ہے توریت میں
 نہیں ہے توریت میں کسی واقعہ کا نہونا اُس کے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا *

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ
 أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْذَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سِلَاطُنَا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ
 بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ
 بِظُلَامٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُسْتَقَرُونَ ﴿٨٢﴾ وَتِلْكَ حَبِيبَتُنَا
 أَتَيْنَاهَا أَبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ فَرَفَحَ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأِ إِنْ رَبُّكَ
 حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا
 وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ
 وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ
 مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُونُسَ وَلُوطًا
 وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِن آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ
 وَأَخْوَانِهِمْ أَجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾
 ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا
 لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُم

پھر کہا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۸۰﴾ اور کھو گزر میں دنوں اُس سے جسکے تم شریک کرتے ہو اور تم نہیں درتے اُس سے کہ شریک کرتے ہو اللہ کے ساتھ اُس جیسے ایسے کوئی دلائل تم پر اوتاری نہیں گئی تھی — پھر دونوں طرفوں میں یہ دونوں زیادہ اُسن کا مستحق ہی اُن کو تم جانتے ہو ﴿۸۱﴾ وہ لوگ ہیں جنہیں ایمان دینے والے اور اُنہیں نے اپنے ایمان کو ظنم (یعنی شرک) میں نہیں سلايا ہے وہی لوگ یقین کے لئے لئے اُس ہی اور وہ ہی ہدایت پائے ہوئے تھے ﴿۸۲﴾ اور یہ ہماری دلیلوں میں ہم نے اُنکو ابراہیم خوادکی قوم پر کھینکو لی تھیں ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جسکے چاہتے ہیں بے شک پھر پروردگار حکمت والا ہی جانتے والا ﴿۸۳﴾ اور ہم نے اُنکو تدا کا استحقاق اور معنوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے اُس سے پہلے ہدایت کی اور اُسکی (یعنی ابراہیم کی) اولاد میں سے ہیں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکو کرنے والوں کو ﴿۸۴﴾ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۸۵﴾ اور اسمعٰیل اور یسع اور یونس اور لوط ہر ایک کو ہم نے بزرگی دی عالموں پر ﴿۸۶﴾ اور اُنکے باپوں اور اُنکی اولادوں اور اُنکے بھائیوں میں سے ہم نے اُنکو برگزیدہ کیا اور ہم نے اُنکو سونپے رسنے کی طرف ہدایت کی ﴿۸۷﴾ یہ ہی اللہ کی ہدایت و ہدایت کرنا ہی اپنے بقدوں میں سے جسکو چاہتا ہے اور اگر وہ شرک کرتے تو بے شک ملایا مہت ہو جاتا اُن سے جو کچھ کہ اُنہوں نے کہا تھا ﴿۸۸﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اُنکو ہم نے دی ہی

الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَمَنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ
 وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِفَرِيقِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ
 هَدَى اللَّهُ فَبِهِدِّهِمْ أَقْتِلْهُ قُلْ لَا اسْتِغْنَاكُمْ عَلَيْهِ اجْرَأْ إِنْ
 هُوَ إِلَّا نَذْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنْ
 قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَن أَنْزَلَ الْكِتَابَ
 الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ
 قُرْآنًا يَسْتَكْبِرُونَ تَعْبُدُونَهَا وَتَخْفَوْنَ كَثِيرًا وَعَامَةً مَا لَمْ تَعْلَمُوا
 أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ نَرْهُمْ فِي خَوْصِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾
 وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
 وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
 يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ
 مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ
 شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ
 الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ

کتاب اور حکمت اور نبوت پھر اگر یہہ لوگ اُسکے ساتھ کفر کریں تو بے شک ہم نے اُس کے لیئے مقرر کیا ہی اور قوم کو کہ اُسکے ساتھ کفر کرنے والے نہیں ہیں (۱۱) یہہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کی ہی پھر انہی کی ہدایت کی پیروی کر — کہدے (لوگوں سے) کہ میں تم سے اُسپر کچھ ملت نہیں مانگتا، یہہ نہیں ہی مگر نصیحت عالموں کے لیئے (۱۲) اور نہیں قدرِ نبی اللہ کی جیسا حق اُسکی قدر کرینکا تھا جب انہوں نے کہا کہ نہیں اوناری ہی اللہ نے کسی بندے پر کوئی چیز — کہدے کہ کس نے وہ کتاب اوناری ہی جسکو موسیٰ لایا ہی، نور اور ہدایت لوگوں کے لیئے تم اُسکو کرتے ورق ورق اُنکو دکھاتے ہو اور بہت سوں کو چہلاتے ہو اور تمکو سکھاتا گواہی جو تم نہیں جانتے تھے، تم اور نہ تمہارے باپ، کہدے اللہ نے — پھر اُنکو چہوڑے اُنکی بیہودہ بحثوں میں کھیل کرتے (۱۳) اور یہہ کتاب ہی کہ اُسکو ہم نے اُتارا ہی برکت والی سچا بتانے والی اُس چیز کی جو اُسکے ہانوں میں (یعنی اُس کے آگے) ہی تاکہ تو اللہ والوں کو اور جو اُس نے گرد ہیں دراوے — اور جو لوگ ایمان لائے ہیں آخرت پر بے شک ایمان لاتے ہیں اُس پر (یعنی ہذا کتاب پر یعنی قرآن پر) اور وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں (۱۴) اور کون اُس شخص سے زیادہ ظالم ہی جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا — یا اُس نے کہا کہ وحی بھیجی گئی ہی میرے پاس اور حقیقت میں اُس کے پاس کچھ وحی نہیں بھیجی گئی اور اُس شخص سے جس نے کہا کہ اب میں اُتاروں گا مثل اُس کے جو اللہ نے اُتارا ہی اور اگر تو دیکھے ظالموں کو جبکہ وہ موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں

أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تَجْزُونَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ
تَقْرَأُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾
وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَاسٍ كَمَا خَلَقْنَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَ تَرَكْتُمْ
مَا خُولِيَكُمْ وَرَأَوْا ظُهُورَكُمْ وَ مَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ الَّذِينَ
زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ
مَا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ إِنَّ اللَّهَ ذَلِقَ الْحَبِّ وَالذَّوَى يُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْبَيْتِ وَ مُخْرِجَ الْهَيْتِ مِنَ الْحَيِّ ذِي لِكَمِ اللَّهِ فَانِي
تَوَفَّكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَ جَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَ الشَّمْسَ
وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ذِي لِكَمٍ تَقْدِيرَ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَ هُوَ الَّذِي
جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ
نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَ مُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ

کہ نکالو اپنی جانتوں ' آج کے دن تمکو مدد دیا جاوے گا رسول ' کہ یہ والے عذاب کا بسبب
اُس کے جو نہ ٹھہرے تھے اللہ پر ناجحی اور تم اُس کی نشانیاؤں سے سر کندی کرتے تھے (۹۳) اور
بے شک تم اُنے ہو ہمارے پاس اکیلے جیسے تھے ہم نے تمکو اول دفعہ پیدا کیا تھا اور تم نے
چھوڑ دیا جو کچھ ہم نے تمکو دیا تھا اپنی بیٹیوں کے پہنچنے اور ہم نہیں دیکھے تمہارے ساتھ
تمہارے شہادت کرنے والے حاکموں نے خیال کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں (یعنی تمہاری
بھائی میں خدا کے ساتھ) شریک ہوں بے شک کت گیا تم میں کا علاقہ اور کہو گیا تم سے
جسپر تم کو مذمت رکھتے تھے (۹۴) بے شک اللہ پہاڑ کو اوگانے والا ہی مہیوں اور گتھلیوں کا —
نکالنا ہی زندہ کو (یعنی ہرے لہلہاتے قوت نامیہ سے بڑھنے والے کو) مردہ
(یعنی خشک دیبچ اور گتھلی) کا اور نکالنے والا ہی مردہ کا (یعنی خشک دانے اور گتھلی کا)
زندہ (یعنی سبز لہلہاتے قوت نامیہ رکھنے والے درخت) سے یہہ ہی اللہ پہر کہاں پھٹکے جانے
ہو (۹۵) پو کو بہارنے والا ہی (یعنی رات کو بہار کو سفیدہ صبح کو نکالنے والا ہی) اور بنایا
ہی رات کو آرام کے لیئے اور سورج اور چاند کو حساب کے لیئے یہہ مقرر کیا ہوا ہی زبردست
جاننے والے کا (یعنی خدا کا) (۹۶) وہ وہ ہی جس نے تمہارے لیئے ستاروں کو بنایا ہی ناکہ تم
اُن سے رسنہ پالو جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں ' بے شک ہم نے بے تفصیل نشانیاں
بہاں کی ہیں اُن لوگوں کے لیئے جو جانتے ہیں (۹۷) اور وہ وہ ہی جس نے پیدا کیا تمکو
ایک جان سے پھر تمہارے لیئے تہیز کرنے کی جگہ ہی اور جائے امانت بے شک ہم نے بے تفصیل
نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں کے لیئے جو سمجھتے ہیں (۹۸) اور وہ وہ ہی جس نے آسمان
سے پانی برسایا پھر ہم نے اُس سے ہر چیز کے پودے نکالے ' پھر ہم نے اُس سے نکالے ہرے
(پودے) اُس میں سے ہم نکالتے ہیں

حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
 وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرَّمَانَ مِثْلَهَا وَغَيْرَ
 مُتَشَابِهٍ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ
 لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
 وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا
 يُصِفُونَ ﴿١٠٠﴾ بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ
 وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
 عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
 فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَالِمُ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا تَدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ
 يُدْرِكُ الْبَصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾ قَدْ جَاءَكُمْ
 بَصَائِرُ مِّنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ ابْصُرْ فَلِنَفْسِهِ وَمَن أَعْمِيَ فَاعْلَمُوا
 وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نَعْرِفُ الْآيَاتِ وَلَيَقُولُوا
 دُرُوسٌ وَلِنَبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْمُونَ ﴿١٠٥﴾ اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ
 مِّنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾

دانے کھینچ' پنج اور نہتور کے درخت، کے پھل میں سے جوڑے لٹکتے ہوئے اور باغ استبر اور
 زمین اور سار کے چہ ایتہ - سے بھی ہیں اور ایک سے بھی نہیں دیکھو اُس کے پہل کو جب
 پہلے اور اُس کے پکٹے دو بے شک، اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے
 ہیں ﴿۹۹﴾ اور انہوں نے ٹھہرا ہوا ہی اللہ کے لئے ، جو بہت جنوں کو حالانکہ (خدا نے) اُن کو پیدا
 کیا ہی اور یہاں بندہ کی ہی اُس پر بدلتوں اور بدلیوں کی بغیر جاننے کے وہ پاک ہی
 اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ﴿۱۰۰﴾ پیدا کرنے والا ہی آسمانوں اور زمین کا کہاں سے بقا
 اُس کے لئے بیٹا اور نہیں ہی اُس کے لئے کوئی جوا (خدا نے) پیدا کیا ہر چیز کو
 اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہی ﴿۱۰۱﴾ یہ ہی اللہ پروردگار تمہارا نہیں ہی کوئی خدا مگر وہ
 پیدا کرنے والا ہو چیز کا پھر اُس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہی ﴿۱۰۲﴾ نہیں پائیں
 اُس کو نظریں اور وہ پالیا ہی نظروں کو اور وہ ہی مہربان خبر رکھنے والا ﴿۱۰۳﴾ بے شک
 انی ہیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے پروردگار سے پھر جس نے اُن کو دیکھا تو اپنے (فائدہ کے)
 لئے اور جو کوئی اُن سے اندھا ہوا تو اُس کا (نقصان) اسی پر ہی اور ہم نہیں ہیں ہم
 پر نہ پیمان ﴿۱۰۴﴾ اور اس طرح ہم طرح پر بیان کرتے ہیں نشانیں کو اور تاکہ وہ کہیں
 کہ تو نے سیکھ لیا ہی (بصائر کو یعنی دلیلوں کو اپنے پروردگار سے) اور تاکہ ہم اُس کو بیان
 کریں اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ نابعداری کو اُس کی جو وحی کی گئی ہی
 تجھ کو تیرے پروردگار سے نہیں ہی کوئی خدا مگر وہ اور منہ پھیر لے مشرکوں سے ﴿۱۰۶﴾

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا
أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٢٤﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ
عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٥﴾
وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا
قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُ كَمْ مِنْهَا إِنْ جَاءَتْ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٦﴾ وَنَقَابَ أَفْئِدَتِهِمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ
يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٢٧﴾
وَلَوْ أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا
عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا كَانُوا لَيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنْ
أَكْثَرُهُمْ يَجَاهِلُونَ ﴿١٢٨﴾ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيْطَانًا الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ
الْقَوْلِ غَرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرَهُمْ وَمَا
يَفْتَرُونَ ﴿١٢٩﴾ وَلَتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

اور اگر خدا چاہتا تو وہ شرب نہ کرتے اور ہم نے ننجیدہ نہیں کیا ہی اُنہیں نندہاں اور نہیں ہی تو اُنہیں تعینات **(۱۷۷)** اور مت کالی وہ اُن وگوں تو جو پکارتے ہیں (اور کسی) اللہ کے سوا دہر وہ اللہ کو کالی دہنگے بے سمجھے اسطرح ہمیں اچھا کر دکھایا ہی سر کُردہ کے لئے اُنکے عمل کو دہر اُنکے بدوردنا کے پاس اُنہیں چنانا ہی دہر اُنکو دہم دی جاوینگی اُسکی جو وہ کرنے تھے **(۱۷۸)** اور اُنہیں نے قسمیں کھائیں اللہ کی اپنی نہایت سختی میں وہ اگر اُنکے پاس نشانی آوے تو اُسپر ایمان لویں گے کہدے نہ اسکی سوا کچھ نہیں دی کہ انسانیاں اللہ کے پاس دہی اور (اے مسلمانوں) کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک جب وہ (یعنی نشانیاں) آویں گی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے **(۱۷۹)** اور ہم اولاد دیا کہ اُنکے دہوں کو اُنکی نگاہوں کو جس طرح کہ وہ اُسپر ایمان نہیں لائے پہلی دفعہ اور ہم اُنکو چھوڑنا ہی اُنکی گمراہی میں بہکتے ہوئے **(۱۸۰)** اور اگر ہم بے شک اُنہیں فرشتہ اور کرتے اور دے اُسے ہانپیں کرتے اور ہم اُنکے پاس ہر چیز کو اُنکے سامنے اُنہیں کوبنے تو یہی یہ نہ ہونا کہ وہ ایمان اللہ مگر یہ کہ چائے اللہ و لیکن اُن میں نے اناجر جامل ہیں **(۱۸۱)** اور اسی طرح تم نے کیا تو ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو اُن میں کے بعضے بعضوں کے دہوں میں چکنی چیمڑی ہانپیں دالیں ہیں فریب دینے کو اور اگر نیرا بدوردنا چاہتا تو وہ اُسکو نکرتے دہر چھوڑ دے اُنکو اور اُسکو جو کچھ کہ وہ بہیمانہ ہنسی کرتے ہیں **(۱۸۲)** اور تاکہ اُسکی طرف جھک جاویں اُن لوگوں کے دل جو ایمان نہیں لائے آخرت دہو

وَلِيُوضِّحَهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿١٢١﴾ أَفَغَيَّرُ اللَّهُ ابْتِغْيَا
 حِكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ
 الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُوا
 مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٢٢﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ
 لِكَلِمَتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٣﴾ وَإِنْ قُطِعَ أَكْثَرُ مِنْ فِي
 الْأَرْضِ يَخْلُوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ
 هُمْ إِلَّا يَخْتَرِعُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنْ رَبُّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ
 سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ فَكُونُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ
 أَنْ كُنْتُمْ بَايَةً وَتُؤْمِنِينَ ﴿١٢٦﴾ وَ مَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ
 اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا ضَلَّ بِرُؤُسِكُمْ
 إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرُوا لِيَضِلُّوا بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنْ رَبُّكَ
 هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١٢٧﴾ وَذَرُوا غُلَاهُ الْأَثَمَ وَبَاطِنَهُ الَّذِينَ
 يَكْسِبُونَ الْأَثَمَ سَيَجْزُونَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلَا تَأْكُلُوا
 مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ

اور قانکہ وہ اُسکو پسند کر لیں اور تاکہ وہ کرکڑیوں جو کچھ کہ وہ کر لے والے ہیں ۱۱۱ اور
 کھا اللہ کے سوا میں (اور نہ ہو) حکم کر لے والا پسند کروں۔ اور وہ وہی جس نے تمہارے
 پاس مفصل کتاب (یعنی قرآن) اوتاری اور وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب (یعنی تورات)
 دی ہی جانتے ہیں کہ بے شک وہ (یعنی قرآن) اوتارا ہوا ہی تیرے پروردگار سے
 بالتصدیق پھر تو مت ہو شک کر لے والوں میں (اسات میں کہ اُنکو یعنی اعلیٰ کتاب
 کو قرآن کے خدا کی طرف سے ہونے میں شک ہی) ۱۱۲ اور تمام ہوئی بات تیرے پروردگار
 کی سچائی اور انصاف سے کوئی بدلے والا نہیں ہی اُسکی باتوں کو اور وہ سننے والا ہی
 جانتے والا ۱۱۳ اور اگر تو تمہاری کہے انہوں کی تجو زموں (یعنی دنیا) میں ہوں تو
 نتیجہ کو بہتکا دینگے اللہ کی راہ سے وہ پوری نہیں کرتے بجز گمان کی اور وہ نہیں ہیں مگر
 اتکل بچو کہنے والے ۱۱۴ بے شک تہرا پروردگار وہ خوب جانتا ہی کہ کون بھٹک رہا ہی
 اُسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہی ہدایت داتے ہوئے کو ۱۱۵ پور کھاؤ اُسکو جسپر خدا کا
 نام لیا گیا ہی (یہودی قربانی سوختنی کو نہیں کھاتے تھے بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے)
 اگر تم ہو اُسکی نشانیں پر ایمان لائے والے ۱۱۶ اور کیا ہوا ہی تمکو کہ نہیں کھاتے اُسکو
 جسپر خدا کا نام لیا گیا ہی حالانکہ بے شک مفصل بیان کر دیا ہی (خدا نے) تمہارے
 لئے جو چیز کہ تم پر حرام ہی مگر وہ کہ جسپر (یعنی جسکے کھانے پر) تم لچار ہو
 (یعنی بھالت کرسنگی شدید) اور بے شک بہت سے اہل گمراہی کرتے ہیں بسبب اپنی
 ہوائے نفسانی کے بغیر جاننے کے بے شک تہرا خدا وہ خوب جانتا ہی زبانتی کرے والوں کو ۱۱۷
 اور چہرہ ظاہر کے گناہ اور باطن کے گناہ بے شک جو لوگ گناہ کھاتے ہیں جلد بدلا دیتے
 جاوینگے اُسکا جو وہ کرتے تھے ۱۱۸ اور مت کھاؤ جسپر خدا کا نام نہیں لیا گیا اور بے شک
 وہ (یعنی اُسکا کھانا) برا کام ہی، اور بے شک شیطان

لِيُوحِیْنَ اِلَیْ اَوْلِیَآءِهِمْ لِيَبْجَادِ لَكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمْوْهُمْ
 اَنْتُمْ لَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوْ مِنْ كَانَ مَبِیَّتًا فَاحِیْنَهُ وَجَعَلْنَا لَهُ
 نُوْرًا یَمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ
 بِخَارِجٍ مِنْہَا كَذٰلِكَ زَیِّنَ لِلْكَافِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
 وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكْبَرًا مَّجْبُوْمِیْہَا لِيَمْكُرُوْا فِیْہَا
 وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْہُمْ
 اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رَسُلُ اللّٰهِ
 اللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ سَیَصِیْبُ الَّذِیْنَ اٰجَرَمُوْا

﴿۱۲۱﴾ (. مثل ما اوتی رسول اللہ) کافروں کے اس قول پر کہ ” ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمکو اُس کے مثل ندیا جاریے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہی “ حسن اور ابن عباس کا قول ہی کہ اس سے کافروں کی یہ مراد تھی کہ جب تک ہمکو ویسے ہی معجزے نہ دکھائے جاویں جیسی کہ انبیاء سابقین نے دکھائے تھے اُسوقت تک ہم ایمان نہیں لائیں گے مگر امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہی قول قوی وہ ہی جو محققوں نے کہا ہی ، یعنی کافر چاہتے تھے کہ آنحضرت صلعم جو خدا کو طرف سے یہ ہمپر ہونے کا دعوی کرتے ہیں جب تک ہمارے پاس بھی خدا کی طرف سے کوئی پوچھام نہ آوے ہم ہرگز ایمان نہیں لانے کے اُسی کے جواب میں خدا نے فرمایا ” اللہ اعلم حث یجعل رسالتہ “ یعنی خدا کی طرف سے پوچھام آنا تو نبوت ہی ہو کسکو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ خدا خوب جانتا ہی کہ کسکو نبوت دے •

(. حث یجعل رسالتہ) یہ بھی ایک دقیق مسئلہ ہی ہم نے جاہجا بیان کیا ہی کہ نبوت بطور ایک ایسے منصب کے نہیں ہی جیسی کہ کوئی بان شاع کسکو کوئی منصب دیدیتا

اپنے دوستوں کے (دل میں) دوسرے ڈالتے ہوں کہ تم سے چھوڑا کریں اور اگر تم انکی
 بعداری کرو تو بے شک تم مشرک ہو گے (۱۲۱) کیا وہ شخص جو مردہ (یعنی کافر) تھا پھر
 ہم نے اُسکو زندہ (یعنی ایمان والا) کیا اور ہم نے اُسکے لئے نور پیدا کیا کہ اُسکے ساتھ
 لوگوں میں چلتا ہی اُس شخص کی مانند ہی جسکی مثال ایسی ہی کہ اندھیروں
 میں پڑا ہی اور اُن سے نکلنے والا نہیں، اسی طرح اچھا کردہ کیا گیا ہی کافروں کے لئے
 جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۱۲۲) اور اسی طرح ہم نے ہر گانوں میں اُسکے بدکاروں کو صدار
 کر دیا ہی تاکہ وہ اُس میں مکر کریں اور وہ مکر نہیں کرتے مگر آپ اپنے ساتھ اور نہیں
 دلتے (۱۲۳) اور جبکہ اُنکے پاس کوئی نشانی اُنہی ہی تو کہتے ہوں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں
 دے گئے جب تک ہمکو اُسکی مثال ندیا جاریہ جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہی، اللہ
 خوب جانتا ہی کہ کس جگہ رکھے ایلہی پیغمبری کو، قریب ہی کہ پہونچے گی اُن لوگوں
 کو جو گناہ کرتے ہوں

ہی بلکہ نبوت ایک فطری امر ہی اور جس کی فطرت میں خدا نے ملکہ نبوت رکھا ہی
 وہی نبی ہوتا ہی اور اسباب کو ہم نہیں مانتے کہ سب انسان ایک سے ہوتے ہوں اور اُن
 میں سے جس کو خدا چاہنا ہی نبی اور پیغمبر کر دیتا ہی •

یہ تحقیق کچھ ہماری پیدا کی ہوئی نہیں ہی بلکہ اسباب میں قدیم سے علما کی دو
 رائیں ہیں بعض علما کی یہ رائے ہی کہ سب انسان برابر ہوں اُن میں سے اللہ جسکو چاہتا
 ہی درجہ نبوت دے دیتا ہی - اور بعض علما کی یہ رائے

ہی کہ نبی از روئے فطرت و خلقت کے نبی ہوتا ہی چنانچہ
 اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر
 کبیر میں یہ دونوں قول نقل کیئے ہیں مناسب معلوم
 ہوتا ہی کہ ہم بھی اس مقام پر اُن دونوں قولوں کو نقل کر دیں
 وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات جاننی چاہیئے کہ اس مسئلہ
 میں لوگوں نے اختلاف کیا ہی بعضوں نے کہا ہی کہ نفوس

و اعلم ان الناس اختلفوا في
 هذه المسئلة فقال بعضهم النفوس
 والارواح متساوية في تمام الماهية
 فتحصل النبوة والرسل لبعضها
 دون البعض نشريف من الله و
 احسان وتفضل - وقال الآخرون
 بل النفوس البشرية مختلفة

مِّنَ الْإِنسِ وَقَالَ أُولِيئِهِمْ مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ
وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٍ لِّكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذَلِكَ نَقُولُ بَعْضُ
الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ

ہی اسی سبب سے ہم تو کہتے ہیں کہ البنی نبی فی بطن امہ اور امام صاحب یوں کہہ سکتے
کہ بعض انسان قابل للنبوة فی بطن امہ اما ان یوتی اولاً *

شاہ ولی اللہ صاحب بھی تمام باتوں میں اسی رائے کے مؤید معلوم ہوتے ہیں انہوں نے صاف
لکھ دیا ہے کہ یہ رائے کہ نبوت منحصر خدا کا فضل ہی قرون اولیٰ کی نہیں ہے چنانچہ
شاہ صاحب کا قول یہ ہے کہ "نبوت کی یہ
حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح
کا ارادہ کرے اور اُنکی طرف ایک خاص توجہ
اور عنایت مابل کرے (تدلی کے لغوی معنی
ہیں تول کا کوئی مہو لنگنا) بسبب وجود کے
جو قائم ہو ایک انسان کامل اور پاک طیف
عمدہ خصلت میں جسکا لطیفہ انسانی بیدار
اور خبردار ہو" •

یہ شبہ نکلیا جاوے کہ سب علماء اسلام
کا یہ قول ہے کہ نبوت منحصر خدا کا فضل
ہی بندہ کی خصوصیت کو اس میں کچھ
دخل نہیں ہے اور اس تمہاری تقریر سے اُنکے اُمے
ایک خصوصیت استعداد کی ثابت ہوتی ہے
اسلئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قول بہت
بہتر ہے بعد انقضاء قرون مشہود لها بالتذکر کے
پڑا ہوا ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع

حقیقۃ النبوة ان یزید اللہ بعبادۃ اصلاحاً فی تدلی
الہم بوجوب شبہ الوجود العرضی مایم برجل زکی
الفطرۃ ثم الاخلق تلعبہ منہ اللطیفۃ الانسانیۃ
لا یتال ذہب علماء اہل السنۃ الی ان النبوة
منحصر فضل من اللہ تعالیٰ من غیر خصوصیت
من العبد و انت تثبت لہم خصوصیت فی
استعداد ہم لانا نقول ہذا قول نشاء بعد القرون
المشہود لها بالتذکر فان مدلول کتاب والسنۃ
وما اجمع علیہ السلف ہوان التخصیصۃ التي
توجع الی كثرة الاعمال وصباحۃ الوجه وغیر
ذلک من الصفات التي یفتخر بها العامة
لادخل لہا فی النبوة و کان الکفار یقولون اما
کان اللہ یجد رجلاً لرسالته سوی یتهم ابی طالب
لولا انزل القرآن علی رجل من القرینین عظام
فکشفہ اللہ تعالیٰ الشبہ واشبع فی الرد واما
الصفات الباطنیۃ التي یتکلم فہا فلاشبہ ان
الانبیاء اتم الخلق فہا و اقوام اخلاقاً و ازکام
نفسا من انکر ذلک لا یستحق ان یتکلم بہ

انسان میں یہ کہہ دیجئے اُن کے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ایک نے دوسرے سے فائدہ اُٹھایا (معنی اُن کو خدا نہیں مانا یا کہ فائدہ اُٹھانے کے لئے اُن کی پرستش کی) اور ہم پہنچ گئے اپنی مہلک جہنم کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی (خدا) کہہ دیا کہ اگ تمہارے نہیں کرنے کی جگہ ہی ہمیشہ اُسی میں رہو گے (کیونکہ وہ شرک فی العبادت کرتے تھے اور اعتقاداً صفاتِ باری میں مشرک تھے) مگر جو چاہے اللہ نے شک نہرا پروردگار حکمت والا ہی جانتے والا (۱۲۸) اور اسی طرح ہم غالب کر دیتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر سبب اُس کے جو وہ کہتے تھے (۱۲۹) اے گروہ جن و انس نے

لبعدہ عن سیر الانبیاء راسا المربی ان هو قل
کیف قال و کذلک الانبیاء تبعات فی نسب
قومها وبالجملة فللرسالة رکذان رکن فیلکون
الرسول و رکن تدل و تدبیر من المرسل
(تفسیرات)

سب سے پہلے آیت ہی کے خصوصیت کہہ
مال اور خوبی چہرہ کو (اور ایسی ہی اور
صفات جنکو عام لوگ موجبِ دخل جانتے
ہوں) نبوت میں کچھ دخل نہیں ہی

کفار یہہ کہا کرتے تھے کہ خدا کو اس ابوطالب کے پیغم کے سوا کوئی آدمی رسالت کے لئے نما
کوں نہ اوتارا گیا یہہ قرآن اُن دنوں شہروں کے کسی بڑے آدمی پر خدا تعالیٰ نے اس شہر
کو کھول دیا اور صاف طرح سے اُنکے قول کو رد کر دیا اور صفاتِ باطنیہ جن میں ہم کلام
کرتے ہیں وہ ہمشہہ انبیاء میں بہت زیادہ تھیں انبیاء سب خوبیوں نے پوری طرح سے
جامع تھے اُنکے اخلاق بہت اچھے تھے وہ نہایت پاک ذات تھے جو اس کا منکر ہی وہ کسی
طرح اس لائق نہیں ہی کہ اُس سے کلام کیا جاوے کہ وہ انبیاء کے خصائل اور خوبیوں سے
بالکل دور ہی کیا نہیں معلوم ہی کہ ہرقل نے کہا تھا کہ انبیاء ایسے ہی ہوتے ہیں اپنی
فہم کے عمدہ خاندان میں سے بھیجے جاتے ہیں حاصل کلام یہہ ہی کہ رسالت کے دو رکن
ہیں ایک رکن استعداد اور قابلیتِ نبی کا اور دوسرا رکن توجہ اور عبادت اور تدبیر الہی *
(۱۳۰) (پامعشر الجن والانس) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو گروہوں کو یعنی جن و
انس کو مخاطب کیا ہی اور پھر فرمایا ہی کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے یعنی تمہاری
جنس میں سے رسول نہیں آئے — اس پر مفسرین نے بحث کی ہی کہ آیا جنوں کی گروہ
میں سے اُن کے لئے بھی پیغمبر رسول ہوئے تھے یا نہیں — ضحاک کا قول ہی کہ جس طرح
انسانوں میں انسان پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اسی طرح جنوں میں سے جن اُنکے لئے پیغمبر
مبعوث ہوئے ہیں — اور اکثر علماء کا قول ہی کہ پیغمبر صرف انسان ہی ہوئے ہیں جنوں
میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا جنوں کے لئے بھی وہی انسان پیغمبر مبعوث ہوتا ہی *

يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَتِي

یجہل صدرہ ضیقاً خرچا کا نما یصعد فی السماء “ پھر اُنہی دنوں گروہوں کو قیامت کے دن اکٹھا کرنا کہا ہی ان لفظوں سے کہ “یوم ننجسہم جمعاً” ہم کی ضمیر اُنہی دنوں گروہوں کی طرف، اجمع ہی اور جنوں کی دوستش کا کچھ ذکر نہیں ہی دفعناً فرمایا “یا معشر الجن قد استكثر من من الانس” یہ صاف قریفہ اس بات کا ہی کہ یہ جملہ خطابیات نے طور پر مشرکین کے الزام دینے کر اُن کے خیالی معبودوں کو خطاب کر کے فرمایا ہی کہ تم نے اپنے بہت سے بڑے کر لئے ہوں — اس خطاب کا جواب جنوں کی طرف سے سچہ نہیں دیا بلکہ مشرکین جو عقیدہ جنوں کی دوستش کی نسبت رکھتے تھے اُس کو بھان کہا ہی کہ ہم تو ایک دوسرے سے نفع اُٹھانے کی غرض سے اُن کی پرستش کرتے تھے اور شریک ذات باری نہیں جانتے تھے — اُس پر خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ “الفرار مثوا کم” یعنی تمہاری جگہ آگ ہی — اور یہ ایک نہایت موز اور فصیح و بلیغ طرز تفریر ہی اس بات کے سمجھانے کو کہ خدا کے سوا دوسرے کی پرستش گو کہ الہ اعتقاد کر کے نہو شرک اور باعث دخول نار ہی کیونکہ وہ بھی شک فی العبادت اور شرک فی الصفات میں داخل ہی — پس اس طرح سے جنوں کو مخاطب کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فی الواقع جنوں کی ایسی ہی مخلوق ہی جیسی کہ مشرکین عرب یغیوں کرتے تھے یا جس طرح کہ مسلمان عالموں نے لکھا ہی *

سورة سبا کی آیت میں دوسرا طرز تجاہل عارفانہ اختیار کیا ہی کیونکہ یہ بات معلوم تھی کہ مشرکین جنوں کی پرستش کرنے تھے ناوجوہ اس علم کے خدا فرشتوں سے جو مشرکین کے نزدیک بھی جنوں سے بڑے تھے پوچھوگا کہ کیا مشرکین تمہاری پرستش کرتے تھے ملائکہ جواب دیں گے کہ نہیں جنوں کی پرستش کرتے تھے جن کو ملائکہ سے مشرکین بھی کم درجہ کا سمجھتے تھے اور اس طرز بھان سے جنوں کی پرستش کی زیادہ تحقیر نکلتی ہی — مگر کہہ سطور جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا جہساکہ بھان کیا گیا ہی ثبوت نہیں ہوتا *

سورة انعام میں ایک جگہ خدا نے فرمایا ہی کہ مشرکین نے جنوں کو خدا کا شریک

مذایا ہی حالانکہ اُن کو یعنی مشرکین کو خدا نے پودا کہا

ہی — ہم کی ضمیر جن کی طرف پھر نبی اسلمیئے تھیک

نہیں ہی کہ مشرکین جنوں کو غیر مخلوق نہیں سمجھتے

تھے اور اس صورت میں و خلقہم کے لفظ سے کچھ معنی

و جعلوا اللہ شریکاً الجن و خلقہم و خرقواہ بطن و بغات بغیر علم سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون (انعام ۱۰۰)

بھان کرتے تھے تمہارے سامنے میری نشانیاں

فائدہ یہی ہوتا اور مشرکوں کی طرف ضمیر پھرنے سے اسباب کے انتہاء کا فائدہ ہی خالق ہی مستحق عبادت ہی نہ کوئی مخلوق *

اس آیت میں صرف مشرکوں کے اعتقاد کا ذکر ہی مگر اس سے نہ جنوں کی فی الواقع ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت ہی جو کہ مشرکوں اعتقاد کرتے تھے اور نہ خدا کے بھٹے اور بھانوں کے ہونے کا ثبوت ہی *

سورة اعراف میں خدا تعالیٰ نے ابلہس کا دل نقل کیا ہے کہ اُس نے آدم کو سجدة نکرنے میں پہلے کہا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے منکھو آگ سے پیدا کیا ہی اور آدم کو مٹی سے *

خلق الانسان من صلصال کالفخار اور سورة الرحمن میں فرمایا ہے کہ ”پیدا کیا انسان وخلق الجن من نار سارج من نار کو سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو بھونکی آگ سے * (الرحمن ۱۳ و ۱۴)

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون والجن خلقناه من نؤیل من نار النہیم (حبیر - ۲۶ و ۲۷)

اور سورة کہف میں فرمایا ہے کہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدة کرو تو فرشتوں نے سجدة کیا مگر ابلہس نے کہ وہ جنوں میں سے یعنی سرکشوں میں سے تھا *

ان آیتوں کے بیان کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ابلہس کی خلقت بھی نار سے بھان ہوئی ہے اور سورة کہف میں ابلہس پر جن کا اطلاق ہوا ہے اور سورة الرحمن اور سورة حجر میں انسان کے پیدا کرنے کے ساتھ جو جان کے آگ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے اُس سے وہی ابلہس مراد ہے مغربی للانسان اور ہم بھان کرچکے ہوں کہ وہ کوئی وجوہ خارج از انسان نہیں ہے اور اسلئے ان آیتوں سے جنوں کی کئی ایسی مخلوق پر جسکا یہی مشرکوں کرتے تھے استدلال نہیں ہو سکتا انسان کے قوا میں سے اُس قوت کا جس پر شہطان کا اطلاق ہوا ہے آگ سے یا حرارت سے پیدا ہونا ایسا قویک اور بالکل سچ ہے کہ اُس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا باقی جو امور ان آیتوں سے متعلق ہیں اُنہر بحث اُس مقام پر کریں گے جہاں اُن کی تشہیر لکھی ہے *

اور تمکو ذرا تھ تھ تمہارے اس دن کے ملنے سے ،

حضرت سلیمان کے قصہ کو دہلوی چواغ نامی صاحب نے جو عربی اور عبری زبان سے بخوبی واقف تھے ایک رسالہ میں نہایت عمدگی سے لکھا ہے جسکو ہم حضور سلیمان کے قصہ میں بہ تفصیل لکھیں گے اس مقام پر صرف چند الفاظ متعہد نہا کہ ان آیتوں میں جو جن کا لفظ آیا ہے اُس سے وہ لڑائی و جنگی آجہی مراد نہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بہت المقدس ہونے کا کام کرتے تھے اور جن پر بہت وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگوں اور ہزاروں میں چھائی رہنے میں اور نیز بہت مہر اور طاقت ور اور محتنتی ہونے کی جن کا اطلاق ہوا ہے اس سے وہ جو مراد نہیں ہیں جسکو مشرکیوں نے اپنے خیال میں ایک منخاق مع اُن اوتہ کے جو اُن کے ساتھ منسوب کیئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں :

عبری زبان میں سند اور شدہ معنی دیو اور جن کے ابا ہے اور نیز ڈاکوؤں اور شرور آدمیوں پر اسکا اطلاق ہوا ہے — عربی زبان میں وحشی اور قوی آدمیوں پر جن کا لفظ بولا گیا ہے — ومن اعدا العرب — جن اللہ چمالہ ، ای التجبال الی یسکنہا ای کبر اللہ فہما الجن ای اوحشہا (شرح امثال میدانی) *

نابغہ ذہبانی شاعر جاہلی کہتا ہے *

سہیں من صداد الحديد کاہم * نحت السنور جاة المقار

یعنی اُن کے بدن میں بدبو ہو گئی ہوتے کے رنگ سے گویا کہ وہ — زرے کے نیچے بنار کے جن ہیں *

زہیر ابن سلمی جاہلی شاعر کہتا ہے *

اذا فزعوا مارر الی مسعہم * طوال الرماح لاصعاف والازل

یعنی جب وہ لوگ جوش میں آتے ہیں تو دوزخ جاتے ہیں اپنی پناہ مانگنے والے کے پاس — لہذا نیزے لیکر نہ وہ کمزور ہیں اور نہ بے ہتھیار *

بخیل علیہا جنة عبقرية * جد یرون بوما ان یالوا فیستعلوا

گہوڑوں پر کہ اُن گہوڑوں پر جن عبقری ہے — البقی ہیں لڑائی کے دن کہ اپنا مقصد پاویں اور غالب ہوں *

جن اذا فزعوا انس اذا امنوا * ممر دون بہا لکل اذا جہدوا

جن ہیں جبکہ جوش میں آتے ہیں اور انس ہیں جبکہ امن میں ہوتے ہیں — دراز قد ہیں خفہ رو ہیں جبکہ وہ کوشش کرتے ہیں *

قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّبْنَاهُمْ نَارَ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۳۹﴾

سورة نمل میں بھی کہ جب حضرت سلیمان نے بالقدس کا تخت ملگنا چاہا تو جنوں
قال مغریت من الجن ان انیک ہے میں سے ایک عفریت نے کہا کہ میں اس سے پہلے کہ آپ
قبلی ان رسوم من مقامک اپنی جگہ سے اُٹھیں آپ نے پاس لا دیتا ہوں اس آیت
(نمل - ۳۹)

چھوڑتے صرف انہی بات بناتے ہیں کہ قاموس میں لکھا
ہی کہ عفریت ذہنی ہیں رجل کامل ضابطہ قوی — یعنی موٹے مستند مضمبوط آدمی کو
اور جن کا اطلاق جیسویک ہم نے ابھی بیان کیا صحرائی اور پہاڑی آدمیوں پر جو حضرت
سلیمان کے ہاں حملہ کا اور اور قسم کا ظلم کرتے تھے ہوا ہی پس آیت کے معنی نہایت
صاف ہیں کہ ایک قوی مضبوط پہاڑی آدمی نے کہا کہ میں ابھی اُس تخت کو جو حضرت
سلیمان کے توشہ خانہ میں موجود تھا نہ ملک سبا میں اُٹھا لانا ہوں *

سورة جن میں تین جگہ لفظ جن ابابہ اور اُسی مضمون کی ایک آیت سورة احقاف
میں ہی عرب کے مشرکین کی عادت تھی کہ چھپ
چھپ کر آنحضرت صلعم کی باتوں سنا کرتے تھے یہود
لینے اور غصائی کرنے کو انہی لوگوں میں سے جبکہ وہ چھپکر
باتوں سنتے تھے چند آدمیوں نے آنحضرت صلعم کو قرآن
پڑھتے سنا اُن کے دل پر اثر ہوا اور انہوں نے اُس کو سمجھ اور

قل اوحی الی انہ اسمع
نفر من الجن (سورة جن - ۱)
و انا ظننا ان لن نقول الا
والجن علی اللہ ذبا (سورة جن -
۵)

منزل من اللہ جانا انہی کا ذکر ان آیتوں میں ہی اور جو
کہ لا معلوم شخص تھے اور چھپکر سگتے تھے اُن کی نسبت
لفظ جن استعمال ہوا ہی — اسباب کا ثبوت کتوہ جن بمعنی
— تعارف نہ تھے بلکہ انصار تھے خود اُسی سورة میں موجود
ہی — جہاں اُن کے عقاید کا ذکر ہوا ہی — کیونکہ اُن
میں سے بعض نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے نہ کوئی جوڑو کی

و انہ کان رجال من الانس
يعوذون برجال من الجن
(سورة جن - ۶)
وان صرفنا الیک نفرا من الجن
يستمعون القرآن (سورة احقاف
— ۲۸)

ہی اور نہ اُس کے کوئی بیٹا ہی ہمارے پیشواؤں نے خدا پر تہمت لگائی تھی — حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا سمجھنا عیسائیوں کا عقیدہ ہی پس جو
لوگوں نے اُس عقیدہ کے غلط ہونے کا اقرار کیا بیشک وہ عیسائی تھے *

وہ کہہ دیتے ہم اپنے ہر آپ گواہی دیتے ہیں اور فریب دیا اُن کو دنیا کی زندگی نے اور گواہی

دی انہوں نے اپنے ہر آپ کے وہ کافر تھے (۱۳۰)

اور بعضوں نے کہا کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو جنتوں سے پناہ چاہتے تھے یہہ طریقہ عرب کے دست دوست آلہوں کا تھا اور جن لوگوں نے اس عقیدہ کو قرآن سنکر غلط سمجھا بلا شبہ وہ لوگ عرب کے دست دوست تھے •

اور بعضوں نے کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ خدا کی پیغمبر کو نہیں بھیجتے گا یہہ عقیدہ یہودیوں کا تھا وہ سمجھتے تھے کہ جب شریعت موسیٰ کو دی گئی تھی وہ ابدی ہے اب کوئی پیغمبر صاحب شریعت مبعوث نہیں ہونے کا جن لوگوں نے قرآن سنکر اس عقیدہ کو غلط جانا اور ایمان نہ بریقین کیا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور پیغمبر پر نازل ہوا ہے اور ایک پیغمبر آخر الزماں صاحب شریعت مبعوث ہوا ہے وہ لوگ بلا شبہ یہودی تھے •

اور بعضوں نے کہا کہ ہم جو بھتہ بھتہ کر آسمانوں میں سے شہب کی باتیں سنتے تھے اب سننے والوں پر شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں اس کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے مجوسی آتش پرست تھے اُس فرقہ کے پیشوا نجوم پر یقین رکھتے تھے اور ستاروں کے مقامات سے عیب کی خبریں دیتے تھے اور ہر ایک کے لئے پہلائی برائی بگلاتے تھے پس جن لوگوں نے قرآن مجید سنکر اس عقیدہ کو غلط سمجھا اور ایمان لائے کہ نجومی چھوٹے ہیں اور شہب کی بات کوئی نہیں جان سکتا اور خدا کو نہ کوئی ہوا سکتا ہے اور نہ اُس کو جیت سکتا ہے نہ اُس سے بھاگ سکتا ہے بلاشبہ وہ لوگ مجوسی تھے یعنی آتش پرست •

حسن کا قول ہے کہ ”ان قدیم یہود و نصاریٰ و مجوس و مشرکین (تفسیر کبیر) معنی قرآن سننے والوں میں یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین تھے اور اس قول سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سننے والے انسان تھے نہ جن بمعنی متعارف اور یہہ کہنا کہ جنوں میں بھی یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین ہوتے ہیں ایک ایسی بات ہے کہ جسکو کوئی ذی عقل تو نہیں کہہ سکتا •

علاوہ ان آیتوں کے چودہ آیتوں قرآن مجید میں اور ہیں جن میں جن و انس کا لفظ آیا — یا معشر النجی والانس المذکور رسل سابقہ سابقہ آیا دی مگر اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ان سب آیتوں میں جن

ذَٰلِكَ اَنْ تُمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكُ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَّ اَعْمَاهَا غَافِلُونَ ﴿۱۳۱﴾
وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّنْ اَعْمَالِهِمْ مَا بِرَبِّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۲﴾
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَشَآءْ يَفْضَحْكُمْ وَّ يَسْتَخْلِفْ
مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَآءُ كَمَا اَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَةِ قَوْمٍ اٰخَرِينَ ﴿۱۳۳﴾
اِنْ مَا تَوَعَّدُونَ لَآتٍ وَّ مَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يَقُومُ
اَعْمَالُكُمْ اِنِّي مَكَانَتِكُمْ اِنِّي عَامِلٌ فَاَسُوفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۵﴾
تَكُوْنُ لَكُمْ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳۶﴾

کا اٹلحق وحشی بدوی جنگل و پہاڑ کے رہنے والوں پر ہوا ہی ان دونوں لفظوں کے ساتھ لائے سے ہر قسم اور ہر درجہ کے آدمیوں کا حصر مقصود ہی خدا پر اور اُسکے احکام پر ایمان لانے اور اعمال بد کی سزا پانے میں کیونکہ شہری و دیہاتی وحشی اور انسی تربیت یافتہ و نا تربیت یافتہ مہلب و نا مہلب سویلوزہ اور بار بیورین سب کے سب اُس پر مکلف ہیں *

ایک ہمارے دوست نے ہم سے کہا کہ جب تم نے سورۃ انعام کی ایکسو آیتاں سویں آیت میں جہاں لفظ ”یومعشر الجن“ ہی لفظ

۲ — قُلْ اِنْ اٰخْتَمَعْتُ الْجَنُّ وَالْاِنْسَ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا السَّوْرِ اِلَّا يَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (سورۃ اسری ۹) ۳ — وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِطِيْنَ وَالْاِنْسِ وَالْجِنِّ (سورۃ انعام — ۱۱۲)

۴ — قَالَ اَدْخُلُوْا فِیْ اِمَمٍّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی الدَّارِ (اعراف — ۳۶) ۵ — وَلَقَدْ ذَرَاْنَا الْجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (اعراف — ۱۷۸)

۶ — وَحٰشَ لِمُسْلِمٰنٍ جُنُوْۤهٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُوْنَ (نمل — ۱۷)

۷ — وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِی اِمَمٍّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَنْهُمْ كَانُوْا خَاسِرِيْنَ (فصلت — ۲۴)

۸ — وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رِیْقًا اَرٰنَا الَّذِيْنَ اٰهْلَلْنَا مِنْ جَنِّ وَالْاِنْسِ (فصلت — ۲۹)

یہ اس لئے تاکہ تمہارا پروردگار شہرہاں کو (اُن کے دہلیے والوں کی) زبانوں کے سبب ایسی حالت میں ہلاک کرے والا نہ ہو کہ اُس کے لوگ غافل ہوں ﴿۱۳۱﴾ اور ہر ایک کے لئے درجہ ہیں اُس پر جو اُنہوں نے کیا ہی اور تمہارا پروردگار بے خبر نہیں ہی اُس سے جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۳۲﴾ اور تمہارا پروردگار بے پرواہ ہی رحمت والا اگر چاہے تمکو دور کر دے اور تمہارے بعد جسکو چاہے جانسیں کرے جس طرح کہ تمکو پودا دیا دوسری قوم کی نسل سے ﴿۱۳۳﴾ بے شک جسکا وعدہ تم سے کیا جاتا ہی ضرور آئے والا ہی اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ﴿۱۳۴﴾ کہدے اے مادی قوم عمل کرو اپنی جگہ پر بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر تم جلد جان لوگے ﴿۱۳۵﴾ کون شخص ہی کہ ہوگی اُسکے لئے آخر کار (بیلائی آخرت کے) گھر کی بے شک نہیں فلاح پانے کے ظالم ﴿۱۳۶﴾

۹ — اولئك الذين حق عليهم القول في امم قد خلت من قبلهم من النجى والانس انهم كانوا خاسرين (احصاف - ۱۷)

جن سے وہی معنی متعارف مران لئے ہیں گو بطور خطابیات کے اُس کو قرار دیا ہی تو یہی لفظ اسی سورة کی ایک سو تیسویں آیت میں اور سورة الرحمن کی تینتیسویں آیت میں آیا ہی اور اُن دونوں مقاموں میں وحشی آدمیوں کے معنی لئے ہیں اس تفرقہ کا کیا سبب ہی —

۱۰ — يا معشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض (الرحمن - ۳۳)

۱۱ — فيومئذ لا يسال عن ذنبه انس ولا الجن (الرحمن - ۳۹)

۱۲ و ۱۳ — فهين قاصرات الطرف لم يطمثهن انس قبلهن ولا الجن (الرحمن ۵۶ و ۷۳)

۱۴ — و ما خلقت الجن و الانس الا لعبدون (ذاریات - ۵۶)

ہی اور اُس کے بعد کی اور سورة الرحمن کی آیت میں یا معشر الجن والانس کہا ہی پس جو تفرقہ خود خدا نے اپنے کلام میں کہا ہی وہی تفرقہ ہم نے اُس کی مران میں بتایا

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا
لِلَّهِ بَزَعْنَاهُمْ وَهَذَا أَشْرَكَائُنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ
وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُمْ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٧﴾
وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ
لِيُزَوِّجُوهُمْ وَلِيَأْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ
فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حَبَّرَ
لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بَزَعْنَاهُمْ وَأَنْعَامٌ حَرَّمَتْ ظُهُورُهَا
وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ أَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِمْ سِيَئَازِيهِمْ
كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٩﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِذِكْرِنَا وَمَنْكُومٍ عَلَى أَنْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مِثْقَلُهُمْ فِيهِ
شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٤٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ
قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى
اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٤١﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ
مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكَلُهُ

اور انہوں نے اللہ کے لیئے مقرر کیا ہی کھینچی اور مویشی میں سے حصہ پھر کہہ رہیں
 موافق اپنے گمان کے نہ بہہ اللہ کے لیئے ہی اور یہ مصرعے منور کیئے ہوئے شریکان خدا کے
 لیئے پھر جو کچھ کہ ان کے مقرر کیئے ہوئے شریکوں کے لیئے ہیں وہ نہ اللہ تک نہیں
 پہنچتا، اور جو کچھ اللہ کے لیئے ہی نہ وہ ان کے مقرر کیئے ہوئے شریکوں تک پہنچتا ہی
 کیا برا ہی جو انہوں نے فیضان کیا ہی ﴿۱۲۲﴾ اور اسی طرح ان کے منور کیئے ہوئے
 نے اچھا دکھایا ہی بہت سے مشرکوں کو اپنی اولاد کے مار ڈالنے کو فائدہ وہ ان کو مار ڈالیں اور
 تائب مشمبیہ ہو جاوے ان پر ان کا دیں اور اگر چاہنا اللہ تو وہ اس کو نکرتے پھر چھوڑ دے
 ان کو اور اس کو جو کچھ کہ وہ بہتان بندی کرتے ہیں ﴿۱۲۳﴾ اور انہوں نے کہا کہ یہ مویشی
 اور کھینچی اچھوتی ہی اس کو کوئی نہ کھارے بخیر اس کے جس کو ہم موافق اپنے گمان کے
 چاہیں (یعنی کھانے کے لائق سمجھیں) اور مویشی ہی نہ ان کی ہڈیوں حرام کی گئی
 ہیں (یعنی ان پر سوار ہونا حرام ٹھہرایا) اور مویشی ہی کہ اسپر (بوقت ذبح) خدا
 کا نام نہیں لیتے بہتان بندی کر کے خدا پر قریب ہی کہ خدا ان کو سزا دینا سبب اس پر
 جو بہتان بندی کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾ اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ اس مویشی کے پیت میں ہی
 وہ خالص ہمارے مردوں کے لیئے ہی اور ہماری عورتوں پر حرام ہی اور اگر برا ہوا ہو تو ہم
 سب اس میں شریک ہیں بدلا دینا ان کو اللہ ان کی مانوں پر بے شک وہ حکمت والا
 ہی جاننے والا ﴿۱۲۵﴾ بے شک توفیق میں بڑے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بدوزی
 بغیر علم کے مار ڈالا اور حرام کر لیا اس کو جو رزق دیا تھا ان کو اللہ نے بہتان بندی کر کے خدا
 پر بے شک وہ گمراہ ہوئے اور ہدایت دئے ہوئے نہ تھے ﴿۱۲۶﴾ وہ ہی جس نے پیدا کیا
 مانوں کو تافت پر پھیلے ہوئے اور بغیر تافت کے کھڑے ہوئے اور کھجور کے درختوں کو اور کھدیی کو

طرح بطرح کے ہیں اس کے پہل

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَانَ مَتَشَابِهًا وَغَيْرَ مَتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا
 أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
 الْمُسْرِفِينَ ﴿١٣١﴾ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ مِمَّا رَزَقَكُمُ
 اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٣٢﴾
 ثُمَّ نَزَّلْنَا آيَاتٍ مِنْ النَّارِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْرِاثَيْنِ قُلِ الذَّكْرَيْنِ
 حَرْمٌ أَمْ الْإِنْثَيْنِ أَمْ أَمَّا شَتَمْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامَ الْإِنْثَيْنِ نَبِّئُونِي
 بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٣٣﴾ وَمِنَ الْأَبْلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ
 قُلِ الذَّكْرَيْنِ حَرْمٌ أَمْ الْإِنْثَيْنِ أَمْ أَمَّا شَتَمْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامَ
 الْإِنْثَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِنْ وَصَّكُمْ اللَّهُ بِهِذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ
 أَذًى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنْ اللَّهُ
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٣٤﴾ قُلِ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ
 مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِيتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا
 أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أَهُلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
 فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣٥﴾

اور زمینوں کو اور امار کو کہ ایک سے بھی ہیں اور ایک سے بھی نہیں کھاؤ اُسکے پھل کو جب پھلے اور نہ اُسکا حق اُسکے گائے کے دین اور اسراف نہ کر بے شک خدا دوست نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو (۱۳۶) اور (پیدا کیا) موشی میں سے بوجھ اُتھانے کو اور فرش بنانے کو، کھاؤ اُس سے جو رزق دیا ہی اللہ نے تمکو اور پھر وہی نکرو شیطان کے قدموں کی بے شک وہ تمہارے لیے کھلا ہوا دشمن ہی (۱۳۷) آتھ جوڑے (بوجھ اور فرش والی موشی ہے) دو بھیڑ میں سے، دو بکری میں سے، کہہ کہ کیا دونوں نروں کو حرام کھا ہی یا دونوں ماداؤں کو یا اُسکو جسکو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لے لیا ہی، مجھکو بتلاؤ دلیل سے اگر تم سچے ہو (۱۳۸) اور اونٹ سے دو، اور بیل سے دو، کہہ کہ کیا دونوں نروں کو حرام کھا ہی یا دونوں ماداؤں کو یا اُسکو جسکو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لے لیا ہی، کیا تم گواہ تھے جب خدا نے تم کو اسکا حکم دیا تھا، پھر کون زیادہ ظالم ہی اُس سے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا تاکہ گمراہ کرے آدمیوں کو بغیر علم کے بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (۱۳۹) کہدے (اے پیغمبر) میں نہیں پاتا اُس میں جو مجھ پر وحی کی گئی ہی کہ حرام کیا گیا ہی کسی کھانے والے پر جو اُسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ مرا ہوا ہو یا (رگوں میں سے) بہا ہوا خون ہر یا سور کا گوشت ہو پھر بے شک وہ ناپاک ہی یا فسق ہو کہ اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو کوئی (فاتوں کے مارے) مضطرب ہو بغیر نافرمانی بردار ہونے یا حد سے گذرنے والے کے (اور ایسی حالت میں بغیر حاجت اُس میں سے کھالے) تو بے شک تیرا پروردگار بخشنے والا ہی مہربان (۱۴۰)

۱۔ آتھ سورۃ النعام پر سورۃ ۱۰۰ - ۱ - سورۃ نور و مادہ - ۲ - اُنکے پیٹ کے بھی نہ و مادہ - ۳ - بکری نور و مادہ - ۴ - اُنکے پیٹ کے بھی نہ و مادہ - ۵ - اونٹ نور و مادہ - ۶ - اُنکے پیٹ کے بھی نہ و مادہ - ۷ - بیل نور و مادہ - ۸ - اُنکے پیٹ کے بھی نہ و مادہ -

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ
وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شَعِثَهُمَا إِلَّا مَأْكُلَاتِ ظُهُورِهِمَا
أُولَئِكَ سِوَا مَا اخْتَلَفَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا
لَصَادِقُونَ ﴿١٣٧﴾ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ
وَلَا يَدْرِي بَأْسُهُ عَنِ النُّومِ الْمَجْرِمِينَ ﴿١٣٨﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ
أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ
كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّى نَأْتُوا بِآيَاتٍ هَلْ
عِنْدَكُمْ مِنْ عَامٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ
أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٣٩﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ
لَهَدَيْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٠﴾ قُلْ هُمْ شُهَدَاءُ كُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ
أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعِ
أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٤١﴾ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ
إِلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ

اور اُن لوگوں پر جو یہودی ہوں ہم نے حرام کیا ہو ناخون دار جانور کو اور کالیے اور بھیڑ میں سے ہم نے اُنہر حرام کی اُنکی چربی مکہ وہ جسکو اُنہی بھیڑیاں یا پسلیاں اوتھائے ہوئے ہوں یا وہ جو لپٹ رہا ہو ساتھ ہدی ہے ۔ اُسکو ہم نے یہہ دولا دیا مے بسبب اُنکی نافرمانی نے اور بے شک ہم سچے ہمیں ﴿۱۴۴﴾ پھر اگر وہ نہجہ کو جھٹلائیں تو کہہ کہ تمہارا پروردگار نہت وسمع رحمت والا ہے اور تمہیں سنایا جاتا اُسے عذاب گہکار لوگوں سے ﴿۱۴۵﴾ اب کہیں وہ لوگ جو مشرک ہوں کہ اگر اللہ چاہے انو ہم شرک نہرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کوئی چیز حرام تہیدرانے اسطرح جھٹلایا ہی اُن لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے یہاں تک کہ اُنہوں نے چکھا مزا ہمارے مذاب کا کہہ نہ آیا ہی تمہارے پاس کوئی دلیل نہ اُسکو ہمارے لئے ہے تم یہودی تمہیں کرتے مکہ نمان کی اور تم نہیں ہو مگر اتکل پتچہ کہنے والے ﴿۱۴۶﴾ کہدے کہ پور اللہ ہی ہے لئے ہی دلیل مضبوط پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا ﴿۱۴۷﴾ کہدے لہٰذا اپنے گواہوں کو جو گواہی دینے دیں کہ یہ شک خدا نے حرام کیا ہی اُسکو پھر اگر وہ گواہی دے تو اُنکے ساتھ گواہی مت دے اور نہ یہودی کرو اُن لوگوں کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن لوگوں کی جو ایمان نہیں لئے آخرت پر اور وہ (اصنام کو) اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں ﴿۱۴۸﴾ کہہ کہ آؤ میں پڑہ دوں جو حرام کیا ہی تمہارے پروردگار نے تم پر کہ اُسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو مت مار قالو

مِنَ امْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
 مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
 اِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥﴾ وَلَا تَقْرَبُوا
 مَالَ الْيَتِيمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ اَشُدَّهُ وَارْزُقُوا
 الْكَبَلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا تَكْلِفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا
 قُنِمْ فَاَعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ اَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ
 بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٦﴾ وَاِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ
 وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَنَاقُ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ اَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ قَدَامًا عَلَى الْغَنَى
 اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ بَلَقَاءُ
 رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ ﴿١٨﴾ وَهَذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مَبْرُكًا فَاتَّبِعُوهُ
 وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٩﴾ اَنْ تَقُولُوا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ
 عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ اَغْفِيْنِ ﴿٢٠﴾
 اَوْ تَقُولُوا اَوْ اَنَا اَنْزَلْنَا الْكِتَابَ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ

سفلسی کے قوسے ہم تمکو بھی رزق دیتے ہوں اور اُن کو بھی ، اور بے حیائی کے پاس مت جاؤ جو کہلے ہوئے بے حیائیوں میں سے ہو اور جو پوشیدہ میں سے ہو ، اور نہ مار ڈالو کسی جان کو کہ اُس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے مگر انصاف پر ، یہہ ہیں کہ اُنکا تمکو حکم دیا ہی تاکہ تم سمجھو (۱۵۶) اور نہ جاؤ نیتیم کے مال کے پاس مگر اسطرح کہ وہ نہ کی سے ہو جب تک کہ وہ پہونچے اپنے رشد کو ، اور پورا کرو پیمانہ کو اور ترازو کو انصاف سے ہم تکلیف نہیں دیتے کسی جان کو مگر بقدر اُس کی طاقت ہے ، اور جب تم کچھہ کہو تو انصاف کرو اور اگرچہ تمہارا قرات دار بھی ہو ، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہہ ہیں کہ اُن کا تم کو حکم دیا ہی تاکہ تم نصیحت پکڑو (۱۵۷) اور یہہ ہی میرا رستہ سیدھا پھر اُس کی پھروی کرو اور مت پھروی کرو (دوسرے) رستوں کی پھر وہ تمکو متفرق کر دیگی۔ اُس کے رستہ سے یہہ ہی جس کا تمکو حکم دیا ہے تاکہ تم پڑھیز گاری کرو (۱۵۸) پھر ہم نے نبی مرسى کو کتاب اُس شخص پر (حکموں کے) پورا کرنے کو جو نیک کام کرتا ہی اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے کو اور ہدایت اور مہربانی تاکہ وہ لوگ اپنے پرور دگار سے ملنے پر ایمان لائیں (۱۵۹) اور یہہ کتاب ہی ہم نے اُسکو اُتارا ہے برکت والی پھر اُس کی پھروی کرو اور پڑھیز گاری کرو تاکہ تم رحم کیلئے جاؤ (۱۶۰) ایسا نہو کہ تم کہو کہ اس کے سوا کوئی بات نہیں ہی کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کذاب اُتاری گئی ہی اور بے شک ہم اُن کے پڑھنے سے غافل تھے (۱۶۱) یا تم کہو کہ ہم پر کتاب اُتاری جاتی تو ہم اُسے بھی زیادہ ہدایت پانے والے ہوئے

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيْنَهُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةً فَمَنْ أَظْلَمُ
 مِمَّنْ كَذَبَ بَايَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ
 يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٨﴾
 هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ
 بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
 نَفْسًا إِيْمَانُهَا أَمْ تَكُنْ أَمِنَتْ مِنْ قَبْلٍ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا
 خَيْرًا قُلِ انْظُرُوا أَنَا مُنْظَرُونَ ﴿١٥٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا
 دِينَهُمْ وَكَانُوا شِعْعًا لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِذَا أُمِرُوا إِلَى
 اللَّهِ ثُمَّ يَنْبِذُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٦٠﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ
 فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَالْيَسِيرُ إِلَى الْأَمْثَالِ وَهُمْ
 لَا يُظَاهَمُونَ ﴿١٦١﴾ قُلِ إِنِّي هَدَىٰ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
 دِينًا قَدِيمًا مِثْلَ مَا أَنبَأَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَ مَا كُنَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦٢﴾
 قُلِ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

پھر بے شک تمہارے پاس آئی ہی دلائل تمہارے پروردگار کے پاس سے اور ہدایت اور رحمت پھر کون زیادہ ظالم ہی اُس شخص سے جس نے جھٹلایا اللہ کی نشانیاں کو اور اُن سے۔

پھر کہئے - ہم جلد سزا دینگے اُن لوگوں کو جو تمہاری نشانیاں سے پھرے پھرے ہوئے ہیں۔

عقاب کے بعد اُس کے کہ پھرے ہوئے تھے (۱۸۱) کیا وہ منظم ہیں مندر اسی کے کہ اُن کے پاس فوٹے آویں یا میرا پروردگار اُدے یا تمہارے پروردگار کی بعضی نشانیاں آویں - جس دن پھرے پروردگار کی بعضی نشانیاں آویں گی منع دیکھا کسی شخص کو اُس کا ایمان جو اُس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا یہی کہا ہوا ہے اُن ایمان میں بھلائی ہو - کہدے انتظار کرو اور ہم بھی منظر ہیں (۱۸۲) بے شک، جن لوگوں نے متخلف کر دیا اپنے دین (یعنی دین ابراہیم) کو اور ہوئے گروہ گروہ تو ہمیں سی اُن میں سے کسی چیز میں - اس کے سوا دیکھ نہیں کہ اُنکا فیصلہ خدا پہ ہی پھر وں اُنکو ہدایت اُس کو جو وہ کرتے تھے (۱۸۳) جو شخص نیکی کو لایا ہی ہو اُس کے لیئے ویسا ہی اُس کا دس گنا ہی اور جو شخص برائی کو لایا ہی ہو اُس کو بدلہ ہمیں دیا جاوینگا مگر اُس کے برادر اور وہ ہمیں ظلم کئے جاوینگے (۱۸۴) کہدے کہ بے شک • پھرے پروردگار نے صبر کو ہدایت کی ہی سیدھے رسمہ کی جو دین مستطہ ہی دس افراد ہم دانی خواص سے بتیں دینے والے کا اور وہ ہمیں تھا شریک کرنے والوں میں سے (۱۸۵) کہدے کہ بے شک میری فعاور اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری صورت اللہ پروردگار عالموں کے لیئے ہی اُس کا کوئی شریک نہیں ہی اور سب کا • جھکو حکم دیا گیا ہی اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (۱۸۶)

قُلْ اَغْيِرَاللّٰهُ اَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ
 كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهِمَ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
 مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٦٧﴾ وَهُوَ الَّذِي
 جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ اِلٰى اَرْضٍ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
 لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا اَتَكُم اِنْ رَبُّكُمْ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ
 لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٦٨﴾

کہدے کہ کہا دوسرے نو اللہ کے سوا پروردگار جتناں اور وہ تو پروردگار ہر چہز کا ہی اور

نہوں گمانا کرٹی شخصیں مگر اپنے پر اور نہوں اُنہاتا کرٹی اُنہائے والا دوسرے کا بوجھ پھر

ہمارے پروردگار کے پاس تمکو پھر جانا ہی پھر بتادیکھا تمکو اُس پہون کو جس سے تم اختلاف

ہے **۱۶۴** اور وہ وہی جس نے تمکو دیا خلیفہ زمین کا اور بعضوں کو بعضوں سے درجہ
کرے

میں لغد کیا ناکہ کو آزمائے اُس چہز میں جو تمکو دی ہی ہے شک توہا پروردگار حلد

مذاب کرنے والا ہی اور بے شک ائمہ وہ بخشنے والا ہے **۱۶۵** مہربان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَكْتُبْ اَنْزِلْ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ
لَتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ تَبِعُوا مَا اَنْزَلْ اِلَيْكُمْ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲﴾ وَكَمْ
مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَاءَهَا نَسْلُهَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَاظِلُوْنَ ﴿۳﴾ فَمَا
كَانَ دَعْوِيْهِمْ اِذْ جَاءَهُمْ نَسْلُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ ﴿۴﴾
فَاَنْسَدَلْنَا الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلِنَسْأَلَنَّ اَلْمُرْسَلِيْنَ ﴿۵﴾
فَلَنَنْتَقِصَنَّ عَلَيْهِمْ بِعَلَمٍ وَمَا كُنَّا غَآثِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ السَّقْطُ
فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلَحُوْنَ ﴿۷﴾

﴿۱﴾ (والوزن يومئذ السق) تم مسلمانوں کا عہدہ ہے اور اس پر بہت سی برکتیں
حدیثیں بھی مذکور ہیں کہ مہلت ہے دن صدوں ہے اعمال رائے کے لئے ایک نواز، ہوئی
جسنا ایک پلرا بہشت پر اور ایک پلرا دوزخ پر تھوڑا اور ادب ہی ہوئی وہ تمام آسمان
و زمین اور جو کچھ نہ ان میں ہی سب ایک دفعہ ایک پلڑے میں سماسکتے اور اسکی
لسان یعنی ذہنی پر ہی چوٹی چھوٹل کرے ہوئے ہوتے اس کے اعمال خوبصورت اور بڑے
اعمال بدصورت بنکر آ رہتے اور تولے جانے لگتے — یا نامہ اعمال چٹکونی دہی کے شیشے
لہنے رہتے ہیں تولے جائے — مگر خود تہا ہے محققوں نے ان سب باتوں کو بے اصل
اور غیر ثابت سمجھ کر اُنسے انکار کیا ہے — تنسیق کثیر میں لکھا ہے کہ صحاح اور
ضعاک اور اعمش کا قول ہے کہ مہران سے عدل اور انصاف سزا ہے اور اکثر مفسرین
کی یہی رائے ہے کہ لفظ وزن کا استعمال ان معانوں میں بہت ہوتا ہے

خدا کے نام سے جو ۔۔۔ مالائی ، اسم ان

یہ کہ پ ہی کہ اس گھر میں نہ ہو دو دہے وہ یہ امدن اس سے کچھ نہ

نورے (دو ایک کہ) امرت نہ ہو اس میں اس کے () دو ایک کہ

اور اس میں ہم دو دہے ، اس میں اس میں اس میں اس میں

وہ اس میں نہ ہو ، اس میں اس میں اس میں اس میں

وہ اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

وہ اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

یہ اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

(اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں)

اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا
 بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٨﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ
 قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ
 اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿١٠﴾
 قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ أَنْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ
 خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿١١﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا
 فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿١٢﴾
 قَالَ انْظُرْ نِي إِلَى يَوْمٍ يَبْعَثُونَ ﴿١٣﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿١٤﴾
 قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٥﴾
 ثُمَّ لَا تَجِدُ فِيهِمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ
 وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٦﴾ قَالَ اخْرُجْ
 مِنْهَا مَذْذُورًا مَقْدُورًا لَنْ تَبْعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ
 أَجْمَعِينَ ﴿١٧﴾ وَيَادُمْ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
 حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

اور جو کوئی کہ اُسکے ہلکے نکلے (اعمال نیک) پھر وہی لوگ وہ ہمیں جنہوں نے توتا دیا اپنے آپ کو بسبب اُسکے کہ ہماری نشانوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے ۱۸ اور بے شک ہم نے تمکو قدرت دی زمیں میں اور ہم نے تمہارے لئے اُس میں معیشتیں پیدا کیں بہت تھوڑی ہی جو تم بسر کرتے ہو ۱۹ بے شک ہم نے تمکو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بگائی پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ سجدہ کرو آدم (یعنی + انسان) کو پھر انہوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا ۲۰ (خدا نے) کہا کس چہرے نے تجھکو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھکو حکم دیا تھا - (شیطان نے) کہا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھکو پیدا کیا ہی آگ سے اور اُسکو پیدا کیا ہی مٹی سے ۲۱ خدا نے کہا کہ نیچے اتر اُن میں سے (یعنی فرشتوں کے درجہ میں سے) پھر تجھکو نہیں چاہوئے کہ تکبر کرے اُن میں (یعنی فرشتوں میں) پس نکل (یعنی فرشتوں میں سے) بے شک تو ذلیلوں میں سے ہی ۲۲ (شیطان نے) کہا کہ مجھے مہلت دے اُنکے اونٹنے نے دن تک ۲۳ (خدا نے) کہا بے شک تو مہلت دینے گیوں میں سے ہی ۲۴ (شیطان نے) کہا پھر اس سبب سے کہ تو نے مجھکو گمراہ کیا ہی اُنکے لئے تیرے سیدھے رستے کی راہ ماری کرنیکو گھات میں بیٹھونگا ۲۵ پھر اُنکے آگے سے اور اُنکے پیچھے سے اور اُنکے دائیں سے اور اُنکے بائیں سے اُن پر آن پڑونگا اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکو کرنے والا نہ پاویگا ۲۶ (خدا نے) کہا نکل اُن میں سے (یعنی فرشتوں میں سے) ذلیل و مودود ہو کر جو کوئی اُن میں سے تیری پھردی کریگا ضرور میں بھردونگا دوزخ کو تم میں سے سب سے ۲۷ اے آدم تو اور تیری جوڑو رہ اُس جنت میں پھر کھاؤ دونوں جہاں سے چاہو اور نہ پاس جاؤ اس درخت کے پھر تم دونوں ہو گے ظالموں میں سے ۲۸

+ شروع آیت میں خدا نے تمام انسانوں کو خطاب کیا ہی اُسکے بعد آدم کا جو لفظ آیا ہی اس

کرنی غلطی میں مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ سب مراد ہیں جو مخاطب تھے یعنی انسان -

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا
 وَقَالَ مَانِهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ
 أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿١٩﴾ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾
 فَدَلَاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفَقَا
 يَنخَضِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرْقِ الْجَنَّةِ وَنَادَيْهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنهَكُمَا
 عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلَّ لَكُمَا أَنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢١﴾
 قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ
 مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ

﴿ ۱۹ ﴾ (سواتہما) سورۃ کے معنی شرمگاہ کے بھی ہیں اور اعمال قبیحہ اور اخلاق قبیحہ کے بھی ہیں قاموس میں لکھا ہے السوء الفرج والناحشة والنخلة القبيحة اور فاحشہ کی نسبت بہ لکھا ہے کہ العاشة الزنا وما يشند قبيحة من الذنوب " اس مقام پر سوۃ کے معنی شرمگاہ کے لئے ہیں اس سبب سے کہ اگلی آیت میں یوں سے اُسکے چہانے کا ذکر آیا ہے * مگر ہم یہاں کرچکے ہیں کہ یہ تمام قصہ آدم کا ایک استعارہ میں بیان ہوا ہے اور اُس سے مراد صرف بہان فطرت انسانی ہی اس طرح پر کہ ہر ایک شخص کی سمجھ میں آجائے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اسی سبب سے یہاں بھی لفظ سوۃ کا استعمال ہوا ہے کیونکہ شرمگاہ کے کھلنے کو ہر ایک شخص معہوب اور برا سمجھتا ہے اور سلطان کے معنی تواریہ ہریمہ کی پوری سے جو افعال بد صادر ہوتے ہیں اُسکی برائی کو ایک محسوس شی سے استعاراً بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کس طرح اپنی برائیوں کے چہانے کی کوشش کرنا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ چہپ گئیں مگر در حقیقت وہ چہپتی نہیں پس ان قصوں اور کہانیوں کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہئے جنکو مفسرین نے انکے لغوی معنی میں

پھر دھوکے میں ڈال دیا اُنکو شیطان نے ناکہ ظاہر کر دیا۔ اُن دونوں کو جو چھپا ہوا ہی اُن دونوں سے اُنکی شرم گاہیں میں سے — اور کہا کہ نہیں منع کیا تسکو تمہارے پروردگار نے اس درخت سے مکر اسلئے کہ ہوجاؤ گے فرشتے یا ہوجاؤ گے ہمیشہ رہنے والے (۱۹) اور اُن دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ بے شک میں تم دونوں کے خیر خواہوں میں سے ہوں (۲۰) پھر پچھاڑ دیا اُنکو فریب سے — پھر جبکہ اُن دونوں نے اُس درخت کو چکھا تو اُن دونوں کو اُنکی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں وہ دونوں اپنے نڈھوں جنت کے پتوں سے چھپانے لگے — اور اُنہی پروردگار نے اُن دونوں کو لٹکرا — کہ کیا مہلے تم دونوں کو منع نکلیا تھا کہ اس درخت سے اور کیا تم دونوں کو نہ کھہ دیا تھا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہی (۲۱) اُن دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پُر ظلم کیا — اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر نہ رحم کرے گا تو بے شک ہم تو تھے مہلے پرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے (۲۲) (خدا نے) کہا اوترو (اُس درجہ سے جسدِ نبی) تم میں کا ایک دوسرے کے لیئے دشمن ہی اور تمہارے لیئے

یہ ایک خاص معنی لیکر اس پر طرح طرح کے بے سند و بے دلیا لکھ دیئے ہیں — اس مطلب کی تشریح قابل تسکین اسوقت ہوجانی ہی جب انسان اس اہمیت کو پڑھنا ہی کہ اے آدم کے بیٹوں تم پر میں نے ایک لباس اوقار ہی جو تمہاری شرمگاہ کو ڈھانکے گا اور تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہی — پس اس آیت نے ثابت کر دیا کہ نہ وہاں سواۃ سے شرمگاہ مراد نہی اور نہ پتوں کے ڈھانکنے سے اُس ڈھانکنا بلکہ صرف افعال اور اخلاق ذمہ کو جو انسان کے لیئے ایسے ہی برے ہیں جیسے اُسکی شرمگاہ کا لوگوں کے سامنے کھن جانا اُس استعارے میں بیان فرمایا ہی — اس سے بھی زیادہ تشریح اس مطلب کی ایک اور آیت سے ہوتی ہی جو ان آیتوں کے بعد ہی — پہلے تو بہ فرمادیا کہ تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہی پھر فرمایا کہ اے آدم کے بیٹوں ایسا نہو کہ شیطان تمکو بھی بہکا کر تمہارے ماں باپ کی طرح لباس اوتروا کر شرمگاہوں کو دکھلاوے اس نصیحت سے صاف ظاہر ہی کہ لباس سے مراد تقویٰ اور سواۃ سے مراد برائیاں ہیں نہ یہ ظاہری لباس نور کا یا نورانی کا بنا ہوا اور نہ وہ مضغہ گوشت جسکے کھانے سے لوگ شرماتے ہیں •

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرًّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٦﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ
 وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا نُخْرِجُونَ ﴿١٧﴾ يَبْنِي أَدَمُ قَدْ أَنْزَلْنَا
 عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتَكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ
 خَيْرٌ ذَاكَ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٨﴾ يَبْنِي أَدَمُ
 لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكَ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا
 لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتَهُمَا إِنَّهُ يُرِيَكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ
 لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٩﴾
 وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا
 بِهَا قُلْ إِنِ اللَّهُ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا اللَّهَ مَا لَا
 تَعْلَمُونَ ﴿٢٠﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ
 كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ
 فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ
 أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢١﴾ يَبْنِي أَدَمُ
 خَذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا

زمین میں ٹھہرنا اور ایک زمانہ تک فائدہ اٹھانا ہی (۲۳) (خدا نے) کہا اُسی میں جہنم کے اور اُسی میں سرور کے اور اُسی سے نکلنے (۲۴) اے آدم کے بیٹوں بے شک ہم نے تم پر اونٹن رکھے ہیں ایک لباس کہ ڈھانکتا ہے تمہاری شرمگاہ کو اور دینے دینا ہی اور لباس تقویٰ کا یہی سب سے اچھا ہے - یہہ ہی اللہ کی نشانیوں میں سے شاید کہ وہ نصیحت دیکریں (۲۵)

اے آدم کے بیٹوں کہ خرابی میں ڈالے بنو شیطان جس طرح نکالا معاویہ ماں بلی کو جفہ سے چھین لیا تھا اُن سے اُنکا لباس تازہ دھارے اُنہی شرمگاہ بے شک دکھاتا ہے تمکو وہ اور اُنکا گدوہ اس طرح ہو کہ تم اُنکے نہیں دیکھتے ' بے شک ہم نے کیا ہی شیطانوں کو اُن لوگوں کا دوست جو ایمان نہیں لائے (۲۶) اور جب وہ کرتے ہیں کوئی برا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی لب دادا کو اُسی بات پر پایا ہے اور اللہ نے اُنکا حکم کیا ہے ' کہتے ہیں کہ بے شک اللہ ہمیں حکم کرنا ہرے کام کا دیا تم کہتے ہو اللہ پر وہ بات جسکو تم نہیں جانتے (۲۷) کہتے ہیں کہ میرے پروردگار نے حکم دیا ہے ' اور ٹھیک طور سے ' اور ٹھیک رکھو اپنے موعوں کو (یعنی اپنے آپ کو یعنی اے دل اور اپنی جان کو) نزدیک ہو ایک سجدہ کی جگہ کے اور پکارو اُسی کو (یعنی خدا کو) خالص کر کے اُسی کے لئے عبادت کو ' جس طرح کہ تمکو پیدا کیا پھر جانو گے ' ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ کو ٹھہرائی اُنہی گمراہی ' بے شک اُنہوں نے بد ' شیطانوں کو اپنا دوست اللہ کے سوا اور سمجھیں ہیں کہ بے شک وہ ہدایت پائے ہوئے ہیں (۲۸) اے آدم کے بیٹوں لو اپنا سنگار (یعنی اپنا لباس برخلاف مشرکوں کے کہ وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے یا یہہ کہ اپنی جوتیاں مس اوتارو برخلاف یہودیوں کے کہ وہ اپنے معبد میں جوتیاں اوتار کر جاتے تھے) نزدیک ہو سجدہ کی جگہ کے اور کھاؤ اور پیو اور

اِنَّهٗ لَا يَنْتَسِبُ الْمُسُوْفِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي
 اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
 فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَذٰلِكَ نَفْصِلُ الْاٰيٰتِ
 لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
 وَمَا بَطَنٌ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اِنْ تَشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
 يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَّ اِنْ تَقُوْلُوْا عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣١﴾
 وَاَكْلَ اٰمَةٍ اَجَلٍ فَاِنْ اِجَاءَ اِجْلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا
 يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٢﴾ يٰبَنِيْ اٰدَمَ اِمَّا يٰتِيْنٰكُمْ رَسَلٌ مِنْكُمْ يَتَقَصُّوْنَ
 عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنْ اَتَقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَّلَا هُمْ
 يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بَايٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اُولٰٓئِكَ
 اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
 عَلٰى اللّٰهِ كَذْبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰٓئِكَ يَنْالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنْ
 الْكُتُبِ حَتّٰى اِذَا جَاؤَتْهُمْ رَسَلُنَا يَتَوْفَوْنَهُمْ قَالُوْا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
 تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ

ہے شک وہ (یعنی اللہ) دوست نہیں رکھتا حد سے گذر جانے والوں کو ﴿۱۶﴾ کہہ دے کہ کس نے حرام کیا ہی خدا کے پیدا کیئے ہوئے سنگار کہ جو اُس نے اپنے ساتوں کے لئے پیدا کیا میں اور کھانے میں سے پاک چیزوں کو ، کہدے کہ وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جن ايمان لائے ہیں دینا کی زندگی میں خاص کر قہر مند نے بن اسطرح ہم بیان کرتے ہیں وہ نذرانہ جو اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں ﴿۱۷﴾ کہدے کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہی کہ حرام کیا ہی ۔ پھرے پروردگار نے بیعت خانی کو اُس میں سے جو کھلی ہوئی ہو اور جنو چھوٹی ہوئی ہو اور گناہ نو اور سرکش کو ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ سب چیز کو کہ نہیں اوناری ہی اُسکے لئے کوئی دلیل اور یہ نہ کہو ہم اللہ پر وہ جو نہیں جانتے ﴿۱۸﴾ ہر ایک کوہ کے لئے ایک نشان ہی پھر جب اتا ہی اُنکا وقت نہیں تاخیر کرتے ایک ساعت اور نہ سبقت کرنے میں ﴿۱۹﴾ اے آدم کے بیٹوں جب تمہارے پاس پیغمبر آئیں تم میں سے بیان کریں نہ رد مبرہی نشانیں — پھر جس نے پوہیوگاری اور نیکی کی تو اُنپر کچھ خوف نہیں ہی اور نہ وہ غمگین سونگے ﴿۲۰﴾ اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانوں کو اور اُن سے سرکشی کی وہی لوگ میں آگ میں رہنے والے وہ ہمیشہ اُس میں رہینگے ﴿۲۱﴾ پھر کون زیادہ ظالم ہی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا ہماری نشانوں کو وہی لوگ ہیں کہ پہونچینگا اُنکو اُنکا حصہ اچھے ہوئے میں سے — یہاں تک کہ جب آونگے اُنکے پاس ہمارے بھیجتے ہوئے اُنکی جان لینے کو نہینگے کہاں ہیں وہ جنکو تم پکارتے تھے اللہ کے سوا — کہینگے کہ وہ ہم

اَنَّهُمْ كَانُوا تَفْوِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِيْ اُمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

(۱۵) (قَالَ ادْخُلُوا) اس آیت میں اور اسکے بعد کی آیتوں میں بہت کچھ ذکر معان کا ہے اور قرآن مجید میں جابجا اسکا کچھ نہ کچھ ذکر آجاتا ہے مگر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک پورا سلسلہ اُسکا بیان نہو خیال میں نہیں آتا اور نہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ اُسکی نسبت بیان ہوا ہے اُسکا کیا منشاء ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہم اسی مقام میں اُسپر بقدر امکان بحث کریں مگر ان مطالب پر بحث کرنے سے پہلے اسباب کا بیان کرنا ضرور ہے کہ ان مسائل پر بحث کرنے کی نسبت اگلے عالموں نے کیا کہا ہے۔ قاضی ابوالولید ابن رشد نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ "شرح کا مقصود علم حق اور عمل حق کی تعلیم ہے اور تعلیم کی دو قسمیں ہیں ایک کسی شی کا خیال کرنا اور دوسرے اُسپر یقین کرنا جسکو اہل علم تصور اور تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں * تصور کے دو طریق ہیں یا نو سب اُسی شی کو تصور کرنا ہے یا اُسکی مثال کو تصور کرنا ہے۔ اور تصدیق کے طریق بنو انسانوں میں ہیں وہ تین ہیں — برہانی یعنی دلائل قطعی کے سبب سے یقین کرنا — جدلی یعنی مخالفانہ اور متخاصمانہ دلائل کے ثبوت جانے کے بعد یقین لانا — خطابی یعنی ایسی باتوں سے جنسے انسان کے دل اور وجدان فہمی کو تسکین ہو جاوے اُسپر یقین لانا * اکثر آدمی ایسے ہیں جنکو دلائل خطیبیہ یا جدلیہ سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور دلائل برہانیہ خاص چند آدمیوں کے سمجھنے کے لائق ہوتی ہیں — شرح کا مقصود سب سے اول عام لوگوں کو سمجھانا ہے اور خواص سے بھی غافل نہونا پس شروع نے تعلیم کے لئے مشہور طریقہ اختیار کیا ہے اور اُسکے اقوال چار طرح پر ہیں * اول یہ کہ — جن امور کی نسبت وہ کہے گئے ہیں اُنکے تصور اور تصدیق دونوں پر یقین کرنا ضرور ہے گوکہ اُنہی دلائل خطیبیہ میں یا جدلیہ اور جو نتیجے اُنسے نکالے ہیں وہی نتیجے بعینہا مقصود ہیں بطور تمثیل کے نہیں کہے گئے ہیں — ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایسے اقوال کی تاویل کرنی نہیں چاہئے اور جو شخص اُن سے انکار کرے یا اُنکی تاویل کرے وہ کافر ہے * دوم یہ کہ — جو اقوال بطور مقدمات کے کہے گئے ہیں گوکہ اُنکی صرف شہرہ ہے ہو اور گوکہ وہ مظلون ہی ہوں مگر اُنہی یقین کرنا لازمی تھرا ہو اور نتیجے جو اُنسے نکالے ہوں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہیں — ابن رشد فرماتے ہیں کہ صرف اُن مثالب نتیجوں کی نسبت البتہ تاویل ہو سکتی ہے *

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ

عام آدمیوں کے نزدیک جو صرف ظاہری بات کو سمجھ سکتے ہیں ظاہری معنی باطل ہو گئے اور تاویلی معنی اسکے نزدیک ثابت نہ ہوئے کیونکہ اُنہے سمجھنے کی اسکو عقل نہ تھی پس اگر یہ بات ایسے اقوال کی نسبت تھی جو اصول شرح میں داخل ہیں تو کفر تک نوبت پہنچ گئی — پس ابن رشد فرماتے ہیں کہ تاویلات کا عام لوگوں میں ظاہر نہ رہا یا عام لوگوں کی تعلیم کے لئے جو کتابوں میں اُن میں لکھا نہ ہو چاہئے اور اُنکو سمجھا دینا چاہئے۔ کہ یہ خدا کی باتوں میں خدا ہی ان باتوں کی حقیقت خوب جانتا ہی — لا یعلم تاویلہ لآلئہ - (انتہی مختصلاً) *

اسکے بعد ابن رشد اسی قسم کی تاویلوں ہی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کو منع فرماتے بلکہ ہر ایک چہر کی حقیقت کو جو عام لوگوں کے سوائے راہنماؤں فی العلم کی سمجھ سے باہر ہی ظاہر کرنے کو منع کرتے ہیں جہانگیر وہ لکھتے ہیں کہ اسکی مانند جواب سوالات امور غامضہ نے ہیں جو چہر کے سمجھنے کے لائق نہیں ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اونینم من العلم الا لعلیلا — ان باتوں کو بھی غور اہل پر بیان کرنے والا کافر ہی کیونکہ وہ لوگوں کو کفر کی طرف لانا ہی خصوصاً جبکہ تاویلات فاسدہ اصول شریعت میں غلطی لگائیں جیسے کہ ہمارے یقین ابن رشد کے زمانہ میں لوگوں کو یہ بیماری لگ گئی ہی (انتہی مختصلاً) *

نہجہ اس تقریر کا یہ ہی کہ کوئی بات بھی شریعت کی جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو سوائے راہنماؤں فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کی جائے — جس قسم کے لوگوں کو ابن رشد نے راہنماؤں فی العلم میں قرار دیا ہی اس زمانہ میں تو ویسا شخص کوئی نہیں ہی بلکہ اگلے زمانہ میں بھی تو ایک کے سوا کوئی نہ تھا پس ضرورتاً لازم آتا ہی کہ تمام مقدم باتیں شریعت کی بطور ایک معما و چیستان یا مثل راز فریقین کے غور معلوم رہنی چاہئیں •

اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اسکے اصول لوگوں کو نہ سمجھا سکیں جو اُنکو سمجھنا چاہتے ہیں یا اُن لوگوں کی تشفی نہ کر سکیں جتنے دل میں شہادت پودا ہوئے ہیں بلکہ اُن سب کو اس پر مجبور کریں کہ ان باتوں کو اس طرح مان لو تو ہم اپنے مذہب کی صداقت ہی نفسہ اور بمقابلہ دیگر مذاہب غور حق کے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں — ایک عیسائی کہتا ہی نہ تلمت کا مسئلہ کہ تین تین بھی ہیں اور ایک بھی ہیں ایک الہی مسئلہ ہے اس پر سمجھ

جن و انس سے انکا منہ

یقین کرنا چاہیئے یس اگر ہم مذہب اسلام نے بہت سے رسولوں کی نسبت ایسا ہی کہا
تو ار دین نو کہ وجہ ہی کہ اُسکی تہذیب اور اسکی تصدیق کریں *

ایک اور بات ضرور کہ لائق ہی کہ جب کسی کے دل میں مذہب اسلام کے کسی مسئلہ
کی نسبت شک پیدا ہوا ہو تو وہ عالم ہو یا جاہل اور ہم اُسکی حقیقت پر با بصیرت یا قائل
ہی ان کے دل کے شہد کو سو رفع فکریں اور بحوض اُسکے کہیں کہ ہم راہنویں فی العلم
میں نہیں ہو بلا تہذیب اسکو تعلیم کرو اور اُسی پر یقین رکھو تو اُسکا ایمان ایسا رہیگا جسدا
اثر حلق سے نیچے نہ ابتریگا اُسکی زبان کہیگی ہاں اور دل کہیگا ناہ — علاوہ اسی ہمیں
ایسی چیز نہیں کہ دعویٰ کے کہدینے سے استوارے بلکہ یغوں ایک اثر اضطراری ہی کہ جب
فلک وہ شہد جس نے یقین میں خال ڈالا ہی نہ مت جاوے یقین آہی نہیں سکتا *

اصل بات یہ ہی کہ دنیا میں عالم ہوں یا جاہل دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو
دل سے تمام باتوں پر جو اسلام میں ہیں اور گو وہ کسی ہی خلاف عقل اور خلاف سمجھ اور
محتاج ناممکن ہوں بلکہ خلاف واقع سب پر یقین رکھتے ہیں اس قسم کے لوگوں کے
ایسے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں — دوسرے وہ جنکو اُن باتوں پر شہدہ ہی یا انکا
وقوع غیر ممکن سمجھتے ہیں یا اُنکے غلط ہونے پر صحیح یا غلط دلیلیں رکھتے ہیں بلکہ لحد
اسدات کے کہ وہ منجملہ راہنویں فی العلم ہیں یا نہیں اور عالم ہوں یا جاہل اُنکے سامنے
ہر ایک چیز کی جو اسلام میں ہی اُسکی حقیقت اور ہر ایک امر قابل قائل کی قائل
ہی ان دینی فروع ہی اور جو اُسکے بیان کی قدرت رکھتا ہی اور بیان نہیں کرنا وہ کافر ہی
اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ابن رشد نے حقیقت پرانی کرنے والوں اور قائل کی تصریح
کرنے والوں کو کافر بتایا ہی *

ہم فرض کرلوں کہ اُن مشککوں کو استقامت لیاقت نہیں ہی کہ وہ اُن حذیقوں اور ناویلوں
کو سمجھیں مگر اتنی بات تو اُنپر ناست ہوگی کہ اُسکے لیئے دلیلیں اور اُسکی صداقت کے
نبوت کے لہجہ وجوہاتیں اور اُسکی حقیقت کے لیئے بیانات ہیں مگر ہم اُنکو سمجھتے نہیں
سکے ادنیٰ درجہ بہہ ہی کہ اُنکے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُس کو تو بلاشبہ ہم ادا
کر دینگے — بہت لوگوں نے پیغمبروں کی نصیحتوں کو نہیں سمجھا مگر پیغمبر اس خصال
سے کہ وہ اُنکے سمجھنے کے لائق نہیں ہیں نصیحتوں کے سمجھانے سے باز نہیں رہے بلکہ طرح
طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ اُنکو اُنکے سمجھنے کے لائق کریں *

لَا دَخَاتِ اُمَّةٌ لَعَنَتْ اَخْتَهَا

اس جوت نہ کہ اُن لوگوں کے نزدیک جب طاعونی معنی باطل ہو جاوے اور اصل حقہ سے انحراف ہو جائے تو اس کو نہ سمجھو گئے تو اصول شروع سے نہ ہو جاوے گئے اور نہ تک نوبت پہنچاؤ گئے۔ تم کو حقیقت اور صداقت کے دھان سے باز رہا نہیں چاہیے اگر یہ الہام صحیح ہو (نما نسب بعض اخلائی الی) تو زبان مستعد بھی یا این ہلکے خدائی اس الزام سے بڑی نہیں رہ سکتا — خود خدا ہالی فرمادہ ہی دہی نہ کدیرا و بصرہ نہ اندرا *

الموتیات و اموات بھی اگر ہوں تو کچھ نشان میں پہنچ سکتے ہیں اس لئے کہ جو چیز تعلق سے اس کی غلطی بہت دیر یا نہیں ہو سکتی دوسروں کو اس کی غلطی بیان کرنے کا اور تلسو صحیح کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان میں نہ کی جاوے تو سچ بات بے ظاہر ہوئے گا موقع ہی نہیں ہوتا *

ہیں بہت بات سچ ہی کہ بہت سے حقائق ایسے ہیں جن کو اسان کو بعینہ کرنے کے لئے دایرہ ہی مگر اسباب شخصیت جانا انسان کی حالت سے خارج ہے مگر اس قسم کے حقائق ہمارے استدلال میں کچھ نقص دالت والے نہیں ہیں کیونکہ دایرہ سے بات ہونا سی کہ اُنکا جاننا یا سمجھنا انسان کی فطرت سے خارج ہے اور یہی عدم علم اُنکی معدمت کے لئے نشان معرفت ہی *

اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں جبکہ علما نے اس قسم کی رائیں لکھیں تلم ایک نہیں منصفانہ فہم میں تھا جسکو وہ سحر اپنے خاص اوتوں سے اوروں میں تابع کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے اور تمام لوگ اعلیٰ و ادنیٰ علوم کے ادنیٰ ادنیٰ مسائل سے ہی بے بہرہ تھے اور اُنکے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے اور یہی باعث ہوا کہ اُن علماء نے ایسی رائے قائم کی تھی مگر وہ زمانہ گیا علوم و حکمت اب اس قدر عام ہو گئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے وابستہ ہو گیا طوائف و مستان بھی اپنے مکمل میں ارسطو اور افلاطون کی غلطیوں کا جہاں جہاں اُنہوں نے کی ہیں ذکر کرنا ہی ہزاروں آدمی ہر شہر و قصبہ میں ایسے موجود ہیں جو خود کچھ نہیں جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کے سن سن کر اُنکے کان آشنا ہو گئے ہیں اور اذرا الناس وہ ہیں جنکے دل شبہات و تشکیکات سے مملو ہیں — اس زمانہ میں جو نبی علم ہیں اُنکا ایمان بھی حلق کے نیچے نک نہیں ہی منہ سے کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں آیا ہے اُس پر یقین کرنا چاہئے مگر دل میں شبہات

جب جب داخل ہوگی کوئی گروہ لعنت کرے گی اپنی بہن کو

پورے پورے ہیں۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہوں کو نے سے نہیں ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہی ہے، اب یہہ زمانہ ہی کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقائق اور نزولات کو نہ کہوئے اور لومۃ لایم سے قدر ہوئے اگلے عذاب کی اُن عاقلوں کو جو بمقتضایہ اُس زمانہ نے نامکمل علوم اور نامکمل محکّمات کے مطابق کر، ایمان حقیقت اور توانِ معبود کی فہم میں رات پانگٹی ہیں عام طور سے سب نے سسے بیان فکر وہ اسیہ فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہی ومن یہ مل ہو بودی حق اللہ وحق ذبحہ وحق اہل نیقہ وتوسہ واللہ المسمعان *

المسألة الاولى --- الروح اھو جوھر ام عرض

اس امر کی تفتیح دو کہ روح کا وجود ہی یا نہیں ہوگا اولاً اجسام موجود فی العلم پر مبنی نہی چاہئے پس جب ہم اُپر عز کہتے ہیں تو ابتدائے نظر میں اُنکو دو قسم نے بیانے ہیں *

ایک طور ہونے کے کہ وہ جہاں ہیں وہیں ہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے ممکن ہی کہ وہ بے اسباب ہوں اگر کوئی ایسا سبب جو اُنکے ہونے کو روکنے والا ہو۔ اس قسم کے اجسام صرف نہایت چھوٹے چھوٹے مشابہ اجزاء سے بنے ہوئے ہیں اور اُسکے ہر ایک جزو میں وہی اوصاف ہیں جو اُسکے کل میں ہیں جن جیسے پتھر اور لوہا۔ اگر اُن میں سے کوئی ٹکڑا ہر اُن میں تو اُس میں وہی اوصاف ہونگے جو اُس کل میں ہیں۔ اور جبکہ وہ بالکل خالص بغیر کسی ملاوٹ کے ہو تو اُس میں ایسا ہی طرح کے پرت ہونگے *

دوسری قسم کے اجسام ایسے ہیں کہ اُنکا جسم باختلاف اُنکی انواع کے ایک معین حد تک بڑا ہونا ہی اور اُسکے اجزاء غیر منسابہ اور مختلف الاوان ہونے ہیں۔ اور اُن میں باریک باریک رنگیں اندر سے خالی مثال نلی کے ہوتی ہیں جن میں سفید والا مادہ پھرتا رہتا ہی اور اسی طرح الگ الگ پرتے بھی ہوتے ہوں جنکے بیچ میں خالی جگہ ہوتی ہی اور پھر کہیں اکھتے ہو جاتے ہیں اور اس نسا جال کو اُس جسم کے اعضا کہتے ہیں۔ اسلئے پہلی قسم کے اجسام کو اجسام غیر تضویہ اور دوسری قسم کے اجسام کو تضویہ کہتے ہیں *

اجسام تضویہ میں پرت نہیں ہوتے اور اُسکا نمو اُسی قسم کی دوسری چیزوں سے ہوتا ہی اور جب وہ جوان ہو جاتا ہی تو اُس میں مختلف طرح کا بیج پیدا ہوتا ہی *

حَتَّىٰ إِذَا اِدْرَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ اٰخِرِيْهُمْ لَآ اُوْلٰئِكَ

عند، صدوی جسم دہما پدا ہو جانا ہی، جسموں (اس) کے جمع ہو جاوے اور صدوی جسم رفتہ رفتہ ہو جانا ہے اور جس کے کوڑے تو وہی جسم اُس سے پیدا ہونا ہی جسکا بھیج ہی اور تویہ والا ۔ وہ جس میں الٹا ہی ہو جانا ہی ۔ کس پہونیکا او کس اُس میں مادہ جسم کے ساتھ اونی ۔ اُسکے بدن اور ہڈیوں میں سے ہر بدن ایسی ہی نہیں ہیں جسکے جسم اُسکا بدن الٹا ہی اور رنگ بدلنا ہی

اور ایک فرق ان دونوں جسموں میں یہ ہے کہ جس کے بدن اُنکے اعضا کے اندر جاتے ہی اور اندرونی عدا سے صدوی جسم ہوتا ہی اور جس کے بدن تو رہتی ہی جو باہر رہتا ہی اور اُس کے جسم میں صفت ادا ہی اور عدا نہ ہو جاتی ہی اور وہ نہیں ہوتا اور آخربار رہتا ہی ۔ صدوی جسم کے بدن میں عدا نہ رہتی ہے ۔ مادہ ہونا ہی پور رہتا ہی پور اُسکا بدن ہو جانا ہی پور رہتا ہے ۔ جسکے کھنکھے کے بدن پور ہو جاتا ہی ۔

جسم غیر صدوی پیدا ہو ہی اہم اجزاء کے اور وہ اجزاء رہتا ہے ۔ اُس جسم پر اور اجزاء مانی اُن کے اوپر ہی ، طبع کے اور بدن کے جس اور احسام صدوی کا جو اُس سے ہوتا ہی اور جسم غیر صدوی کا جسم پر اجزاء ہوتا ہی ۔ اُسکے بدن کے اجزاء اور مائع ہوتا اور جسم صدوی کا جسم اندر مائع سے بناتا ہے وہ سکھاتا ۔

جسم صدوی اور غیر صدوی میں فرق یہی ہے کہ جس کے بدن میں جسکے جسم کا مادہ بقوا ہی اور دوسری قسم میں صفت اُنکے جسم کا ۔ اُسکے بدن اور بھی اجزاء نہیں مگر مستحضر طور پر مستحضر اجزاء کو بدن میں لکھتے ہیں ۔

- ۱۔ احسام صدوی کا وجود اُس سے ہوتا ہی اور غیر صدوی کا جلد و انحصار سے ۔
- ۲۔ بقا احسام صدوی کا مستحضر ہی اور غیر صدوی کا مستحضر نہیں ۔
- ۳۔ احسام صدوی کے اجزاء کو جسکے بدن میں ہیں اور غیر صدوی کے بدن پر ۔
- ۴۔ بقا اجزاء صدوی کا مستحضر ہی ۔ اُن کے بدن میں ہیں اور وہ بقا اندر سے باہر کو ہوتا ہی اور غیر صدوی کا اُسکے برخلاف ہی اُنکا جسم باہر سے اجزاء میں جاتا ہی ۔

۵۔ بقا احسام صدوی کی مختلف اجزاء سے ہوتی ہی اور جسم غیر صدوی کے اجزاء مستحضر اُنکے سے ۔

یہاں تک کہ جب مل جائے کہ سب اُس میں تو کھینک پینچ پھلی اپنی پہلوئوں کو

۶ — جسم عضوی کی ترکیب اجزاء متنوعانہ متحرک سے ہوتی ہی اور غیر عضوی کی بسط *

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ اجسام غیر عضوی میں تمام معدنیات مثل نمک اور پتھر وغیرہ کے اور مٹی کے داخل ہیں اور اجسام عضویہ میں نباتات اور حیوانات *
مگر نباتات و حیوانات میں جو فرق ہی وہ بہت ظاہر ہی — حیوانات کی بغاوت میں نباتات کی بغاوت سے تضادات بہت زیادہ ہیں اور حیوان متحرک ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتا ہی اور وہ متحرک ہی اور نہی اختیار ہی کہ جس کام کو چاہے کرے اور جسکو چاہے کرے اور اُس میں حواس مخصوصہ ہیں کہ اُنکے سبب آواز کو بوئوں کو مزید چھوئے کو جانتا ہی اور غذا اُسکے بہت میں جاتی ہی اور بالخصوص اُسکے بہت میں ایک ایسی ہندیا ہی جو غذا کو اسطرح پکا دیتی ہی کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لائق ہو جاتی ہی *

نباتات اُسکے برخلاف ہیں وہ جہاں بویا ہی وہاں سے دوسری جگہ نہیں چل سکتا اُس میں حرکت کرنے کی قوت نہیں ہی اور نہ اُس میں اختیار ہی وہ اپنی چیزوں کے ذریعہ سے جو زمین میں ہیں اور پتھروں کے ذریعہ سے جو ہوا میں ہیں غذا کو جذب کر لیتا ہی اُس میں کوئی ہندیا غذا پکانے کی نہیں نہی بلکہ جو غذا اُس میں جاتی ہی اُسوقت غذا کے قابل ہوتی ہی *

نباتات و حیوانات میں بہت بڑا اختلاف یہہ ہی کہ حیوان میں پتھروں کا بھی ایک سلسلہ ہی اور نباتات میں نہیں ہی اور یہی اعصاب جبکہ حیوانات میں ایک مرکز سے تعلق رکھتے ہیں اس سبب سے حیوان میں قابلیت احساس ہوتی ہی اور یہہ بات نباتات میں نہیں پائی جاتی — علاوہ اُسکے حیوانات میں اور بھی جھلیاں اور پردے اور پے اور عضلی اس قسم کے ہوتے ہیں جو نباتات میں نہیں ہوتے *

ایک عمدہ فرق دونوں میں یہہ ہی کہ حیوانات کی غذا اجسام عضوی سے ہوتی ہی اور نباتات کی غذا اجسام غیر عضوی سے جیسے پانی اور ہوائیں اور نمک — نباتات کے بننے کا مادہ دراصل ایک سیلا مادہ ہوتا ہی اور تحلیل کیمیائی سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ مرکب ہی کاربون اور ہائیڈروجن اور آکسیجن سے یہہ تینوں ایک ہوائی سیلا عنصر ہیں اور نباتات میں نائٹروجن نہیں ہی جسکو ازوت بھی کہتے ہیں مگر حیوانات میں ہی اور یہہ بھی

وَبَنَّا هَؤُلَاءِ أَضْلٰوًا قَاتِيَهُمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ

ایک ہوائی سیال جسم ہی مگر اسکی یہہ خاصیت ہی کہ اگر کسی جگہ صرف نو تریچین بہری ہو اور وہاں آدمی جاوے تو فی الفور مرجاتا ہی جوسا کہ نلہ کی گھٹی مہن یا کسی پوراء اندھے کفوٹھن مہن دمتاً اوترے سے آدمی مرجاتے مہن *

یہہ تمام امور جو ہم نے بیان کئے مہن امور مستحقہ مہن سے مہن جو علم زوالوجہی یعنی علمالذہوانات اور علم کمسنری یعنی عام کومہا مہن بخوبی ثابت مہن مگر جو فرق کہ جسم نباتی اور جسم حیوانی مہن اوزر بیان ہوا ہی اُسپر ہم زیادہ نور کرنی چاہئے مہن ۔ ہمکو بالخصوص اسبات پر غور کری ہی کہ حیوانات مہن جو حرکت اور ارادہ اور احتیاط اور اندراک اور خیال اور ایک فوت تدریجہ نکالنے کی ہی اُسکا کیا سبب ہی *

ہم تسلیم کرتے مہن کہ نباتات کے جسم کے مادہ مہن نہن عنصر مہن کاربون — آکسیجن ہوندرجن — اور حیوانات کے جسم کے مادہ مہن ایک چوتھا عنصر نو تدریجین بھی ہی مگر یہہ تمام عنصر ایک جسم کی بغاوت کا مادہ مہن اُس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُن افعال کے بھی باعث مہن جو حیوانات سے بالخصوص علاقہ رکھتے مہن اور جس پر ہم غور کرنی چاہئے مہن کمسنری سے ثابت ہوا ہی کہ تدریجین مہن کچھہ کیسے اوی فوت نہیں ہی اور نہ وہ معاون زندگی ہی صرف اتنی بات ہی کہ جانوروں کے گوشت کے ریشوں مہن ۔

پانی جاتی ہی *

یہہ سچ ہی کہ حیوانات کے اعضا مہن ایک ایسا عضو ہی جو غذا نو اس طرح پکا دیتا ہی کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لایق ہو جاوے نباتات مہن ایسا کوئی عضو نہیں ہی اور اسکی وجہہ ظاہر ہی کہ نباتات اپنی جز کے ریشوں سے اور اُسکے پتے اور تہنیاں ہوا سے وہی مادہ جذب کرتے مہن جو غذا و نمو کے لایق ہی اور اسلئے اُن مہن کسی ایسے عضو کے موئے کی ضرورت نہیں — برخلاف حیوانات کے کہ وہ ایسی غذا کھاتے مہن جن مہن علوہ مادہ تغذی و نمو کے اور فضول مادہ بھی شامل ہوتا ہی اور اسلئے ایسا ایک عضو بنایا گیا ہی جو مادہ تغذی و نمو کو فضول مادہ سے جدا کر دے مگر اُسکے جدا ہوجانے کے بعد حیوان کی وہی حالت ہوتی ہی جو نباتات کی شروع تغذیہ مہن نہی اور اسلئے یہہ تصور نہیں ہو سکتا کہ حیوان مہن اُس قسم کا ہونا اُن افعال کا باعث مہن جو بالخصوص حیوانات سے علاقہ رکھتے مہن *

حیوانات کے جسم کی بغاوت مہن ایک بہت بڑا نساجال اعصاب کا ہی جسکا مرجع

اے پروردگار ہمارے انہوں نے ہمکو عمارۂ کیا تھا پھر دے انکو دوگنا عذاب آگ سے

ایک سرتر عام یعنی دماغ کی طرف ہی اور وہ تمام افعال حیوانات کے جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں اسی کی داریاں منسوب کیئے جاتے ہیں لیکن یہ افعال اُن سے صرف بتحدیدیت اُنکے اعضا ہونے کے تو منسوب نہیں ہوسکتے اور نہ صرف بتحدیدیت اُنکے مادہ کے کہونکہ تمام جسم حیوانات میں وہی عناصر موجود ہیں ستر مختلف ترکیبات پانچ سے مختلف مادہ اور مختلف صورت پیدا ہوئی ہی پس صرف بتحدیدیت مادہ جو احاطہ عناصر سے پیدا ہوا ہی وہ افعال منسوب نہیں ہوسکتے :

اب دیکھو یہہ دیکھنا ہی کہ عناصر یعنی کاربن آکسیجن ہیدروجن نائٹروجن کی ترکیب سے کیا حالت پیدا ہوسکتی ہی — عمارۂ اُس میں ملکر ایک دوسری صورت کا جسم پیدا کرآتے ہیں مثلاً جب آکسیجن اور ہیدروجن مقدار معینہ سے باہم مل چاروں تو ایک دوسری صورت کا جسم رقیق سیال پیدا ہوجاتا ہی جسکو پانی کہتے ہیں مگر اُس میں کوئی ایسی صفت جو مادہ کی حیثیت سے بڑا کر ہو پیدا نہیں ہوتی — تمام کی ترکیب سے ایک جسم غیر میں یا اُسی جسم میں جو اُن عناصر سے بنا ہی حرارت پیدا ہوسکتی ہی اور جب تک وہ ترکیب قائم رہے وہ حرارت بھی قائم رہتی ہی — عناصر کی ترکیب سے جسم میں ایک خاص قسم کے مادہ کی یا دوسرے جسم کے جذب کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہی جیسے کہ مسخطیس میں ارد کی کشش اور نباتات و حیوانات میں دیگر اجسام کے عناصر اور مادہ کے جذب کی قوت پیدا ہوتی ہی — عناصر کی ترکیب سے ایک ایسا جسم پیدا ہوجاتا ہی جو جوش میں (یعنی منتشر) رہے یعنی چون اُسکے اجزا حرکت میں رہوں جب تک کہ وہ ترکیب اُس میں باقی رہے جسم سیکہ تیزابوں کے ساتھ دوسری چیزوں کے ملائے سے پیدا ہوتی ہی — عناصر کی ترکیب سے ایک قوت منفیہ جو اجسام میں ہی ظاہر ہوجاتی ہی اور دیگر اجسام سے جذب کرکے ایک جگہ لے آتی ہی جیسے کہ اعمال برقی سے ظہور اور اجتماع برق کا ہوتا ہی — ترکیب عناصر سے یا اُن اجسام کی ترکیب سے جو عناصر سے بنے ہوئے ہیں ایک جسم ہوائی سیال پیدا ہوتا ہی جو دیکھائی بھی دیتا ہی اور کبھی ایسا لطیف ہونا ہی جو دیکھائی بھی نہیں دیتا :

اکثر اطباء اور حکماء کا یہہ خیال ہی کہ جسم حیوانی میں جو ترکیب عناصر سے بنا ہی اور جس میں مختلف قسم کے اعضا ہیں اُس ترکیب کے جب ایک جسم ہوائی پیدا ہوا ہی جو باعث بھج ہی جو سبب ہی حیوانات میں ارادہ پیدا ہونے کا اور ترکیب اعضا

قَالَ لِكُلِّ ضَعْفٍ وَابْنٍ لَا تَعْلَمُونَ



جسے حرکت ے ظہور میں آنیکا اور یہی جسم سہال ہوائی باعث ہی انسان کی زندگی کا اور اُسکو بعضوں نے روح حذوائی اور بعضوں نے مطلق روح اور بعضوں نے نسۃ سے تعبیر کیا ہی اور نتیجہ اسکا یہہ سمجھا ہی کہ جب ترکیب جسم حذوائی کی اس جسم سہال کے قائم رہنے کے قابل نہیں رہتی تو وہ حالت موت سے تعبیر کی جاتی ہی اور اسکا صریح نتیجہ یہہ ہی کہ جسم کے معدوم ہونے یا اُسکی حالت قابل قیام رکھنے اُس جسم سہال کے معدوم ہونے کے ساتھ وہ جسم سہال بھی معدوم ہو جاتا ہی یعنی وہ روح ہی فنا ہو جاتی ہی * سہال کو اس میں یہہ قائم ہی کہ تمام آثار جو ترکیب عناصر سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب بنناں ہوتے ہیں مثلاً متناطیس اُس میں بسبب ترکیب عناصر کے لڑنے کی جذبہ کی موت پیدا ہوتی ہی تو اب یہہ نہیں ہوسکتا کہ کبھی وہ اُسکو جذب کرے اور کبھی جذب نکرتے — بلکہ جب ہم نے ایسے عناصر کو یا اجسام مرکبہ عناصر کو اُس میں ترکیب دیا جو برق لے سہیج ہوں تو یہہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی برق سہیج ہو اور کبھی نہ — یا اجسام نباتی جبکہ وہ اپنی تھینک حالت میں ہیں اُن سے یہہ نہیں ہوسکتا کہ مادہ غذائی کو اپنی چیزوں اور تھنوں اور بدنوں سے جب چاہوں جذب کریں اور جب چاہیں جذب نہ کریں غرضکہ جو آثار جس جسم میں ہوجہ ترکیب عناصر پیدا ہوتے ہیں وہ آثار اُس جسم سے کبھی منفک نہیں ہوتے اور اُس جسم کے اختیار میں یہہ بات نہیں ہوتی کہ جب چاہے اُن آثار کو ظاہر ہونے دے اور جب چاہے اُنکو ظاہر نہ ہونے دے *

اسکا ثبوت زیادہ تر اُس قسم کی نباتات پر غور کرنے سے بخوبی حاصل ہوتا ہی جسکو جاندار نبات خیال کیا جاتا ہی — ایک درخت جو چھوٹی موٹی یا لچائی کے نام سے مشہور ہی — صرف چھونے سے اُسکے پتے ستر جاتے ہیں اور تھنی گر پڑتی ہی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پتے کشادہ اور تھنی اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہی۔ — امریکا میں ایک اور درخت پایا گیا ہی جسکو مذبحہ کہتے ہیں اُسکے پھول کی پتھریوں پر جب مکی یا بھنگا آکر بیٹھتا ہی تو پتھریاں بقدر ہو جاتی ہیں اور اُس جانور کو پکڑ لیتی ہیں یہاں تک کہ وہ مرجاتا ہی مگر اُن سے یہہ کبھی نہیں ہوتا کہ اُسکو چھوڑیں اور پتے نہ ستریں اور تھنی نہ گرے یا مکی اور بھنگا اُس پھول کی پتھری پر بیٹھے اور وہ اُسکو نہ پکڑے *

بعض پانی کی نباتات ایسی معلوم ہوئی ہیں جن پر شبہ حرکت اراسی کا پیدا ہوتا ہی چنانچہ ایک قسم کی نبات تالکے کی مانند ہی وہ ایک دوسرے سے ملنے کو حرکت

(حد) کہیں ہوا ایک نے لیدہ دوگنا ہی دیکھ کر نہیں جانتے [۱۲۳]

کرتی ہی تاکہ انکے منہ سے پیدا ہوا انکی ہر مگر وہ کھینچ صرف موت جاذبہ سے بھی
پیدا ہوتی ہی اس پر حرکت اراہی کا اطلاق نہایت مشتبہ ہی خصوصاً جبکہ وہ پانی پر
پہنچتی ہیں *

پانی میں پیدا ہونے والی ایک اور بات ہی جب وہ اُس نبات میں جس سے پیدا
ہوتی ہی ملاحظہ ہوتی ہی تو اور نبات نے پیدا کرنے پر مستعد رہتی ہی اور متحرک
رہتی ہی اور جب اُس میں قوت حرکت و نس جاری رہتی ہی تو اُس میں سے اُسی قسم
کی نبات پیدا ہوتی ہی مگر نہایت مشتبہ ہی کہ اُسکی حرکت کو حرکت اراہی تصور کیا
جائے — اجتماع اور ترکیب عناصر سے متحرک پیدا ہوتا ہی جیسا کہ ہم نے اوپر بیان
کیا اور جبکہ وہ جسم پانی پر آ کر تو اُسکا متحرک اُسکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھی
لیجاسکتا ہی مگر اس پر حرکت اراہی کا اطلاق یقینی طور پر نہیں ہوسکتا *

حیوان کے بعض افعال ایسے ہیں جو صرف ترکیب عناصر کا نتیجہ نہیں ہوسکتے مثلاً
ارادہ اور اختیار کہ جس کام کو چاہتے کرے اور جس کام کو چاہے نہ کرے اور اُسی کام کے کرنے کا
ارادہ صرف نتیجہ ترکیب عناصر کا ہونا نو اُسکا کرنا امر طبعی ہوتا اور اسلئے اُسکا نہ کرنا
امر خلاف طبع ہونا جسکا محال ہونا ہی ہے — علاوہ اُسکے حیوانات میں بہت
سے ایسے انکشافات ہیں جنکا صرف ترکیب عناصر سے ہونا ناممکن ہی مثلاً حیوان کی آنکھ
کا ترکیب عناصر اور ترتیب دلیقات سے بجا اور اُس میں اُن چیزوں کی صورت کا جو اُسکے
سامنے ہوں شعاع کے سبب منعکس ہونا یقینی امر ہی مگر اُسکا اُن اشخاص کو پہچانا اور
دوست و دشمن میں تمیز کرنا صرف ترکیب عناصر سے نہیں ہوسکتا — علاوہ اُسکے خیال
ایک ایسا امر ہی کہ کوئی دلیل اور کوئی ترکیب کیمیائی کا اصول اسبات پر قائم نہیں
ہوسکتا کہ صرف عناصر کی ترکیب کیمیائی کا وہ نتیجہ ہی بالمشبہہ صانع نے اُن کاموں کے
جدا جدا اعضا ملاتے ہیں جو عناصر کی ترکیب کیمیائی سے بنے ہیں مگر کوئی دلیل
نہیں ہی کہ صرف وہی علت تمام اُن امور کے ہیں — غرضیکہ سب امور جنکو ہم ایک
مختصر لفظ تعقل سے تعبیر کرتے ہیں صرف ترکیب کیمیائی عناصر کا نتیجہ نہیں ہی —
ہم عناصر میں فردا فردا کوئی ایسے آثار نہیں دیکھتے جس سے یہ امر ثابت ہو کہ عناصر
میں تعقل اور اختیار ہی اور جب اُن میں یہ صفت حالت انفرار میں نہیں ہی تو
حالت ترکیب میں بھی وہ صفت اُنسے پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اختیار اور عدم اختیار

وَقَالَتْ اُولٰٓئِہِمْ لَآخِرِہِمْ

ہو مختلف صفتیں ہیں اور جز صفت کہ اجزاء میں نہیں ہی تو اُسے جو چیز کہ مرکب ہو اُس میں بھی نہیں ہوسکتی یعنی کوئی جنس جو غیر جنس طبیعت اجزا ہو وہ اُس میں جو اُن اجزا سے مرکب ہی حاصل نہیں ہوتی *

جبکہ ہم اُس قدر پر پہنچتے ہیں کہ بہت سے افعال حیوانات کے ایسے ہیں جو صرف عناصر معلومہ ہی ترکیب کا نتیجہ نہیں ہیں تو ہمکو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ حیوان میں کوئی اور ایسی شے بھی جو فعل کا باعث ہی اور اس فائدہ پر ہم لازمی طور پر پہنچتے ہیں اور اُس افعال میں اُس شے کے ہونے کا لازمی طور پر یقین کرتے ہیں اور اُسی شے کو جو وہ ہو ہم روح کہتے ہیں *

اب یہ سوال ہوتا ہی کہ وہ کیا چیز ہی مگر اس سوال کا جواب انسان کے فطرت سے ملتا ہی انسان کی فطرت صرف استدر ہی کہ وہ اشیاء کے وجود کو ثابت کرسکتا ہی خیرۃ وہ انہما مستسوس ہوں یا اور مستسوس مگر انکی حقیقت کا بتانا اُسکی فطرت سے خارج ہی کسی شے کی یہی حقیقت انسان نہیں جانتا اُن اشیاء کی جس حقیقت نہیں جانتا جو ہر دم اُسکے افعال سے استعمال میں ہیں مثلاً پانی انسان بہت ثابت کرسکتا ہی کہ پانی موجود ہی مگر اُسکی حقیقت نہیں بتاسکتا زیادہ سے زیادہ یہ ہی کہ اُسکے اجزا ہی اگر اُس میں ہوں تو جمع کرسکتا ہی اور پھر اُن اجزا کی حقیقت نہیں بتا کرسکتا وہ کہہ سکتا ہی نہ پانی میں اکسجن اور ہڈروجن ہی جب پڑھو نہ اکسجن اور ہڈروجن کہا چیز ہی تو اُسکی حقیقت نہیں بتاسکتا پس جبکہ ان اُن اجزوں کی حقیقت نہیں جان سکتا جو استدر عام ہیں اگر وہ روح کی ماہیت یہی بتا سکے کہ اُسکے وجود کو ثابت کرجکتا ہی نہیں بیان کرسکتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہی یہ

جو چیز کہ ہمارے تجربہ سے خارج ہی جیسے کہ روح اُسکی فطرت اجزا اُسکے ذہن دایں یا قیاس سے کوئی امر کہیں حسب مقتضای فطرت انسانی اور کچھ کر نہیں سکتے مگر جب ہمکو اُسنا وجود حیوانات میں ثابت ہوا ہی اور وہ ایسا وجود ہی کہ جس سے تمام افعال جو حیوانی افعال میں اسی ترین افعال بلکہ مخصوص بالانسیوانات ہیں اُسکے سبب سے ہیں تو ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ ضرور ہی کہ وہ ایک شے الطف اور جوہر قایم بالذات ہو اور اسی لئے ہم روح کو ایک جسم لطیف جوہر قایم بالذات تسلیم کرتے ہیں — کیونکہ ہمکو یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہی کہ کوئی اور جسم بطور جوہر کے

اور کہہ سکتی اُن میں کے پہلی اپنے عوسری کو

موجود ہی اور روح اُسکے ساتھ قائم ہی بلکہ ہمکو صرف روح کا وجود ثابت ہوا ہی بغیر وجود کسی دوسرے وجود کے اور اسلئے لازم ہی کہ اُسکو جوہر تسلیم کیا جاوے نہ عصب *
مذہب اسلم نے روح کا وجود ہونا بیان کیا مگر اُسکی حقیقت بیان نہیں کی خدا تعالیٰ کے اس قول کی نسبت کہ ”قل الروح من امر ربی“ علماء نے دو قسم کی گفتگو کی
ہی بعضوں کی رائے ہی کہ حقیقت روح سے بحث کرنا جائز نہیں رکھا گیا ہی اور بعضوں
کی یہ رائے ہی کہ روح نے قدیم یا حادث یعنی مخلوق ہونے کی نسبت جو مباحثہ تھا
اُسکا جواب ہی — بھر حال اُس سے کوئی مطلب سمجھا جاوے مگر جو تفصیل کہ ہم نے
اوپر بیان کی اُس سے ظاہر ہونا ہی کہ حقیقت روح کا جاننا بلکہ ہر ایک شی کی حقیقت
کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہی — قرآن مجید تمام اُن چیزوں کی حقیقت کے بیان
سے جملہ جاننا فطرت انسانی سے خارج ہی انکار کرتا ہی اسلئے حقیقت روح کو بھی بیان
نہیں کیا — عام چیزوں کی نسبت کثرت استعمال و مشاہدہ کے باعث لوگوں کا خیال کمتر
رجوع ہونا ہی حالانکہ وہ اُن عام چیزوں کی حقیقت بھی کچھ نہیں جانتے اگر وہ لوگ
انہیں نے روح کی نسبت سوال کیا تھا پانی اور مٹی کی نسبت سوال کرتے تو خدا تعالیٰ
یہیں فرمانا کہ یسئلونک عن الماء والطین قل الماء والطین من امر ربی غرضکہ ماہیت
اشہام کا جاننا انسانی فطرت سے خارج ہی *

جبکہ ہم روح کو ایک جوہر تسلیم کرتے ہوں تو اُس کے مادی یا غیر مادی ہونے پر
بحث پوش آتی ہی — مگر جبکہ ہمکو اُس کی ماہیت کا جاننا ناممکن ہی تو برحقیت
یہ قرار دینا بھی کہ وہ مادی ہی یا غیر مادی ناممکن ہی نہ تھا میں بہت سی چیزیں
موجود ہوں جو باوجود اُس کے کہ وہ مستحسوس بھی ہوتی ہوں اور اُن کے مادی یا غیر
مادی ہونے کی نسبت فیصلہ نہیں ہو سکتا — مثلاً ہم ایک شیشہ کے پئے کے ذریعہ الکروسٹی
یعنی بجلی تکالے ہوں اور وہ نکلتی ہوئی مستحسوس ہوتی ہی اور تھوس اجسام میں
سرایت کر جاتی ہی — انسان کے بدن سے گذر جاتی ہی — بعض ترکہوں سے ایک بوتل
میں یا انسان کے بدن میں مستحسوس ہو جاتی ہی — بعض تھوس اجسام ایسے ہوں
جن میں نفوذ نہیں کر سکتی — مگر اُس کی ماہیت کا اور یہ کہ وہ شی مادی ہی یا
غیر مادی تصدیق نہیں ہو سکتا طرفوں کی دلیلوں شہد سے خالی نہیں — یہی حال روح
کے مادی یا غیر مادی قرار دینے کا ہی لیکن اگر وہ کسی قسم کے مادی کی ہو یا ہم اُس کو

مِنْ فَضْلِ

کے تمام پرزوں کو حرکت دینے والی صرف ایک چیز ہی یعنی † دُخَان مگر جس قسم کے پرزے بنائے گئے ہوں اسی قسم کے افعال اُن سے صادر ہوتے ہوں - اسد طرح گو انسان اور حیوان میں ایک جنس کی روح ہی مگر ہر ایک سے بمقتضائے اُسکی صورت نوعیت کے افعال صادر ہوتے ہوں - انسان کے اعضا کی بغاوت میں بھی ایک دوسرے سے کچھ فرق ہی اور یہی سبب ہے کہ بعض انسانوں سے ایسے افعال صادر ہوتے ہوں جو دوسرے سے صادر ہوئے ممکن نہیں ہوں - ایک کی آواز نہایت دلکش ہی دوسرے کی نہایت مہذب نہ وہ اپنی آواز کو مہذب کر سکتا ہی اور نہ یہہ اپنی آواز کو دلکش بنا سکتا ہی - ایک کے دماغ کی بغاوت عاوم ذہینہ کے ایجاب کرنے کے لائق ہی دوسرے کے دماغ کی بغاوت عام بات کے سمجھنے کے بھی لائق نہیں - پس روح سے افعال مطابق بغاوت اُس جسم کے صادر ہوتے ہوں جن سے وہ متعلق ہی اور یہی سبب ہے کہ جو کچھ انسان کر سکتا ہی وہ حیوان نہیں کر سکتے بلکہ بہت سے ایسے امر ہوں کہ ایک انسان کر سکتا ہی دوسرا انسان نہیں کر سکتا اور جو حیوان کر سکتا ہی وہ انسان نہیں کر سکتا اُن آلات کا ہی جن کے وسیلہ سے افعال روح کے صادر ہوتے ہوں *

ہم دیکھتے ہوں کہ حواریات کی بغاوت اس قسم کی ہی کہ اُس سے نہایت محدود افعال صادر ہو سکتے ہوں اور وہ بھی اکثر ایسے ہوں جو اُنکی زندگی کے لئے ضرور ہوں اور اُس تمام نوع کے ایک ہی قسم کے افعال ہوتے ہوں اور توہماً وہ سب افعال ایسے ہوتے ہوں کہ بلا تعلیم و اکتساب اُن کو حاصل ہو جاتے ہوں - اُن سے کوئی افعال ایسے صادر نہیں ہو سکتے جن سے روح کی ترقی یا تنزل کو کچھ تعلق ہو اور اُن سے روح کو اکتساب سعادت یا شقاوت حاصل ہو اور اسی سبب سے وہ مکلف نہیں ہوں برخلاف انسان کے کہ اُسکی بغاوت ایسی ہی جس سے افعال غیر محدود صادر ہو سکتے ہوں اُن میں ترقی ہو سکتی ہی اُن میں تنزل آجاتا ہی ایک انسان سے کسی قسم کے ایک ہی قسم کے افعال صادر ہوتے ہوں وہ علوم عقائد اور الہیہ کا انکشاف کر سکتا ہی اُس کے ادراکات اور انکشافات کی کوئی حد نہیں ہی - اُس سے ایسے افعال صادر ہوتے ہوں جو روح کے لئے باعث اکتساب سعادت یا شقاوت ہوتے ہوں اور یہی وجہ ہی کہ وہ مکلف ہی *

† دُخَان کے لفظ کا استعمال اس جگہ سے یہاں ہی بلکہ ہوا کا استعمال زیادہ مناسب تھا مگر چونکہ مصرعہ شاعری کا عام لوگوں میں مشہور ہی اس لئے اُسی لفظ کا استعمال کیا ہی ۔

فضیلت

المسئلة الرابعة

ان للروح اكتساب سعادة و شقاوة

یہ مسئلہ بالمشہد نہایت دقیق مسئلہ ہی اُسکے ثبوت کے لئے عوفی دلیل کا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہی مگر اُس کے لئے ایسی تھاسی دلیلیں موجود ہوں جو اس بات پر یقین دلا سکتی ہیں کہ روح سعادت یا شقاوت کا اکتساب کرتی ہے *

یہ امر تسلیم ہو چکا ہے کہ تعقل اور ارادہ روح کا خاصہ ہے — اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اُن چیزوں کو اکتساب کرتا ہے جو اُس میں پہلے نہ تھیں — وہ جاہل ہوتا ہے پھر علوم کا اکتساب کر کے عالم ہو جاتا ہے — وہ حقایق اشیاء کو جہاں تک کہ اُنکا جاننا قانون قدرت کی روح ممکن ہی نہیں جانتا پھر تجربہ اور تحقیقات سے اُنکا اکتساب کر لیتا ہے — جبکہ وہ پودا ہوا تھا اُس کے خیالات بالکل سادے حیوان کی مانند تھے رفتہ رفتہ وہ مختلف باتوں کو اکتساب کرتا جاتا ہے جس سوسٹھتی میں وہ پرورش پاتا ہے اُسکی تمام مادی و غیر مادی عادتوں اور خیالات کو اکتساب کر لیتا ہے *

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بعضی دفعہ نہایت نجس اور ناپاک میل کچھلا سور کی مانند زندگی اختیار کرتا ہے اور کبھی نہایت صفائی اور ستمرائی اور اچھے پن سے زندگی بسر کرتا ہے *

یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی اُس میں نہایت سفاک اور بے رحم عادتوں ہوتی ہیں وہ خولختوار ہوتا ہے مردم آزاری کرتا ہے تمام قوای بھیمہ اُسپر ایسا غلبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک حیوان درندہ بصورت انسان ہو جاتا ہے — کبھی اُس میں ایسی صلاحیت اور نیکی رحم اور قواعد برد باری اور سب کے ساتھ محبت و ہمدردی پودا ہوتی ہے کہ ایک فرشتہ بصورت انسان دکھائی دیتا ہے — ان تمام فضائل اور ذرائع کو وہی شے اکتساب کرتی ہے جس کا خاصہ تعقل و ارادہ ہے یعنی روح ' کیونکہ انسان کا جسم اور تمام اعضاء اندرونی تو برابر تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ تعقل و ارادہ اُن اعضاء کا خاصہ تھا — یہ ایسی واضح دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح سعادت و شقاوت کا اکتساب کرتی ہے اور اُس کی حالت بمقامت اُس کے جسکا اُس نے اکتساب کیا ہے تبدیل ہو جاتی ہے — پس عدنان اکتساب سعادة و شقی ان اکتساب شقاوة *

فَذَرُوا الْعَذَابَ

المسئلة الخامسة

ان انسانى موت نما حقیقۃ الموت و للروح بقاء بعد مفارقتہ الابدان
 اسودہی کہ ہم اور ہمارے اس کتاب کے پڑھنے والے ضرور ایک دن اس کی واقعی
 حقیقت سے واقف ہونے والے ہوں مگر اس زندگی میں جسقدر کہ موت کا حال معلوم ہو سکتا ہی
 وہ یہہ ہی کہ اخلاط کے تغیر یا کسی ایسے عضو میں نقصان پہونچنے کے سبب جس سے
 ان بخارات کی تولید یا بقاء کو زیادہ تعلق ہی جو ترکیب اخلاط سے پیدا ہوتے ہوں اور جنکو
 نسمة سے تعبیر کیا ہی ان کی تولید موقوف ہو جاتی ہی اور موجودہ مضمتل ہو جاتے
 ہوں اس وقت انسان یا حیوان مرجاتا ہی اور روح جسکو ابدان سے تعلق اُسے نسمة کے
 سبب سے تھا جسم سے علاحدہ ہو جاتی ہی *

مگر غور طلب یہہ بات ہی کہ جسقدر زمانہ تک روح کو نسمة سے مصاحبت رہی ہی
 اُس سے کچھ تاثر روح میں ہوتا ہی یا نہیں اور اگر ہوتا ہی تو بعد مفارقت ابدان وہ
 تاثر اُس میں باقی رہتا ہی یا نہیں — ہم دنیا میں دیکھتے ہوں کہ تمام اجسام لطیف
 جب آپس میں ملتے ہوں تو ایک اثر قسم کا جسم حاصل کر لیتے ہوں — اگر کیمیاوی
 ترکیب پر خیال کیا جاوے تو تمام اجسام سخت سے سخت و نفل سے نفل کی ترکیب
 صرف اجسام لطیف ہوائی سے ہی جنکو علم کیمیا میں گھاس یا بخارات سے تعبیر کیا ہی —
 پھر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ روح کو نسمة کے ساتھ ملنے سے تاثر نہوا ہو اور اُس نے
 کوئی جسم جو اُس کے پہلے جسم سے کسی امر میں مختلف ہو حاصل نہکھا ہو — اس کے
 تسلیم کے بعد کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر فی الفور روح
 کا وہ جسم بھی جو اُس نے نسمة کی مصاحبت سے حاصل کیا ہی تحلیل ہو جاوے —
 نتیجہ اس تفریق کا یہہ ہی کہ روح نسمة کی مصاحبت سے ایک اثر جسم لطیف حاصل کرتی
 ہی اور وہ جسم روح اور نسمة سے ترکیب پایا ہوا ہوتا ہی اور بدن سے مفارقت کرنے کے
 بعد بھی وہ جسم علیٰ حالہ باقی رہتا ہی گو بعد کو روح کا کسی وقت نسمة سے علاحدہ
 ہو جانا بھی ممکن ہو گا ورنہ کہ جن اسباب سے دو جسم لطیف آپس میں ملکر ایک نیا جسم
 پیدا کرتے ہیں وہ دیگر اسباب سے تحلیل بھی ہو جاتے ہوں یعنی ایک دوسرے سے علاحدہ بھی

پھر چکھو عذاب کو

ہوجائے ہمیں پس یہی حال روح و جسم کا ہونا ہی — ہوا میں پھولوں ے اجزاء لطیفہ ملنے سے تمام ہوا خوشبو دار اور غلظت چھڑوں کے اجزاء رقیق ملنے سے بدبو دار ہوجاتی ہے اور پھر وہ اجزاء تحلیل ہوجاتے ہیں اور ہوا علیٰ حالہ صاف رہ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اجسام جو ترکیب کومفادی سے مرکب ہیں دیگر اسباب و سببوں سے تحلیل ہوجاتے ہیں پس روح و جسم میں ترکیب کومفادی ہوتی ہے اور کومفادی اُس کا تحلیل ہونا ممکن ہی *

جب روح کو ایک جسم لطیف جوہر مستقل بالذات تسلیم کیا جائے چھوٹا کہ معلیٰ تسلیم کیا ہی تو اُس کا فنا ہونا محالات سے ہی امام چھڑیں جو دنیا میں موجود ہیں کوئی بھی اُن میں سے معدوم نہیں ہوتی صرف تبدیل صورت ہوئی ہی جانی آگ سے یا دھوپ کی تھوڑی سے خشک ہوجانا ہی مگر معدوم نہیں ہوتا صرف صورت کی تبدیل ہوتی ہی اُکسیدن اور ہیدروجن علاحدہ علاحدہ ہوجاتے ہیں اُکسیدجن اُکسیدجن میں ہیدروجن ہیدروجن میں مل جاتی ہے اور ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی پس روح کے معدوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے عایت مافی الباب یہ ہے کہ جب تمام اسما موجودہ میں تبدیل صورت ہوئی رہی ہے تو روح میں بھی تبدیل صورت ہوتی ہوگی — اس کی امتناع پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے — مگر اُس کے تسلیم کر لینے سے کوئی مشکل مذہب اسلام میں پیش نہیں آتی بلکہ بعض خیالات کی جو اہل اسلام میں مروج ہیں اور موری تحقیق میں اُن کی بڑا کسی معتبر سند پر نہیں ہی تائید ہوتی ہے — عرض کہ روح کے وجود کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اُس کے بقا کا تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے *

المسئلة السادسة

ان سامعا البقاء للروح فما حقيقة البعث والحشر والمشرق

بعث و حشر و نشز کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے یہہ بیان کرنا چاہیئے کہ قیامت کے دن کائنات کا کیا حال ہوگا اور قرآن مجید میں اُس کی نسبت کیا بیان ہوا ہے اور اُس کا مطلب کیا ہے اس لیئے اولاً ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں *

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۱۷﴾

قیامت

قیامت کے دن کائنات کا جو حال ہوگا وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں مذکور ہے *

۱ — یوم تبدل الارض ۰ غفر الارض ۰ والسموات ۰ سرور اللہ الواحد الفہار — (۱۳ سورۃ ابراہیم — ۴۹) —

۲ — یوم یكون السماء کالمہل و تكون الجبال کالہین — (۷۰ سورۃ المعارج — ۹ و ۸) —

۳ — یوم یكون الناس کالفراش المہنوت و تكون الجبال کالہین المغفوش — (۱۰۱ سورۃ الناعمہ — ۳ و ۲) —

۴ — کلا اذا دکت الارض ربک وال ملک صما صما — (۸۹ سورۃ الفجر ۲۲ و ۲۳) —

۵ — فاذا انفخ فی الصور نفختہ وأحدہ وحملت الارض والجبال فذکما دتہ واحدہ

فیومئذ وقعت الواقعة ۰ وانشقت السماء ۰ فہی یومئذ وھبہ وال ملک علی ارجائها ویصطل عرش ربک یومئذ ثمانیہ — (۶۹ سورۃ الصافات ۱۳ — ۱۷) —

۱ — اُس دن بدل دی جاوے گی زمین سوائے اُس زمین کے اور بدل دیئے جاوے گی آسمان اور حاضر ہونے سامنے خدائے واحد قہار کے *

۲ — جس دن کہ ہوگا آسمان تہل کی تلچھت کی مانند اور ہووے گی پہاڑ رنگ برنگ کے اُون کی مانند *

۳ — جس دن ہو جاوے گی آدمی پراگندہ آتشیوں کی مانند اور ہو جاوے گی پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی اُون کی مانند *

۴ — جس وقت تیری جاوے گی زمین ریزہ ریزہ اور آویکا تھرا پروردگار اور فرستے صف کے صف *

۵ — پھر جب پھونکا جاوے گا صور میں ایک دفعہ کا پھونکا اور اُٹھائی جاوے گی زمین اور پہاڑ پھر توڑے جاوے گی ایک دفعہ کے توڑے سے پھر اُس دن ہو پڑے گی ہونے والی (یعنی قیامت) اور پھٹ جاوے گا آسمان پھر وہ اُس دن ہو جاوے گا دھلا اور فرشتے ہونے اُس کے کناروں پر اور اُٹھاوے گی تھرے پروردگار کے عرش کو اُن کے اوپر اُس دن اُٹھ *

بسمب اُس کے جو تم کہاتے تھے ﴿۲۷﴾

۶۔ اُس دن کہ کائناتی زمین اور پہاڑ اور ہوا جو اینکے پہاڑ تھلے بھر بھر رہی ریت کے *
۷۔ وہ دن کہ کر دیکھا لو کہیں کر بدھا آسمان بہت گھاہوگا اُس دن میں *

۸۔ بوشک فاصلہ کے دن کا وقت مقرر ہو جس دن بھرنکا جاوینکا صور میں تو تم آؤ گے گروہ گروہ اور کھولا جاوینکا آسمان اور وہ ہوا جو اینکے دروازے دروازے اور چلائے جاوینکے پہاڑ بھر ہو جاوینکے چمکنی ریت کی مانند *

۹۔ جس وقت کہ آسمان بہت جاوینکا اور کان لگائے رھینکا اپنے پروردگار (کے حکم) پر اور وہ اسی لایق ہی اور جب کہ زمین بھولائی جاوینکی اور ڈال دیگی جو کچھ اُس میں ہی اور خالی ہو جاوینکی اور کان لگائے رھینکی اپنے پروردگار (کے حکم) پر اور وہ اسی لایق ہی *

۱۰۔ پھر جب بہت جاوینکا آسمان تو ہوگا سرخ لعل رنگ ہوئے چمڑے کی مانند *
۱۱۔ جبکہ آسمان بہت جاوینکا اور جبکہ تارے چھڑ پڑینکے اور جبکہ سمندر پھوٹ پھوٹکے اور جبکہ قبریں بھاری جاوینکی جان لیگی ہر جان جو کچھ آگے بھجوا ہی اور پھینچے چھوڑا ہی *

۱۲۔ جبکہ سورج لپٹتا جاوینکا اور جبکہ تارے نہوندلے ہو جاوینکے اور جبکہ پہاڑ چلائے جاوینکے اور جبکہ دسی مہوئے کی گاہیں

۶۔ یوم نوحف الارض والجبال وکانت الجبال کذہبا مہدلا (۷۳ سورۃ المزمل ۱۲)۔

۷۔ یوم یجعل الاولدان شہبا السماء منقطر بد (سورۃ المزمل ۱۷ و ۱۸)۔

۸۔ ان یوم الفصل کان میقاتا یوم یمنع فی الصور فغاتون افواجا وفتحت السماء فکانت ابوابا و سہرت الجبال فکانت سوانا (۷۸ سورۃ النباء ۱۷ و ۱۸)۔

۹۔ اذا السماء انشقت و اذنت لربها و حققت و اذا الارض مدت و اقلت ما فیہا و تخلت و اذنت لربها و حققت (۸۲ سورۃ انشقاق ۱ - ۵)۔

۱۰۔ فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان (۵۵ سورۃ الرحمن ۳۷)۔

۱۱۔ اذا السماء انفطرت و اذا الکواکب انتثرت و اذا البحار فجرت و اذا القیور بعثرت علمت نفیس ما قدمت و اخرت (۸۲ سورۃ انفطار ۱ - ۵)۔

۱۲۔ اذا الشمس کورت و اذا النجوم انکدرت و اذا الجبال سہرت

اِنَّ الَّذِیْنَ

اور مٹائی بہکار چھٹی رہیگی اور جبکہ وحشی جانور (آدمیوں کے ساتھ) اکٹھے کھئے جاویں گے اور جبکہ سمندر اگ کی مانند بہز گئے جاویں گے اور جبکہ جانوں جزا جزا کی جاویں گی اور جبکہ زندہ گازی ہوئی لڑکی پوچھی جاویگی کہ کس گناہ کے بدلے وہ ماری گئی اور جبکہ اعمال داسے کھولے جاویں گے اور جبکہ آسمان کی کھال کھینچی جاوے گی اور جس وقت دوزخ دھکائے جاویں گے اور بہشت پاس لائے جاویں گے جان لوگی ہو جان کہ کھا حاضر لائی ہی * ۱۳ — جبکہ ملائی جاویگی زمین زور کے ملانے سے اور ذرہ ذرہ کھئے جاویں گے پہاڑ بہت چھوٹے چھوٹے ذرہ پھر ہو جاویں گے پھلے ہوئے غبار کی مانند *

۱۴ — اور ہمیں قدر کی انہوں نے اللہ کی حق اُس کی قدر کرنے کا اور ساری زمین اُسکی مٹوئی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان لہیے ہونگے اُس کے داہوں ہاتھ پر پاک ہی وہ اور ہرگز ہی اُس سے کہ اُسکا شریک کرتے ہوں — اور پھر لگا جاویں گا صور میں پھر بدھوش ہو جاویں گا جو آسمانوں میں ہی اور جو زمین میں ہی مگر جس کو چاہی خدا — پھر پیونگا جاویں گا صور میں دوسری دفعہ یکایک وہ کھڑے ہوئے ہونگے دیکھتے — اور روشن ہو جاویں گی زمین اپنے پروردگار کے نور سے اور رکھی جاویں گی کتاب

و اذالاعشار عذلت و اذالالبحر جفوت و اذالالبکار سبوت و اذالنفوس زوجت و اذالمروءة سفلت و اذالذنب قملت و اذالصفصا فشرت و اذالاسماء كسطت و اذالانجسیم سعرت و اذالاجاة ازلمت علمت نفس بما احصوت (۸۱ — سورة التکویر ۱ - ۱۲) —

۱۴ — اذالرجف الارض رجا و یست الجبال ساکنات ہباء مذبذبا (۵۶ سورة الواقعة ۲ - ۶) —

۱۴ — و اقدروا الله حق قدره والارض جمیما قبضته یوم القیامة و السعوات مطریات بیده و فیه سبحانہ و تعالی عما یشرکون — و تفتح فی الصور فصعق من فی السموات و من فی الارض الا من شاء الله ثم تفتح فیه اخروی فاذا هم قیاما ینظرون و اشرقت الارض بنور ربها و وضع الکتاب و حی بالذیہن والشہداء و قصی دہام بالحق و هم لا یظلمون (۳۹ سورة زمر ۶۷ - ۶۹) —

بے شک جن لوگوں نے

اور حاضر کیا جاویگا پیغمبروں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ دیا جاویگا ان میں (یعنی لوگوں میں) ساتھ حق نے اور وہ ظالم کوٹھے جاوینگے *

۴۵ — جس دن آویگا آسمان دھواں ہو کر قہرناک لیگا لوگوں کو بہت عذاب ہی دکھ دینے والا *

۱۶ — اور جس دن پھونکا جاویگا صرصر میں تو گھبرا جاویگا جو کوئی آسمانوں میں ہے اور وہ زمین میں مگر جس کو چاہے اللہ اور ہر ایک اُس کے سامنے آوینگے ذلیل ہو کر — اور نو دیکھیگا پہاڑوں کو (جن کو) تو سمجھنا ہی جمع ہوئے کہ وہ چلے جاتے ہیں نادل کے چلنے کی مانند *

۱۷ — جس دن تہ بخت جاویگا آسمانیں اچھی طرح کے پھٹنے سے اور چلنے انہوں کے پہاڑ ایک قسم کے چلنے سے *

۱۸ — جبکہ تارے بے نور کھٹے جاوینگے اور جبکہ آسمان بھارے جاوینگے اور جبکہ پہاڑ ریزہ ریزہ کھٹے جاوینگے *

۱۹ — جبکہ زمین ہلائی جاویگی اپنے اٹلنے سے اور نکالہوگی زمین اپنے بوجھ سے *

۲۰ — جو کوئی زمین پر ہی فنا ہونے والا ہی اور باقی رہے کسی ذات بقدرے دور دراز بزرگی والے اور اکرام والے کی *

اب دیکھنا چاہئے کہ ان آیتوں میں نسبت کائنات موجودہ کے کیا بیان دیا ہے *

۱۵ — یوم تباری السماء

بعشی الناس هذا عذاب الیم (۱۲۲ سورۃ دخان ۹ و ۱۰) -

۱۶ — و یوم یمیع فی الصور فیرزج من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ و کل اقوۃ ن آخرین و تری الجبال

فمصبها حاسدا و ہی تمر مر السحاب (۴۷ سورۃ نمل ۸۹ - ۹۰) -

۱۷ — یوم نمر السماء صورا و سور

الجبال صورا (۵۲ سورۃ الطور ۹) -

۱۸ — اذا طمست ادا السماء

النجوم فرجت و اذا الجبال

سورۃ مرسلات ۸ - ۱۰) -

۱۹ — اذا زلزلت الارض

انما لها (۹۹ سورۃ الزلزلہ ۱ و ۲)

۲۰ — کل من علیہا فان و یفی وجہ

ربک ذوالجلال و الاکرام (۵۵ سورۃ الرحمن

۲۶ و ۲۷) -

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

زمینوں — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ — بدل دی جاوے گی زمین سوائے اس زمین کے — اور یہہ بھان ہے کہ زمین ریزہ ریزہ کر دی جاوے گی در پہکنے کے ساتھ زمین اڑھائی جاوے گی اور ایک دفعہ میں توڑ دی جاوے گی — قہامت نے دن زمین کو کھائی اور ہلائی جاوے گی — قہامت میں زمین خدا کی مٹھی میں ہوگی — زمین کھنچ لی جاوے گی یا پھلائی جاوے گی اور جو کچھ اس میں ہے وہ ڈال دیگی اور خالی ہو جاوے گی *

پہاڑوں — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ وہ رنگ رنگ کی دھلی ہوئی آبن کی مانند ہو جاوے گی — در پہکنے پر پہاڑ اڑھائے جاوے گی اور نور زمین جاوے گی — وہ ہلائی جاوے گی اور بھر بھری ریت کے ٹھلے کی مانند ہو جاوے گی — وہ ذرہ ذرہ کھٹے جاوے گی اور عبار کی مانند ہو جاوے گی — وہ جو جسے وہ لے دکھائی دیتے ہیں وہ بادلوں کی مانند چلے جاتے ہونگے یا ایک طرح کے چلنے سے چلتے ہونگے — وہ شراب یعنی چمکتے ہوئے ریت کی مانند ہو جاوے گی *

سمندر — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ آگ کی مانند بہو گئے جاوے گی — اپنی جگہ سے بہوت بہن گئے *

آسمانوں — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ آسمان بدل دیئے جاوے گی سوائے ان آسمانوں کے — وہ تھل کی تلچھت کی مانند ہو جاوے گی — وہ بہت جاوے گی سرخ رنگے ہوئے چمڑے کی مانند ہونگے اور ڈھولے و سست پڑ جاوے گی اور دروازے دروازے کی مانند ہو جاوے گی وہ خدا کے داہوں ہاتھ پر لوہے لٹے جاوے گی — وہ دھوئیں کی مانند ظاہر ہونگے — وہ بہت جاوے گی اور ایک طرح کے چلنے سے چلیں گے — ان کی کھال کھنچ لی جاوے گی *

سورج اور تاروں — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ — سورج لیٹ لگا جاوے گا تارے چھ جاوے گی اور ایک جگہ آیا ہے کہ تارے دھوندلے ہو جاوے گی بے نور ہو جاوے گی *

انسان اور نفوس — کی نسبت بھان ہوا ہے کہ — آدمی تدیوں کی مانند پراگندہ ہو جاوے گی — لڑکے بدھ ہو جاوے گی آدمی یا روحیں فوج فوج آوے گی — وحشی جانور آدمیوں کے ساتھ اکٹھے ہو جاوے گی *

سورۃ الرحمن میں کہا ہے کہ جو کوئی زمین پر ہی فنا ہونے والا ہے اور پروردگار کی

ذات ہی باقی رہے گی *

اب غور کرنا چاہئے کہ اگلے علماء نے ان آیتوں کی نسبت کہا کہا ہے اور کیا نتیجہ نکلا ہے — سورۃ ابراہیم میں جو یہہ آیا ہے کہ قہامت میں زمین اور آسمان بدل جاوے گی

جہنم کی ہمارے نشانوں کو

اسکی نسبت تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بدلہ دو طرح پر ہو سکتا ہے ایک اس طرح کہ اُس شی کی ذات باقی رہے اور اُسکی صفاتیں بدل جائیں - دوسرے اس طرح کہ اُس شی کی ذات فنا ہو جاوے اور اُسکی جگہ دوسری موجود ہو جاوے - اسکے بعد تفسیر کبیر میں بموجب مکتورۃ عرب کے اسنی مثالیں لکھی ہیں کہ تبدیل کے لفظ کا استعمال دونوں طرح پر ہوتا ہے - اسی دلائل پر ایک گروہ عالمین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں تبدیل سے آسمان و زمین کی صفات کا تبدیل ہو جانا مراد ہے نہ انکی ذات کا - ابن عباس نے فرمایا کہ زمین سے یہی زمین مراد ہے مگر اُسکی صفاتیں تبدیل ہو جاویں گی - پہاڑ زمین پر سے اتر جاویں گے دریا پھوٹ نکلیں گے زمین اسی برابر ہو جاویں گی کہ کہیں اونچا نہوچا نہ دکھائی دے گا - حضرت ابو ہریرہ نے جلاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ خدا زمین کو بدل دیگا اور عکاظی چمڑے کی طرح اُسکو پھولانے بجھائیگا کہیں اُس میں اونچا نہوچا نظر نہ آئیگا - خدا کا یہ قول "وَالسَّمَوَاتِ" اسکے بھی یہی معنی ہیں کہ آسمان بدل کر اور طرح کا کر دیا جاویگا جیسا کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے نہیں مارا جاویگا اور نہ وہ کافر جس سے عہد و پیمان ہے عہد و پیمان کے زمانہ تک "یعنی وہ شخص بھی کفر کے بدلے نہ مارا جاویگا جس سے معاہدہ ہو چکا ہے معاہدہ کے زمانہ تک آسمانوں کا بدلنا یوں ہوگا کہ ستارے متفرق ہو کر ثوت پھوٹ جائیں گے آفتاب لوہے دیا

ففی الآیۃ ذیلان - الاول ان المراد بتبدیل الصفۃ لا بتبدیل الذات قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی تلک الارض الا انہا تغیر فی صفاتہا فتفسر عن الارض جمالہا و تغیر بکارہا و تسوی فلا یروی فیہا عوج ولا امت - وروی ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلعم انہ قال یبدل اللہ الارض غیر الارض فیبسطہا و یمدہا مدالایم العکاظی فلا تری فیہا عوجا ولا امتا - و قوله والسموات ای تبدل السموات غیر السموات وهو کقوله علیہ السلام لا یقتل مؤمن بکافر ولانہ عہد فی عہدہ و المعنی ولانہ عہد فی عہدہ بکافرو تبدل السموات بانشار کواکبہا و انفطارہا و تکوین شمسہا و خسوف قمرہا و کونہا ابوابا و انتہا تارۃ تکون کالمہل و تارۃ تکون کالدھان - والقول الثانی - ان المراد بتبدیل الذات قال ابن مسعود تبدل بلرض بالفضۃ البھضاء النقیۃ

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا

جاویدکا چاند دھولہلا چانہکا آسمان میں درازے ہو جاویدکے اور وہ کبھی تو تھل کی تلچھیت کا سا ہوگا اور کبھی سرخ چمڑے کی مانند — دوسرا فرقہ کہتا ہی کہ تبدیل سے آسمان و زمین کی ذات کا بدل جانا مراد ہی — ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہ زمین بدلکر چمکتی ہوئی چاندی بن جاویدگی جس پر نہ کبھی خونریزی ہوئی ہی اور نہ کبھی آس پر گناہ کیا گیا ہی۔ بعضوں نے قول اول کو ترجیح ہی دی یہ کہتے ہیں کہ آیت میں اسی زمین کی نسبت تبدیلی کا لفظ ہی اور چونکہ تبدیل ایک صفت ہی تو ضرور ہی کہ اُسکی تحقیق کے وقت یہی مرصوف یعنی یہی زمین موجود ہو یہ ہی ظاہر ہی کہ تبدیل کبوقت زمین کی صفتوں اور موجود ہونے کی نہیں تو اب ذات ہی کا باقی رہنا آیت سے لازم آیا۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہی وہ کہتے ہیں کہ قیامت قائم ہونے کے وقت اللہ پاک جسموں اور ذاتوں کو سرے سے معدوم کر دیگا بلکہ صرف اُن کی صفتوں معدوم ہو جاوینگی۔ ممکن ہی کہ زمین اور آسمان کے بدلنے سے یہ مراد لی جاوے کہ زمین کو خدا دوزخ بنا دیگا اور آسمانوں کو بہشت — اور خدا کا یہ قول کلا ان کتاب البرار لفي علیہن کلا ان کتاب الفجار لفي سجنہن

ام یسئک علیہا نہ ولم تعمل علیہا خطیئة فہذا شرح القولین ومن الناس من رجح القول الاول قال لان قبلہ يوم تبدل الارض المراد هذه الارض والتبدل صفة مضافة الیہا وعند حصول الصفة لابد ان يكون الموصوف موجودا فلما كان الموصوف بالتبدل هو هذه الارض وجب كون هذه الارض باقية عند حصول ذلك التبدل ولا يمكن ان تكون هذه الارض باقية مع صفاتها عند حصول ذلك التبدل والاستفیع حصول التبدل فوجب ان يكون الباقي هو الذات فتبت ان هذه الایة تقتضي كون الذات باقية والقائلون بهذا القول هم اللذین یقولون عند قیام القيامة لا بعدم الاله الذات والاجسام وانما یعدم صفاتها و احوالها — و اعلم انه لا یبعد ان یقال المراد من تبدل الارض والسموات هو انه تعالیٰ یجعل الارض جہنم و یجعل السموات الجنة والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ کلا ان کتاب البرار لفي علیہن و قوله کلا ان کتاب الفجار لفي سجنہن —

اور اُن سے منکشی کی

ان تمام حالات سے جو اوپر مذکور ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس دنیا کے تمام حالات بدل جائیں گے جو چیزیں کہ اب موجود ہیں وہ معدوم نہیں ہوئے لیکن اُن کے حواص و اوصاف تبدیل ہو جائیں گے *

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی معجمات میں واقعات قیامت کو وقایع جو سے تعبیر کیا ہے یعنی اُن واقعات سے جو آسمان و زمین کے درمیان ہوتے ہیں وہ لکھے ہیں کہ ”تعود ملک الوقایع الی الانوار المندھجۃ فوقہ ظلہا فیستعد العالم لواقعۃ عظمیٰ من وقایع التصوف تہلک البشر والموالود ویرود کل عنصر لمصلہ“ ”انہی یعنی واقعات قبل قیامت مثل عالم میں فسادات ہوتے اور دجال کے آنے اور حضرت عیسیٰ کے تشریف فرمائی کے بعد اذکار مستحیطہ الہیہ واقعہ عظمیٰ کے ہونے پر منوجہ ہونے اور واقعات جو یعنی آسمان و زمین کے بیچ ہوتے ہیں واقع ہونے بشر و موالید سب مرجوین گئے اور ہر ایک عنصر اپنی جگہ پر چلا جائیگا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ نظام اولت پلت ہو جائیگا *

تحقیقات جدید کی رو سے جہاں تک معلوم ہو سکا ہے چاند کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں اُس میں آبائی تھی اور ہوا مثل کرۃ ارض کے اُس کے مستحیط تھی پانی بھی اُس میں تھا۔ مگر اب محض ویران اور سرکہ کر کھنڈر ہو گیا ہے کوئی ذی نفس اُس میں نہیں ہے ہوا بھی اُس کی مستحیط نہیں ہے — یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض کواکب جو حقیقت میں بہت بڑے بڑے کرۃ زمین سے بھی سیکڑوں حصہ بڑے تھے منتشر ہو گئے اور اور کروں میں جا ملے — یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ زمین کا مدار جو گردِ آفتاب کے ہی چھوٹا ہوتا جاتا ہے پس یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ زمانہ مستد کے بعد جسکا اندازہ نہیں ہو سکا اور گو وہ لاکھوں کروڑوں برس کے بعد ہو جب زمین کا مدار بہت چھوٹا ہو جائیگا تو دنیا کا کیا حال ہوگا — کھاسمندر نہ اُبل جائیگا کھاپہاڑ ریت کی مانند نہ ہو جائیگا — کھایہ زمین نہ بدل جائیگی — یہ آسمان جو ہم کو ایسا بولا بولا خوبصورت دکھائی دیتا ہے کھارہ تیل کی تلچھٹ کی مانند اور کبھی سورج چمڑے کی مانند نظر نہ آویگا — کھایہ ستلڑے بے نور نہ دکھائی دیں گے — پس واقعہ قیامت ایک ایسا واقعہ ہے جو امورِ طبعی کے مطابق اس دنیا پر واقع ہوگا اور ضرور واقع ہوگا مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب واقع ہوگا خدا تعالیٰ نے اُس طبعی واقعہ کو جا بجا اور مختلف قسموں سے ایسا ہی بیان کیا ہے کہ بدوین کو خدا کی قدرت کاملہ پر وثوق ہو اور

لَا تَفْتَحْ لَهُمْ

اُس وحدہ لشریک کے سوا کسی دوسری چیز کو اپنا معبود نہ بنائیں۔ دنیا میں پہاڑوں کی پرستش ہوتی تھی سمندر پوچے جاتے تھے دریا پوچے جاتے تھے آگ کی پرستش کھجائی تھی چاند سورج کی پرستش ہوتی تھی۔ ستاروں کی پرستش کے لئے ہیا کل بنائی گئی تھی اور ان کی پرستش ہوتی تھی اسلئے خدا نے اس طبعی واقعہ کو چٹلایا کہ یہ سب چیزیں ایک دن فنا یعنی متغیر ہوئے والی ہوں اور ان میں سے کوئی بھی معبود ہوئے کے لائق نہیں ہی پس قیامت کا ذکر چاہتا اسی غرض سے آیا ہی کہ عجایب مخلوقات خدا کی جن میں مخلوقات زمین اور آسمان اور کواکب زیادہ تر عجب دکھائی دیے ہوں اور جن کی پرستش انواع اقسام سے لوگوں نے اختیار کی تھی اُس کو چھوڑیں اور صرف خداے واحد کی جو ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اور پھر فنا کرنے والا ہی پرستش اختیار کریں *

یہ قیامت جس کا اوپر ذکر ہوا یہ تو کائنات پر گذریگی مگر اصلی قیامت جو انسان پر گذریگی وہ وہ ہی جس کا ذکر سورة قیامت میں آیا ہی اور اسکا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہی کہ "من مات فقد قامت قیامتہ" خدا نعالے فرماتا ہی — کہ انسان پوچھتا ہی کہ کب ہوگا قیامت کا دن پھر (وہ دن اُس وقت ہوگا) جبکہ آنکھیں پتھرا چلویں گی چاند

کالا پوجاریکا یعنی آنکھوں کی روشنی جاتی رہیگی اور آنکھیں اندر بھٹتے چلویں گی چاند سورج یعنی رات دن اکٹھے ہو چلویں گے کہ اُسکو کچھ تھوڑے نہ رہیگی کہ دن ہی یا رات سب چیز دھوندلی دکھائی دیگی اور اسی بنا پر کوا کوا ہی کہ انسان دن میں کسی وقت مرے اُس کو شام کا وقت دکھائی دینا — انسان کہتا کہ اس دن بھاگ جانے کی کہاں جگہ ہی ہرگز کوئی جگہ پناہ کی نہیں۔ تھوڑے پورونگار ہی کے پاس اُس دن تھوڑے کی جگہ ہی — اُس دن جان لیوا انسان کہ اُسے کھا آگے بھجیا ہی اور کھا پھینچے چھوڑا

یسئل ایان یوم القیامة = فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المعز ولا وزیر الی ربک یومئذ المستقر یدعی الانسان یومئذ بما قدم واکثر بل الانسان علی نفسه بصيرة ولو القى معاذیرہ (سورة قیامة - ۷۵)

وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة ووجوه یومئذ باسرة تطئن ان یفعل بها فاقرة فلا اذا بلغت التراقي وقیل من راق و ظن انه التراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق (سورة قیامة - ۷۵)

ہرگز نہ کھلے جاویں گے اُن کے لیڈے

ہی - بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہی کہ کہ درمیان میں بہت سے عفرال آئے *
اس کے بعد یہ فرمایا ہی کہ اس دن کتنے منہ ترو تازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف
دیکھنے ہونگے اور اُس دن کتنے منہ تھوڑے ہونگے ہونگے گمان کریں گے کہ اُن پر مصیبت
پڑنے والی ہی - جس وقت کہ جان نہ خورے میں پہنچتی ہی اور کہا جاتا ہی کہ کون -
یہو آواز نہوں نکلتی اتنا ہی کہ نہ چپ ہو جاتا ہی - پھر کہا جاتا ہی - جہازے
پھونکنے والا - پھر چپ ہو جاتا ہی - اور جان لیا نہ بے ہشک اب جدائی ہی اور
لیوت لیا ایک بندوق کو دوسری بندوقی ہے - اُس دن پھرے پروردگار کے پاس چلنا ہی *

یہ تمام حالت جو خدا نے بغائی انسان پر مرنے کے وقت گذرتی ہی اور اس سوال کے
جواب میں کہ قیامت کا دن کب ہوگا سائی گئی ہی اور اس سے صاف ظاہر ہی کہ انسان
کی اصلی قیامت اُس کا مرنہ ہی اور " من مات فقد قامت قیامت " بہت صحیح و سچا
قول ہی - اگرچہ اگلے علما نے اس باب میں اختلاف کیا ہی کہ انسان کی ایسی حالت
کب ہوگی بعضوں نے کہا کہ موت کے وقت بعضوں نے کہا کہ بعث کے وقت بعضوں نے کہا
کہ درج کو دیکھنے کے وقت مگر قرآن مجید کی عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ یہ بیان موت
کے وقت کی حالت کا ہی جس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا - جن عالموں نے اُس
حالت کو وقت موت کے حالت قرار دیا ہی اُنہوں نے خسفِ قمر کے واسطے آنکھ کی روشنی
کا جانا رہنا مراد لیا ہی فقہور کبہر میں ہی کہ " چولوگ نہ آنکھ کے چونڈھوانے کو موت
کی علامت قرار دینے میں وہ " " خسف القمر " کے

فاما من يجعل برق البصر من علامات الموت قال معني و خسف القمر اے ذہب
ضوء البصر عند الموت يقال عون خاسفة اذا فسدت حتى غابت حدتها في الراس واصلها
من خسف الارض اذا ساخت بما عليها وقوله جمع الشمس والقمر كناية عن ذهاب الروح الى
عالم الاخرة لان الاخرة كالشمس فانه يظهر فيها المغيبات وتنفخ فيها المبهمات والروح كالقمر
كما ان القمر يقبل النور من الشمس فكذلك الروح

کے معنی یہ کہتے ہیں کہ نکلنے کی روشنی
جاتی رہوگی - عرب میں آنکھ جب
پھوٹ جائے یہاں تک کہ ڈھلاسرو میں بیٹھ
جائے تو کہتے ہیں " عون خاسفة " یہ
مستحضرہ خسف الارض سے نکلا ہی جس کا
استعمال زمیوں کے دھلس جانے کے وقت ہوتا
ہی - اور خدا کا یہ قول " جمع الشمس
والقمر " روح کے عالم آخرت کی طرف چلے
جائے سے کناہ ہی گویا وہ دوسری دنیا ایک

آیوات السماء

تقبل نور المعارف من عالم الاخرة ولا شك ان تفسير هذه الآية بعلامات القيامة اولی من تفسيرها بعلامات الموت و اشد مطابقة لها (تفسير کبیر جلد ۶ صفحہ ۹ - ۱۲) -

انوار حاصل کرتی ہی اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کی تفسیر قیامت کی علامتوں سے کرنی اس سے کہیں بہتر ہی کہ اُسکی تفسیر موت کی علامتوں سے کی جاوے *

صاحب تفسیر کبیر کا یہ کہنا کہ اس آیت کی تفسیر علامات قیامت سے کرنی بہ نسبت علامات موت کے بہتر ہی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا الفاظ کلا اذا بلغت التراقي وقيل من راق وھن انه الفراق والتفت الساق بالساق الی ربك يومئذ المساق بالکل شاهد اسباب پر ہوں کہ اس تمام سورہ میں جو حالات مذکور ہوں وہ حالات عقد الموت کے ہیں - جمع الشمس والقمر نبی جو توضیح تفسیر کبیر میں بیان ہوئی ہی وہ بھی دور از کار ہی - خسف القمر یعنی آنکھوں کی روشنی جانے اور آنکھوں کے بھٹکے جانے کے بیان کے بعد جمع الشمس والقمر کا لفظ صاف دلالت کرتا ہی اُن دونوں میں تمیز نہ ہونے کا چاند کا تعلق رات سے ہی اور سورج کا دن سے اس لئے اُن دونوں سے رات دن کا کلیہ کہا گیا ہی اور مطلب یہ ہی کہ موت کے وقت اسباب کی تمیز کہ دن ہی یا رات کچھ نہ ہوگی *

ہمارے اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہی کہ جو واقعات کائنات پر ایک دن گزرنے والے ہوں اور جن کا بیان پہلے ہو چکا وہ نہونگے بلکہ وہ اپنے وقت پر ہونگے اور جو کچھ اُن میں ہونا ہی وہ ہوگا اور اُس زمانہ کے انسان اور دھوش و طور پر جو کچھ گزرنا ہی گذریگا اور اُس وقت جو حال روحوں کا اور ملائکہ کا ہونا ہی وہ ہوگا - مگر جو لوگ اُس سے پہلے مرچکے ہوں اُن کے لئے قیامت اُسی وقت سے شروع ہوتی ہی جبکہ وہ مرے *

حشر اجساد

حشر اجساد کی نسبت جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہی پانچ مذہب ہیں *

اعلم ان الاقوال الممكنة في مسئلة المعاد معاد کے مسئلہ میں جو اقوال کہہ جاسکتے لا تزيد على خمسة (الاول) ثبوت المعاد ہیں وہ صرف پانچ ہیں *

دروازت آسمان کے

(۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہہ اُن اکثر منکذوں کا مذہب ہی جو نفس فاطقہ کا انکار کرتے ہیں (۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہہ مذہب فلاسفہ الہیوں کا ہی (۳) دونوں کا ثبوت اور یہی اکثر مستحقوں کا مذہب ہی مثلاً حلومی - غزالی - راضی - ابو رید الدیوسی - معمر (جو کہ قدیم معجزوں میں سے ہی) اور عموماً مناخرین شیعہ اور اکثر صوفیوں کا - یہہ لوگ کہنے ہیں کہ انسان حقیقت میں صرف نفس فاطقہ کا نام ہی وہی مکلفا ہی وہی عاصی اور مطیع ہی اُسی پر ثواب عذاب ہوتا ہی اور بدن تو بچائے ایک آلہ کے کام دینا ہی جسم خراب ہو جاتا ہی پھر یہی نفس باقی رہتا ہی پس جب خدا قیامت کے دن مخلوق کو اُٹھانا چاہوگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک مخصوص جسم بجاویگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا (۴) ان دونوں میں سے کسیکا ثبوت نہیں فلاسفہ طبعیوں میں سے قدما کا یہی مذہب ہی (۵) بالکل سکوت اختیار کرنا یہہ مذہب جالینوس سے منقول ہی اُس کا قول ہی کہ سمجھو یہہ نہیں ثابت ہوتا کہ نفس آیا مزاج ہی تو موت کے وقت معدوم ہو جاویگا تو اُس کا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہی جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہی

التجسمانی فقط و هو قول اکثر المنکذون الفاضل للنفس الفاطقہ (والثانی) ثبوت المعاد الروحانی فقط و هو قول الفلاسفة الہیوں (والثالث) ثبوتہما معاً و هو قول تئیر من المستحقین كالحلومی والغزالی والراغب وابورید الدیوسی و معمر من قدما المعتزلہ و جمهور من مناخری الامامة و تئیر من الصوفیة والہد فالوا الانسان بالحقیقة هو النفس الفاطقہ و ہی المكلف والمطوع والعاصی والمذاب والمعذب والبدن یجری منها مجرا الالہ والنفس باقۃ بعد فساد البدن فاذا اراد اللہ حشر الخلق خلق لكل واحد من الارواح بدنا یتعلق بہ و یتصرف فیہ کما کان فی الدنیا (الرابع) عدم ثبوت شی منہما و ہذا قول القدما من الفلاسفة الطبعیوں (والخامس) التوقف فی ہذہ و هو المنقول عن جالینوس فاذہ قال لم یتبین لی ان النفس هل ہی المزاج فوعدم عند الموت فیستحیل اعادتها او ہی جوہر باقی

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

بعد فساد البنية فيمكن المعاد (شرح مواقف) * اس حالت میں معاد بھی ممکن ہوگی *

مہرے نزدیک تولیٰ ثالث جو مذہب اکثر متصفین کا ہے صحیح ہے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ میں اُن بزرگوں کی اس رائے کو کہ جب خدا تعالیٰ حشر کرنا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک جسم پیدا کر دینا جس سے وہ روح متعلق ہو جائیگی تسلیم نہیں کرنا مہرے نزدیک یہ بات ہے کہ روح جسم سے جدا مل جاتی ہے تو خون ایک جسم پیدا کر لیتی ہے اور جب انسان مرقا ہے اور روح اُس سے علاحدہ ہوتی ہے تو خون ایک جسم رکھتی ہے۔ چھوٹے مسئلہ خامسہ میں ہم نے بیان کیا ہے پس حشر میں کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ پہلی ہی زندگی کا تتمہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی قول ہے چھسا کہ انہوں نے حجة اللہ البالغہ میں کہا ہے *

جسموں کا اُنہما اور روحوں کا اُن۔ میں یہ اُنہما کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ اُسی پہلی زندگی کا تتمہ ہے جس طرح زیادہ کھاجانے سے بدھضمی ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ تو لازم آئے کہ یہ کوئی دوسری خلقت ہو اور اُن لوگوں کے کہنے کا (یعنی جو دنیا میں تھے) کچھ بدلنا ہی نہ ہو *

ان حشر الاجساد و اعادة الارواح الہما الہست
حیوۃ مستانمہ انما ہی دامتہ الغشاء المقدمۃ
بمفولۃ التخمۃ لکنۃ الاکل کیف ولولذلک لکنوا
عہر الاولین و لما اخذوا بما فعلوا -
(حجة اللہ البالغہ صفحہ ۳۶)

قرآن مجید سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ تمام آیات ماسبق و مالتحق پر باہمان نظر ایک مجموعی حالت سے غور کیا جاوے نہ فرداً فرداً اور ایک مضمون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ اول یہ بات قابل غور ہے کہ کونسے عقیدہ کے رد کرنے کے لئے قرآن مجید میں آیات حشر و نشر وارد ہوئی ہوں۔ خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ روح کوئی چیز نہیں ہے انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مر کر نہایت منہوا ہو جاتا ہے ہوا ہوا میں مٹی مٹی میں مل جاتی ہے اور کچھ نہیں رہتا اُس عقیدہ کی تردید کے لئے آیات حشر و نشر نازل ہوئی ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ نے سورہ جاثیہ میں اُن لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں

و قالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیی
و ما یہلکنا الا الدھر و ما لہم بذلک من علم ان
ہم الا یظنون و اذا تلقی علیہم آیاتنا بھیات

کہ ہماری دنیا کی یہ زندگی کہا ہے ہم
موتے ہوں اور ہم جھٹتے ہوں اور ہمکو زمانہ
ہی مارتا ہے نہ اور کوئی۔ خدا نے کہا

اور نہ داخل ہونگے جنت میں

ما کلن حجتہم الا ان قالوا ائھنوا بابلنا انکاتم کہ اُن کو اس کا علم نہیں ہی وہ صرف ایسا مادہ ہیں (۱۳۵ سورۃ جائیدہ ۲۳ - ۲۴) -
 گمان کرتے ہیں اور جب اُمیر ہماری واضح آیتوں پر بھی جانی ہوں تو اُن کی حجت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہوں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو *

اسی کی مانند سورۃ الاعراف میں بھی خدا تعالیٰ نے اُن کا قول نقل کیا ہی کہ وہ کہتے ہوں کہ ہمارے یہ زندگی کیا ہی صرف و قالوا ان ہی الا حیاتنا ومانعتن بمعوثہن -
 و لو تری ان وقفوا الی ربهم قال الھس هذا دنیا کی زندگی ہی اور ہم پھر اُتھتے والہ بالحق قالوا بلی و ربنا (۶ سورۃ انعام ۳۱ و ۳۲) -
 ان کو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو خدا اُن سے کہوگا کہ کیا یہ سچ نہیں ہی اُس وقت وہ کہیں گے کہ ہاں قسم ہمارے پروردگار کی یہ سچ ہی *

سورۃ صافات میں ہی کہ وہ لوگ کہیں گے کہ کیا جب ہم مرجاؤں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤں گے کیا بدلا ہی جاؤں گے یعنی اعمال ائھما وکما ترابا و عظاما ائھلا لمدینون -
 کی سزا و جزا ہم کو نیی جاؤں گے پس اس سے صاف ثابت ہی کہ اُن لوگوں کو موت کے بعد جزا و سزا ہونے سے استبعاد تھا اور اس استبعاد

کا سبب بجز روح کے انکار کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اس سے بخوبی روشن ہوتا ہی کہ اس مباحثہ کا موضوع درحقیقت اس جسم کا جو ہم دنیا میں رکھتے ہوں دوبارہ پتلا بنکر اُٹھنے کا تھا ہی نہیں بلکہ جزا و سزا کا بعد موت ہونا موضوع تھا - اور یہی سبب ہی کہ ہم اُن تمام آیتوں کا معدوم جسم کے دوبارہ موجود ہونے سے کچھ تعلق ہی نہیں سمجھتے *

اب اسباب کو ذہن میں رکھ کر کہ آیات حشر واسطے تردید عقیدہ عدم یقین روح کے نازل ہوئی ہیں قرآن مجید پر غور کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہی کہ موضوع اُس بحث کا اس جسم کے جو ہم اس دنیا میں رکھتے ہوں دوبارہ اُٹھنے کا ہی ہی نہیں اور نہ قرآن مجید میں اس جسم کے دوبارہ اُٹھنے کا ذکر ہی - جبکہ وہ لوگ روح کے قائل نہ تھے تو ثواب و عقاب کا حال سمجھ کر اُن کو تعجب ہوتا تھا کہونکہ وہ جانتے تھے کہ جب آدمی مرگھا تو

حَتَّى يُلَاقِيَ الْحَبْلَ

اُن سر کو معدوم ہو گیا ثواب و عذاب کھسا اور کس پر اور مستعجب ہو گئے کہتے تھے کہ کیا ہم پھر زندہ ہو گئے کیا ہماری گلی ہوئی ہڈیاں پھر جی اُٹھیں گی کیونکہ وہ لوگ بغیر اس دنیا کی زندگی اور بدوں اس جسم کے جو دنیا میں تھا انسان کا موجود ہونا جس پر عذاب ہو یا ثواب ملے نہیں سمجھتے تھے — خدا نے متعدد طرح سے اس کو سمجھایا اور جبر کے ہونے پر یقین دلایا اور اُس پر اپنے قادر ہونے کو متعدد مثالوں سے بتایا مگر یہ کہہ نہیں سکتے تھے کہ یہی جسم جو دنیا میں ہی پھر اُٹھ گیا اور اُسی جسم میں پھر جان دالی جاوے گی *

شاہ ولی اللہ صاحب اس جسم کے جو دنیا میں ہی دوبارہ اُٹھنے کے قابل نہیں ہیں چنانچہ انہوں نے تنہیات الہیہ میں بعد

بہان واقعات قیامت کے لکھا ہے کہ اُس کے

بعد نفوس جو مر گئے ہوں یعنی جو صاحب

نفوس کہ مر گئے ہوں اُن کے نفوس کھڑے

ہو جاوے گئے اور اُن کا تعلق جسم سے قوی تر

ہوگا اور ریزہ کی ہڈی باقی رہ جاوے گی یعنی

ایک ایسا نشان جس سے پہچانا جاوے کہ

یہ قلم شخص کا بدن ہی پھر وہ بدن سے

مجاوے گی — ایک اور قسم کی روحوں آوے گی

جو حوران ہونگی کہ اُن کی ریزہ کی ہڈی

کا نشان ہی باقی رہا ہوگا تو وہ ایک ایسی

زمن میں ہوں پھر ان کی اجاویں گی جس سے اُن کو

کچھ مناسبت ہوگی — ایک اور قسم کی

روحوں آوے گی جن کو روحوں کے برائے

ہونے اور تصور کے پہلے کے وقت ایک مثالی جسم اختیار کرنا ہوگا فرشتوں اور شیاطین کے

جسم مثالی کی مانند — تو یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہ رہے بلکہ اُس کی تکمیل کے لئے

ہوگی جو اُن میں ہی بطور بدلہ دینے کے — پھر یہ جسم ایک ہیئت نسبیہ میں اوپر کو

مقدم (اے بعد وقوع الواقعات) انفس

ماتت وہی اشد ضاماً بالجسد وبقیت عجب

دنہا ای الاثر الذی بہ تعرف انه بدن ظن

فهلصق بالجسد — و یجی جنس اخرہایمۃ

ولا کن لم یدق عجب دنہا فیانفخ فی جسد

من الارض باعبدال ہذاک — و جنس اخر

بسموجب عقد و جان الارواح و انفاخها ان

یتجسد بجمہ مثالی کالبلایۃ و الشیاطون —

فلا یكون تلك الحیاء مبتدأ بل لتکمیل

ما فیہا مجازاة فی تصعد تلك الأجساد الی

ہیئت نسبیہ و تدخل فی حوادث الحشر

(تنہیات الہیہ صفحہ ۳۸۸) —

چراغ کے اور حشر کے واقعات میں داخل ہونے کے

اِس مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب نے توں قسم کی روحوں تہائی ہیں اور اُن کے لئے

یہاں تک کہ گھس چارے اونٹ

منعہد قسم کے جسد قرار دیتے ہیں مگر اس جسد کا جو دنیا میں قبل موت تھا اس کا دوبارہ اٹھنا اور اس میں روح کا آنا بہان نہیں کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاع صاحب بھی اس جسد کے جو دنیا میں ہی اٹھنے کے قابل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے بھی اسی قول ثالث کے اختصار کیا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ۔

شاع ولی اللہ صاحب کے سوا اور مفسرین نے بھی اس قول کی تائید کی ہے چنانچہ

نفسہ کہر میں سورۃ قیامت کی تفسیر میں یہہ تقریر لکھی ہے کہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ انبیاء تو یہی موجودہ بدن ہی پر جب انبیاء مر گئے تو بدن کے اجزا متفرق ہو گئے اور مٹی میں ملکر مشرق سے مشرق تک اور مغرب سے مشرق تک پھیل گئی اب ان اجزاء کا دوسری مٹی کے اجزاء سے ممتاز ہونا ناممکن ہے تو قیامت بھی ناممکن ہوگی تو یہہ اعتراض دو طور سے مدفوع ہوتا ہے (۱) ہمکو یہہ تسلیم نہیں کہ انسان اس بدن کا نام ہی ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہو جو اس بدن کی مدبر ہو اور جب بدن خراب ہو چارے تو وہ اپنی حالت پر زندہ رہے اب خدا کو اس بات پر قدرت ہے کہ اس کو کوئی اور بدن دیدے چنانچہ اس آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ نفس اور بدن دو چیزیں ہیں ۔

قوله — انحصب الانسان ان له عظامه — و تقریرہ ان الانسان هو هذا البدن فاذا مات تفوقت اجزاء البدن واختلطت تلك الاجزاء بغير اجزاء الغراب و تفوت في مشارق الارض و مغاربها فكان تفرقا بعد ذلك من غوها محالا فكان البعث محالا — و اعلم ان هذه الهمية ساقطة من وجهين — الاول — لا نسلم ان الانسان هو هذا البدن فلم لا يجوز ان يقال انه شي مدبر لهذا البدن فاذا فسد هذا البدن بقي هو حيا كما كان و حاشا ان يكون الله تعالى قادرا على ان يرد الی ابي مدبره شاه و اراد و على هذا القول يسقط اليسوال و في الآية اشارة الى هذا لانه اتسم باللفس اللوامه ثم قل انحصب الانسان ان له عظامه و هو تصريح بالفرق بين اللفس والبدن (تفسیر کہر جلد ۲ صفحہ ۳۸۸)

کہا گیا ہے کہ چونکہ خدا نے ہم لے تو نفس لوامہ کی قسم کھائی پھر فرمایا کہ کوا انسان یہہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں لے اکٹھی کرینگے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ

اب ہم یہہ بات ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے بھی اس موجودہ جسم کا دوبارہ نکلنا ممکن نہ تھا بلکہ تصدیق فرماتے ہیں کہ

فِي سَمِ الْخِيَاطِ

تَعْلَمُونَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهُ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ — جسم کا ہونا ثابت ہوتا ہی خدا نے سورۃ
نَحْنُ فَخَرْنَا بِهَلْكَامُ الْمَوْتِ وَاَمَّا لِحَدِّثِ بِمَسْرُوْقُوْنَ راتے میں فرمایا ہی کہ — ہم نے تمکو پیدا
عَلٰی اَنْ تَبْدِلْ اَمْثَالَكُمْ وَاَنْ تَنْشَقُّكُمْ فِیْ مَالَا کیا پھر کہوں نہیں تم مانتے — پھر کہا تم
تَعْلَمُونَ — (۵۶ سورۃ راتے ۵۶ - ۶۱) — سمجھتے ہو جو کچھ تم عورتوں کے رحم میں

ڈالتے ہو کہا تم اُس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے والے ہیں — ہم نے مقدر کی ہی تم میں
موت اور ہم اس بات سے پہچھے نہیں رہے یعنی عاجز نہیں ہیں کہ ہم بدل دیں اوصاف
تمہارے اور ہم تمکو پیدا کریں اُس صفت میں جس کو تم نہیں جانتے *

اس آیت میں لفظ امثال کا جمع ہی لفظ مثل بفتح المهم والفاء کی اور تمام آیات
ماسبق و مالمحقق سے جو اس سورۃ میں ہیں صاف ظاہر ہی کہ حالات حشر اس میں
مذکور ہیں — خدا فرمانا ہی کہ ہم نے موت کو تم میں مقدر کیا ہی اور ہم اس بات سے
عاجز نہیں ہیں کہ جو اُس زندگی میں تمہارے اوصاف میں اُن کو بدل دیں اور پیدا
کریں ایسے اوصاف میں جن کو تم نہیں جانتے — لفظ پیدا کرنے سے صاف پایا جاتا ہی کہ
موجودہ اوصاف کے معدوم ہونے کے بعد پیدا کرنا مراد ہی — جو لوگ روح کے قابل نہیں
تھے اور وہی لوگ حیات بعد الموت کے قابل نہ تھے اور وہی لوگ ان آیتوں میں مخاطب
ہیں اسی بدن کو جو انسان دنیا میں رکھتا ہی انسان کے اوصاف سمجھتے تھے — طویل
القامت بانی البشرۃ عریض الاظفار ماش علی قدمہ وغیر ذلک — اب خدا نے فرمایا کہ ان
اوصاف یعنی اس جسم کے فنا ہونے کے بعد ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ان اوصاف
کو بدل کر تمکو اور اوصاف میں یعنی دوسری قسم کے جسم میں جس کو تم نہیں جانتے
پیدا کریں — پس یہ آیت صاف دلیل اس بات کی ہی کہ حیات بعد الموت میں روح
کے ایسے یہ جسم جو دنیا میں ہی نہوگا بلکہ ایک اور قسم کا جسم ہوگا *

یہ وہ حقائق ہیں جو نہ حکمت یونان میں پائے جاتے ہیں اور نہ فلسفہ و علم کلام
میں بلکہ یہ انوار ہیں مشکوٰۃ نبویہ مصحفی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بلا واسطہ سفینہ
سفینہ ملور مصحفی سے سونہ احمدی میں پہنچے ہیں — گوکہ نابلدان کوچہ حقیقت
ان انوار مصحفی کو نعرۃ باللہ کفر و زندتہ سے منسوب کریں *

وَمَا تِلْكَ اِلَّا شَقِیْقَةُ هَدْرٍ غِشَّیْتَ الذَّنْسَ بِمَا هَجَسَ لَهَا ثُمَّ قَرَّتْ مَعَ اَنْ لَّکُلِّ جَوَانٍ
کبرۃ و لکل سہف لیر *

سوئی کے نالے میں

موقوفہ

علاؤں طلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم * مسہتا رشک مودارہ بہ درمانے کہ من دارم
و کمر من چہ مہذواہی ز ایمانم چہ می پرسی * ہماں یک جلوہ عشق است ایمانے کہ من دارم
خدا دارم دلے بریں ز عشق مصطفی دارم * ہزارں ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم
ز جبریل امیں قرآن نہ دیغلمے نہ یغواہم * ہمہ کفنا معشوق است قرآنے کہ من دارم
ملک یک مطلع خورشیدی دارہ با ہمہ شوکت * ہزاراں اینچہفہں دارہ گریبانے کہ من دارم
و برہاں تا نہ ایماں سنگ ہا دارہ رے واعظ * ہزاروں ہیچ واعظ ہمنچو برہائے کہ من دارم
اب ہم قران مجہد کی اور آیتوں کو جو اس مضمون سے زیادہ تعلق رکھتی ہوں
اس مقام پر لکھ رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب بامعان نظر اُن کو دیکھا جاوے اور مفکرین
روح کے عقاید کو بھی مد نظر رکھا جاوے تو اُن سے اس جسم کا جو دنیا میں ہی دوبارہ
اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا اور وہ آیتیں یہہ ہیں *

خدا نے سورۃ نوح میں فرمایا کہ خدا نے اُگایا تمکو زمین سے ایک دسم کا اُگنا پھر تمکو
پھر کر لیتا دیکھا اُس میں اور نکال دیکھا تمکو ایک
طرح کا نکالنا - اس میں زمین سے مثل نباتات
کے نہیں اُگا - اسی طرح نہ مثل نباتات کے
دوبارہ زمین سے نکال دیکھا پس یہہ صرف تشبیہ
معدوم ہونے کے بعد پھر پودا ہونے کی ہی نہ اس بات کی کہ انسان بعد مرنے کے مثل نباتات
کے پھر زمین میں سے نکلیا جائے و یخرجکم اخرجاً میں لفظ منہا کے ترک ہونے سے یعنی
و یخرجکم منہا اخرجاً نہ کہنے سے اس مطلب کو جو ہمہ بیان کیا اور زیادہ تقویت
ہوتی ہی *

خدا تعالیٰ نے سورۃ اعراف میں اس طرح یہ فرمایا ہی کہ وہ وہ ہی کہ پہنچنا ہی

۴ - ہوالذی یرسل الریاح بشراً بین یدی
رحمتہ حتیٰ اذا اقلت ستحاباً ثقالاً سقناہ لیلۃ
مریم فانزلنا من السماء فخرجنا بہ من کل
الثمرات کذلک ننضح الموتی لعلکم تذکرون -
(سورۃ اعراف - ۵۵)
ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں اپنی
رحمت کے آنے کی یہاں تک کہ جب اُٹھاتے
ہیں بوجھل بادل تو ہم اُن کو ہانک لیتے
ہیں مرنے ہوئے شہر کو پھر اُس سے برساتے

وَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۸﴾

ہمیں باقی بھر ہم اُس سے نکالتے ہیں ہر طرح کے مہوے اسی طرح ہم نکالینگے مہوے کو -
انہی تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی صرف بعد معدوم ہونے کے پھر موجود
ہونے کا بیان ہی اس سے زیادہ اور کسی چیز کا بیان نہیں اور اس مطلب کو سورہ ملائکہ
کی آیت جو ابھی ہم لکھتے ہیں زیادہ صاف کر دیتی ہے *

خدا تعالیٰ نے سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے اور اللہ وہ ہے جس نے بہتجا ہی ہواؤں
۳ - وَاللَّاتِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ فَتُثَوِّرُ سَحَابًا
فَسَقَاہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّہْمَتٍ فَاحْیِیْنَا بِلِلِّیْہِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِہَا کَذَٰلِکَ الشُّوْر (۳۵ سورہ - ملائکہ - ۱۰) - پھر اُس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اُس کے

سرجانے کے بعد اُٹھی طرح مہوے کا زندہ ہونا ہے - فی الفاموس - النشر - احیاء المیتہ
کالنشور والانشار - اس آیت میں نخرج کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ نشر کا لفظ استعمال
ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مہوے کے پھر موجود ہونے کی تشبیہ ہی
نہ اُس جسم کی جو دنیا میں موجود تھا قبر میں سے نکلتے ہی *

ظاہر میں سورہ طہ کی آیت اس امر کی جو ہم نے بیان کیا متخالف معلوم ہوتی ہے
کیونکہ اُس میں لفظ مہوے کا بھی موجود ہے
۴ - مِنْہَا خَلَقْنَا کُم و فَعَّاهَا نَعِیْدُکُمْ و مِنْہَا
نَخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی - (۲۰ طہ - ۷۵) -
جو سورہ اعراف کی آیت میں نہ تھا مگر
ہرگز وہ آیت متخالف نہیں ہے سورہ طہ

میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمکو زمین سے پیدا کیا اور اُسی میں پھر کر لیجائیگے
اور اُسی سے تمکو دوسری دفعہ نکالینگے - انسان کو خدا نے زمین میں سے نہیں پیدا کیا
بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا کیا ہے پس اُس کا زمین سے پیدا کرنا مجازاً باندی ملائست
بولا گیا ہے اسی طرح اُس کے مقابلہ میں زمین سے دوسری دفعہ نکلتا بھی مجازاً باندی
ملائست بولا ہے پس اس سے یہ مطلب کہ یہی جسم جو دنیا میں موجود تھا پھر دوبارہ
زمین سے نکلتا ثابت نہیں ہوتا *

ایک اور آیت بھی ہے جس کی تحقیق اسی مقام کے مناسب ہے اور وہ سورہ ق
کی آیت ہے خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے
کہ - سَنَ اٰیْکَ دِنٍ یَّکْرِیْکَ یَکْرِیْکَ وَ لَا یَاسَ
کے مقام سے - اِیْکَ دِنٍ سَنُکَ زَوْرَیْکَ اَوَّزَ
وَ اسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِیْ الْمَلٰٓئِکَ مِنْ مَّکٰنٍ قَرِیْبٍ
یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّوْۤتَ بِالْحَقِّ ذَٰلِکَ یَوْمَ الْخُرُوْجِ -
اِنَّا نَحْنُ نَحْیِیْہِ وَ مَمِیْتُ وَ اِنَّا الْمَصُوْرُ یَوْمَ

اور اسی طرح ہم بدلاتے ہیں گنہگاروں کو ﴿۳۸﴾

تَشَقَّقِ الْاَرْضَ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَلِكُمْ حَشْرٌ عَلَيْهِمْ اِنَّهُمْ هِيَ دِنٌ نَّكَلْنٰ كَا يَعْنِي اِبْلَیْ اِبْلَیْ جَاءَهُ
یَسْمُو - (۵۰ - سورۃ ق - ۳۸ - ۴۳) -
سے روحوں کے معہ اُن اجسام کے جو سفارت
بدن کے وقت اُن کو حاصل ہوئی تھی نکلنے کا اور ایک جگہ جمع ہونے کا نہ یہ کہ اُن
اجسام کا جو دنیا میں موجود تھے دوبارہ پتلا منکر نکلنے کا - اس کے بعد خدا نے فرمایا
کہ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مار ڈالتے ہیں اور ہماری طرف پھر آنا ہی جلدی
کرتے ہوئے اُس دن کہ بہت جاویدگی اُن سے (میں یہہ اکھٹا کرنا ہم پر آسان ہی - اس
جمنہ سے یہہ سمجھنا نہ زمین کا پھٹنا مردوں کے جسموں کے نکلنے کا باعث ہوگا محض
غلط خیال ہی بلکہ یوم تَشَقَّقِ الْاَرْضَ سے یوم قیامت مراد ہی - اور متعدد آیتوں میں
یہہ مضمون اسی مراد سے آیا ہی نتیجہ یہہ ہی کہ قیامت کے دن سب روحوں اکٹھی
ہونگی اس آیت کو اُن جسموں کے جو دنیا میں تھے دوبارہ اُنہوں سے کچھ بھی تعلق
نہیں ہی *

خدا تعالیٰ نے سورۃ نازعات میں فرمایا ہی کہ - کہتے ہیں کہ کیا ہم لوٹائے جاوینگے
یَنْوَلُّونَ اِثْنَا لِمَرْدُوْدٍ اِذَا فِی الْحَافِرَةِ اِذَا كُنَا
عَظَمًا نَّخْرَةً قَالُوا تِلْكَ اِذَا كُرَّةٌ خَاسِرَةٌ فَاِنَّمَا
ہی زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ اِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۷۹ سورۃ
الذَّارِعَاتِ ۱۰ - ۱۴) -
سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک سخت آواز ہی

پھر یکایک وہ ایک میدان میں ہونگے جس میں نیند نہ آتی ہو - منکرین حشر کے جو
یہہ الفاظ - اِذَا كُنَا عَظَمًا نَّخْرَةً - اس آیت میں اور مثل اُس کے اور آیتوں میں
آئے ہیں جیسو کہ - اِذَا كُنَا تَرَابًا و عَظَمًا - اور مِنْ يَتَحَفَّى الْعَظَامُ و هو رَمُومٌ - اور
اِذَا كُنَا عَظَمًا و رَفَاتًا اِثْنَا لِمَعْبُورٍ - یہہ اُن کے اقوال اُسی خیال پر مبنی ہوں کہ وہ
انسان کو بجز اس جسم موجودہ کے اور کچھ نہیں جانتے تھے یعنی روح کے وجود کے قائل
نہ تھے اور اسی سبب سے وہ تعجب کرتے تھے کہ اس جسم کے گل جانے اور معدوم ہوجانے کے
بعد پھر کیونکر وہ اُٹھے گا اور اسی استبعاد کے سبب وہ اس قسم کے شبہات کرتے تھے - روح
کی حقیقت وہ نہیں سمجھ سکتے تھے بلکہ اُس کی ماہیت مثل دیگر اشیاء کی ماہیت
کے انسان کی سمجھنے سے خارج تھی اور خدا تعالیٰ طرح طرح سے اُن کے استبعاد کو دور
کرتا تھا اور حشر کے ہونے پر یقین دلانا تھا کبھی تمثیل میں اور کبھی اپنے قادر مطلق ہونے

اَہَم مِّنْ جَہَنَّم مَہَاک

میں پس اُن الفاظ سے جو متفکرین روح استنبہ رکھتے تھے اور اُن کے جواب تھوٹے یا اُس کے مقابلہ میں اظہار قدرت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسی جسم کا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے اور جس کا کل جانا اور معدوم ہو جانا کہتے تھے اُسی جسم کو خدا پھر اُٹھاویگا *
سورۃ مومن - سورۃ سافات - سورۃ واقعہ میں بالفاظ متحدہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا

قَالُوا اِنَّا نَسْتَدْعَاكَ تَارِیًّا وَ عَظَمًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ
(انتهی)
وَ کَانُوا یَقُولُونَ اِنَّا نَسْتَدْعَاكَ تَارِیًّا وَ عَظَمًا اِنَّا
لَمَبْعُوثُونَ اَوْ اِنَّا نَالِیُّوْنَ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلَیْنَ وَالْاٰخِرَیْنَ
لَمَجْمُوعُونَ اِلٰی مِیْقَاتٍ یُّوْمَ مَعْلُوْمٍ -
(۵۶ سورۃ واقعہ ۴۶ - ۵۰)

باپ دادا یہی (اُٹھائے جاویں گے) کہہ دے کہ بے شک اگلے اور پچھلے ضرور اکٹھے کیئے جاویں گے
وتمنا دین معون میں - اُس آیت میں سوائے تھا کہ کھا ہم اور ہمارے باپ دادا اُٹھائے
جاویں گے اُس کا جواب یہ ملا کہ بے شک اکٹھے کیئے جاویں گے اس سے صاف ظاہر ہے کہ
جہاں جہاں قولان مجہود میں بعث کا لفظ آیا ہے اُس سے جمع کرنا مراد ہے نہ اس
جسم کو جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں بعد معدوم ہو جائے۔ پھر پملا بنا کر اُٹھانا - بعث کا
اصطلاح لشکر پر ان معنوں میں آتا ہے جبکہ اُن کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے
پس اس آیت میں خرد خدا نے بعث کے معنوں کی تشریح کرنی ہے اور اس لئے اُس
کے اور کوئی دوسرے معنی نہیں لیتے جاسکتے *

سورۃ حج میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے - اور تو دیکھتا ہے کہ زمون خشک ہوگئی
پھر جب ہم برساتے ہیں اُس پر پانی تو بہولتی
ہی اور بڑھتی ہے اور اوگائی ہے ہر قسم کی
خوش آئند چیزیں - یہ اسلئے ہے کہ اللہ
وہی برحق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرنا
ہی مردوں کو اور یہ کہ وہی ہرشی پر قادر
ہی اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اُس میں
وَتَوْبِیْ الْاَرْضِ هَامِدَةً اِنَّا نُرِثُهَا عَلَیْهَا الْمَاءُ
اِهْتَزَزَتْ وَرَبَّتْ وَانْبَسَتْ مِنْ کُلِّ زَوْجٍ یَّهْمُجْ ذٰلِکَ
بَانَ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَ اَدَّ یَحْیٰی السُّوْتٰی وَ اَنَّهُ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - اِنَّ السَّاعَةَ اَتَتْهُ الْغَیْبُ فُہَا
وَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مِنْ فِی الْغُبُوْرِ -
(۲۲ - سورۃ الحج ۵ و ۶ و ۷) -

کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اُٹھاویگا اُنکو جو قبروں میں ہیں *

اُن کے لئے جہنم سے بچھونا ہی

اور سورۃ یسین میں فرمایا ہے - پھونکا جاوے گا سر میں پس یکایک وہ قبروں میں

تے اپنے پروردگار کے پاس دوڑینگے کہہینگے اے
ہمارے ہم پر کس نے اُٹھایا ہمکو ہمارے مرقد
سے یہ وہ ہی جس کا وعدہ کیا تھا خدا نے
اور سچ کہا تھا پوچھندوں نے یہ نہیں تھا
مگر ایک تلد آواز میں پھر دفن ہوا وہ سب
ہمارے پاس حاضر ہوئے والے ہیں *

ونفخ فی الصور فاذا هم من الاجداث الى ربهم ينسلون - قالوا يا ويلنا من بعدنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ان كانت الا صيحة واحدة فاذا هم جميع لدينا محضرون (۳۶ - یسین ۵۱ - ۵۳) -

اگرچہ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کا قبروں میں سے اُٹھنا اُن کو جو بعث
کے بسبب نہ یقین کرنے روح کے مفکر مختص نہ زیادہ تر یقین دلائے کو بالفاظ " من
فی القبور " اور " من الاجداث " کے ہوا فرمایا ہے - یعنی جن کو تم قبروں میں گڑا ہوا اور
گلا سڑا خاک میں ملا ہوا سمجھتے ہو وہی قبروں میں سے اُٹھینگے - مگر در حقیقت
مقصود اور موضوع کلام کا یہ نہیں ہی کہ وہ کہاں سے اُٹھینگے کیونکہ بہت سے ایسے ہیں
جو قبروں میں نہیں ہیں آگ میں جلادیئے گئے ہیں جانور کھا گئے ہیں بلکہ مقصود مردوں
کا یعنی جن کو ہم مرا ہوا سمجھتے ہیں اور جن پر مردے کا اطلاق ہوتا ہی قیامت میں
اُنکا موجود ہونا ہی لیکن اگر ہم کچھ غور نکریں اور یہی سمجھیں کہ جو لوگ قبروں میں
دفن ہیں وہی اُٹھینگے تو بھی ان آیتوں سے یہ بات کہ اُن کا یہی جسم ہوگا جو وہ دنیا
میں رکھتے تھے کس طرح سے پایا نہیں جاتا *

قرآن مجید میں دو اور عجیب آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کُت قیامت کے دن
نہ کسی معدوم جسم کا دوبارہ پتلا بناکر اُٹھایا جاوے گا نہ کوئی جدید جسم اُن کو ملے گا بلکہ
وہی جسم ہوگا جو روح و نسمہ کے اختلاط سے روح نے حاصل کیا تھا اور بعد مفارقت بدن روح
نے معہ اُس جسم کے مفارقت کی تھی پس جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ نشاء
آخرت تکملہ اسی جہات کا ہوگا نہ خالق جدید بالکل ٹھیک معلوم ہوتا ہی - خدا تعالیٰ
نے سورۃ الاسری میں فرمایا ہی - اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور گلے ہوئے ہو جاوے گا
و قالوا انكنا عظاماً و رفاتاً انكنا لمبعوثون
خلقاً جدیداً قال كونوا حجارة او حديداً او
خفافاً یا بکرم فی صدورکم فسمع قولہ من یعوذنا

تو کیا ہم پھر اُٹھائے جاوے گا نئے ہونے ہو کر -
کہدے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اُس قسم
کی ہڈیاں جو تمہارے دل کو بڑی مستحکم

وَمِنْ قَوْمِهِمْ غَوَاشٍ

قل الذی نظرکم اول مرة فستفضمون الھکے لکھتی ہو تب بھی تم کہو گے کہ کون ہم کو
رہسہم دیتولون مٹی ہو تل عسی ان یکون لوٹا لڑیکا — کہدے کہ وہ جس نے پودا کھا
قریباً (۱۷ سورۃ الاسری ۵۱ و ۵۳) — تمکو پہلی دفعہ پھر چھکا دینگے اپنے سروں کو

نہری طرف اور کہئے لکھاگئے وہ کب ہوگا — کہدے کہ شاید یہہ ہورے قریب *

اور سورہ سجده میں خدا نے فرمایا ہی — اور انھوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں
وقالوا انذا ضللتا فی الارض انذا لنفی خلق جدید بل ہم بلقاء ربهم کافرون قل یتوفا کم
ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (سورہ سجده — ۹ و ۱۰) —
گم ہو جاوینگے (یعنی گل گل کر مٹی ہوکر اُس میں مل جاوینگے) تو کیا ہم ایک نئی
پیدایش میں آوینگے — بلکہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں — کہدے کہ تم کو
ملک الموت ماریکا چو تم پر متعین ہی پھر

اپنے پروردگار کے پاس پھر جاوگے — ان دنوں آیتوں میں باوجودیکہ سوال متعلق جدیدہ سے
تھا مگر خدا نے اُس کو قابل جواب نہیں سمجھا کیونکہ خود سوال ہی باطل تھا نہ خلق
جدید خلق سابق کے اعمال کی جزا و سزا کی مستحق نہیں ہوسکتی ایک جگہ تو یہہ
فرمایا کہ تمکو پھر وہی حشر میں لڑیکا جس نے تمکو اول مرتبہ پودا کھا تھا اور لادیکہ کچھہ
تفصیل نہیں بتلائی — اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اُن کی یہہ باتیں اس بنا پر ہیں
کہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں اور یہہ جواب دیا کہ جب مروگے تو اپنے پروردگار کے
پاس جاوگے — غرضکہ ان آیتوں سے بھی اس جسم کا جو دنیا میں ہی دو بارہ پٹلا بنکر
اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا *

دو آیتوں اور ہیں جن کا ہم اس مقام پر ذکر کریں گے ایک آیت سورہ یسوں کی ہی —
وَضَرْبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسْتَشِیْ خَلْقَهُ قَالْ مِنْ یَحْیِی الْعِظَامَ وَہِی رَمَمٌ — قل یتحدوہا الذی
اشیأ ہا اول مرة وہو بکل خالق علوم — (۳۶ سورہ یسوں ۷۸ و ۷۹)
خدا نے فرمایا کہ ہمارے لئے یہہ مثال تو
لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون زندہ کریگا
عظموں کو اور وہ تو گل گئی ہوئی اور اپنے پودے
ہونے کو بھول جاتے ہیں کہدے کہ اُن کو زندہ

کریگا وہ جس نے تمکو پودا کھا پہلی دفعہ اور وہ ہر قسم کی آفرینش کو جانتا ہی *

ایحسب الانسان ان لنف نجتمع عظامہ — اور سورہ نکاتہ میں فرمایا ہی کہ — کیا

بلو قلوبین علی ان نسوی بملائہ (۷۵ گمان کرتا ہی کہ ہم ہڈیوں کو اکٹھا کرینگے

سورہ قیامہ ۳ و ۴) —

اگر اُن کے اوپر سے بالا پڑوش

یہ کہ بات تمہیں ہی بلکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اُنکوں کو بھی پوریں کو بھی درست کر دیں *
 قل اللہ یختصکم ثم یموتکم ثم یمجمعکم الی
 یوم الحکامۃ (۲۵ - ۲۵) کہ --- کہہ دے کہ اللہ تمکو جلاتا ہنی پھر تمکو
 مارتا دیکھا پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا *

اُن نبیوں آیتوں میں سے پہلی ہو آیتوں ایسی ہیں جن پر مسلمانوں میں باہمی نفس فاطفہ
 استدلال کر سکتے ہیں جیسا کہ شرح روانف میں مذکور اول بیان کیا گیا ہے اور کہہ سکتے
 ہیں کہ جب اُنہی کئی ہوئی ہتھوں کے زندہ کرنے کا بیان ہوا ہے اور اُنکوں کے پوروں
 تک کا بڑا دینا بتایا ہے تو اس سے اسی جسم کا جو دنیا میں ہی دو بارہ پتلا پتلا ہو کر اُنہا دیا
 جاتا ہے *

مگر یہ خیال تو طرح پر غلط ہے ایک اسلامیہ کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کسی
 سوال کے جواب میں صرف اظہار قدرت سے اس بات کا ثبوت کہ یہی جسم جو دنیا میں
 ہی دو بارہ پتلا پتلا ہو کر اُنہا دیا جائیگا لازم نہیں آتا --- دوسرے یہ کہ اُن کے ساتھ بیان ہوا
 ہے کہ ہو بکل خلق، علیم یعنی وہ ہر قسم کے پتلا کرنے کو جانتا ہے کہ کئی ہوئی ہتھوں
 کی زندگی کیا چیز ہے اور وہ کھونکر ہوتی ہے --- پھر اُس سے یہ سمجھنا کہ وہ کئی ہوئی
 ہتھوں دوبارہ ایسی ہی ہو جائیگی جیسا کہ اب اس زندگی میں ایک صریح غلطی
 ہے --- ایک آیت کے معنی دوسری آیت سے حل ہوتے ہوئے سورۃ جاثیہ میں صاف لفظوں
 میں خدا نے فرما دیا ہے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تمکو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن
 اکٹھا کرے گا پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور اسی آیت کے ساتھ سے تمام آیتوں کے معنی
 حل ہوتے ہیں *

یہ مسئلے جو ہم نے اس مقام پر بیان کیئے معاذ کے مشککہ مسائل میں سے تھے اور
 جہاں تک ہم سے ہو سکا ہم نے اُن تمام آیتوں کو جو اُن سے علاقہ رکھتی تھیں ایک جگہ
 جمع کر دیا اور بقدر اپنی طاقت کے اُن کو حل بھی کیا اور اُنکی تائید میں علماء محققین
 کے اقوال بھی نقل کیئے اب معاذ کے متعلق کچھ حسان و کتاب عذاب و ثواب کا بیان
 باقی ہے جس کو اگلے علماء نے اور خصوصاً امام غزالی اور شاہ ولی اللہ نے نہایت خوبی سے
 بیان کیا ہے اور ہم یہی اُس کو آئندہ موقع پر بیان کریں گے انشا اللہ تعالیٰ *

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَا نَكْلَفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ
تَجَرَّيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا
لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولٌ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تُلْكُمُ الْجَنَّةَ أَوْ رُتِّمُوهَا بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ
وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا
قَالُوا نَعَمْ فَإِنَّ مَوْزِنَ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ
بِالْآخِرَةِ كَفُورُونَ ﴿٢٠﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ
رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمِهِمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا
عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٢١﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ
تَلْقَاءُ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٢﴾

اور اسے طبع ہم بدلا دیتے ہیں ظالموں کو ﴿۱۵۶﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کو ہم
 ہیں — ہم تمہیں کو تکلیف نہیں دیتے مگر ہدفِ اُس کی طاعت ہے — وہی لوگ ہیں بہشت
 میں جانے والے اور وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۵۷﴾ اور ہم نکال دیں گے ناخوشی کو جو کچھ
 کہ اُن کے دلوں میں ہو (یعنی بہشت میں کسی کے دل میں ناخوشی نہیں رہے گی) اُنکے
 پیچھے ہم بھی ہونگی نہیں اور وہ کہیں گے شکرِ خدا کا جس نے ہم کو اسکے لئے ہدایت کی
 اور ہم اب نہ تھے کہ ہدایت پاتے اگر ہم نہ خدا ہدایت نہ کرتا — بے شک آئے تھے ہمارے
 پروردگار کے رسولِ برحق — اور اُنہم پکار کر کہ جاؤ گا کہ یہ ہے علیٰ جنت ہم اُسکے راز
 کھلے گئے ہو اُس کام کے سبب سے جو ہم کرتے تھے اور پکار کر کہیں گے اہل بہشت اہل
 دوزخ کو کہ بے شک ہم نے پانا جو کچھ ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ — پھر
 کیا تم نہ بھی پانا جو کچھ تم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ — وہ کہیں گے ہاں
 پھر ایک آواز دئے والا اُن میں آواز دینا کہ لعنت خدا کی ظالموں پر ﴿۱۵۸﴾ جو لوگوں کو
 روکنے تھے اللہ کے رستہ سے اور اُس رستہ کو تھڑا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے ﴿۱۵۹﴾
 اور اُن دونوں (یعنی جہنمیوں اور دوزخیوں کے) بیچ میں حجاب ہوگا († یعنی کس پر
 سرے کے سبب سے جانوروں اور دوزخیوں میں ایک ایسی روک ہوگی کہ وہ اُن نعمنوں سے
 جو جہنمیوں کو حاصل ہونگی کچھ فائدہ نہیں اڑتھا سکیں گے) اور اعراف ‡ پر (یعنی معرفت
 کے درمیان پر) لوگ ہونگے جو پہچانتے ہونگے ہر ایک کو (یعنی بہشتیوں اور دوزخیوں کو)
 اُنکی پیشانیوں سے — اور پکار کر کہیں گے اہل جنت کو (یعنی اُنکو جو جنت میں جانے
 والے ہونگے) سلامِ تملیک بمعنی سلامتی ہو تم پر — (حالانکہ) وہ ابھی نہیں داخل ہوئے
 اُس میں (یعنی جنت میں) اور وہ اُسید رکھنے ہیں ﴿۱۶۰﴾ اور جب ہم بھی جاؤں گی اُنکی
 آنکھیں اہل دوزخ کی طرف (یعنی اُنکی طرف جو دوزخ میں جانے والے ہیں) کہیں گے
 اے ہمارے پروردگار مت کریمو ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ ﴿۱۶۱﴾

† الحجاب سے ان تعرفت النفس مشرقہ ومنہ یغفر للعبد ما لم یقع الحجاب سے (قاموس) —

‡ قول الحسن و قول الزجاج فی احد قولہ ان قولہ و علی الاعراف و علی معرفۃ اہل اللہ و اہل النار

و حال یعرفون ال واحد من اہل الجنة و من اہل النار بسوا ہم (تفسیر کبیر) —

وَقَالُوا أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا
مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٦﴾ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ
أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ
وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿١٧﴾ وَأَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
حَرَمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا
وَكُفِرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَآلَهُمْ فِي النَّارِ مَا يَنْسَوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوهُمْ
هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوهُمْ بِكُتُبٍ
فَصَلَتْهُ عَلَىٰ عِمَامٍ هَدَىٰ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢١﴾ هَلْ
يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلًا يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوا
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ
فَيُشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا
أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

اور پکارینگے پہچاننے والے (دوزخ میں جانے والے) لوگوں کو یہ جانتھیں گے اُنکو اُنکی پوشاکیوں سے پہچانیں گے کہ یہ پرواہ کیا تمکو تمہارے جمع کئے ہوئے نے حسدو کہ تم تکبر کرتے تھے ﴿۱۵۸﴾ اور ہمیشہ وہ جاننے والوں کی طرف اشارہ کرتے دوزخ میں جانے والوں سے کہیں گے ﴿۱۵۹﴾ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر تم قسم کھاتے تھے کہ خدا اُنکو ہرگز رحمت نہیں پہنچائے گا — (اُسوقت خدا اُن ہمیشہ میں جانے والوں سے کہیں گے) نہ جنت میں داخل ہو تمکو نہ کچھ درہی اور نہ تم غمیں ہو گے ﴿۱۶۰﴾ اور پکار کر کہیں گے اہل دوزخ اہل جنت کو کہ ذال دو ہم پر تھوڑا سا پانی میں سے یا اُس میں سے جو خدا نے تمکو دیا ہی — اہل جنت کہیں گے کہ خدا نے ان دینوں کو کافروں پر حرام کیا ہی ﴿۱۶۱﴾ جنہوں نے تھرا لیا تھا اپنے دین کو تماشاً اور کھول اور اُنکو دے دیا دین کی زندگي نے — پھر آجکے دن اُنکو ہم بھول جاؤں گے جیسے کہ وہ بھول گئے تھے اپنے ملنے کے دن کو جو یہہ ہی اور جیسے کہ وہ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے تھے ﴿۱۶۲﴾ اور بے شک ہم نے اُنکو لکھی کتاب، ہم نے اُسکو مفصل کر دیا ہی اپنے اُنام پر ہدایت اُ کر لے والی اور رحمت والی اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۱۶۳﴾ کس بات کا وہ انتظار کرتے ہیں بجز اُسکے (یعنی اُس وعدہ کے) سچے ہونے کی جس دن نہ آجاریگا اُسکا سچا ہونا کہیں گے وہ لوگ جو پہلے سے اُسکو بھول گئے تھے بے شک اُنے تھے ہمارے پروردگار کے رسول بوحق، پھر کیا ہمارے لئے ہمیں شفاعت کرنے والوں میں سے تاکہ ہماری شفاعت کریں یا ہمکو پلٹا دیا جاوے (یعنی دینا میں) تاکہ ہم عمل کریں برخلاف اُسکے جو ہم عمل کرتے تھے — بے شک اُنہوں نے نقصان کیا اپنا آپ اور تھوڑا گیا اُسکے پاس سے جو وہ انقرا کرتے تھے ﴿۱۶۴﴾ بے شک تمہارا پروردگار وہ ہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

ثِي سِتَّة اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰى الْعَرْشِ

ترجمہ (سِتَّة اَيَّام) تدریجاً میں ہی کہ خدا نے نور و ظلمت کو ایک دن میں — آسمانوں کو ایک دن میں — کواکب اور شمس و قمر کو ایک دن میں — زمین و ہریا و اشجار کو ایک دن میں — حیوانات 'نبی و ہوائی کو ایک دن میں — حیوانات زمیں پر رہنے والے اور انسان کو ایک دن میں پیدا کیا — یہ سب ملکر چھ دن ہوئے *

قرآن مجید میں بھی تمام چیزوں کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان کیا ہے — سورہ فصلت میں اُسکی تفسیر یہ ہے — اُس سورہ میں — نور و ظلمت کا جسٹا زیادہ تر اثر زمین پر محسوس ہوتا ہے اور زمین و اسباب و حیوانات ہوائی و آبی و ارضی کا پیدا ہونا چار دن میں — اور آسمانوں اور کواکب کا دو دن میں بیان ہوا ہے غرضکہ جس طرح دو ہفتوں کا اعتقاد تھا اُسکا بطور حدیث اُنکے اعتقاد کے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے *

ساتویں دن ربودوں کے ہاں خدا نے آرام کرنے کا تھا جس سے یہہ پایا جاتا تھا کہ دُویا چھ دن تک کام کرے سے خدا تھک گیا تھا یہہ خیال خدا کی عظمت اور شان کے موافق درست فہ تھا اسلئے اُسکی تدریج کہ ”بے شک ہم نے پیدا دیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہی چھ دن میں اور ہم کو ذرا بھی ماندگی نے نہوں چھو“ اور اُسکی چھہ فرمایا ”ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰى الْعَرْشِ“ اُن کے پیدا کرنے کے بعد اُنکے اوپر حکومت و سلطنت کی — نہ یہہ نہ تھک کر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لَّغْوٍ (سورة ق آیت ۳۷)

ساتویں دن آرام کیا *

تدریج میں جو چھ دن میں دنیا کا پیدا کرنا بیان ہوا ہے اُسپر سخت اعتراضات کیئے گئے ہیں اور علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ چھ دن میں دنیا پیدا نہیں ہوئی بلکہ بہت زیادہ عرصہ میں پیدا ہوئی ہے وہ دلائل ایسی مستحکم تھیں کہ تل نہیں سکتی تھیں اسلئے عیسائی علماء نے کہی تو کہا کہ ہر ایک دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی تھی — مگر یہہ زمانہ بھی دنیا کے پیدا ہونے کے لیئے کافی فہ تھا اسلئے آخر کار اُنہوں نے دن کے معنی ایک زمانہ کے لیئے ہیں جسکی مقدار مقرر نہیں کی *

جو مسلمان عالم یہہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید میں دنیا کا پیدا ہونا چھ دن کے عرصہ میں بطور اخبار کے بیان کیا ہے اُنکو بھی وہی مشکلیں پیش آتی ہیں جو عیسائی علماء کو پیش آئی ہیں چنانچہ بعض عالموں نے باستدلال اُست سورہ سجدة کے

چہہ دن میں بھر قائم ہوا عربی ہو

خدا تعالیٰ نے دنیا کے ہزار برس کی ہزار تہا - بعض عالموں نے دن سے ایک حالت اور ایک زمانہ مراد لیا ہے اور یہہ راہ عیسائی علماء کی اس راہ کے متغایہ ہے جس میں انہوں نے دن سے ایک زمانہ مراد لیا ہے اور اُسکی مفسد معنی نہیں کی چہاچہ تفسیر کیوں نہیں لکھا ہے کہ چہہ دن سے اشارہ ہے دیکھنے والوں کی نگاہ میں چہہ حالت کی طرف اور یہہ اسی طرح ہو ہی کہ آسمان و زمین اور جو کچہہ کہ اُن میں ہے توں چوڑیں ہوتیں اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے ذات ہے اور صفت ہے - دس آسمان کی بلحاظ اسکی ذات کے پیدا کرنے کے ایک حالت ہے اور بلحاظ اُنکی صفات کے پیدا کرنے کے دوسری حالت ہے اور یہی حال ہے زمین کی ذات اور اُسکی صفات کے پیدا کرنے کے بلحاظ سے اور اسی طرح اُن دونوں کے بیچ میں جو کچہہ ہے اُنکی ذات و صفت کے پیدا کرنے کے بلحاظ سے ہے پس یہہ چہہ چوڑیں ہیں چہہ حالتوں میں - مگر چہہ حالتوں کی چہہ جو چہہ دن کا ذکر کیا ہے اسکا سبب یہہ ہے کہ جب انسان خالق کو دیکھا ہے تو ایک فعل سمجھتا ہے کہ فعل زمانہ میں واقع ہوتا ہے اور دن اُن نظروں میں چہہ زمانہ ہے کہ یہہ کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مشہور ہے روزہ آسمانوں کے پیدا ہونے کے پہلے نہ رات تھی نہ دن تھا - اور یہہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دوسرے سے کہے کہ جس دن میں میں پیدا ہوا ہوں وہ مبارک دن تھا - حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اُسکے مطالب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اُسکی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے * مگرے نزدیک امر محقق یہہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں چہہ دن کے عرصہ میں دنیا کا پیدا ہونا بیان ہے وہ نہ اخبار ہے اور نہ کلام مقسموں بلکہ مخاطبین کے اعتقاد

فی سنة ایام اشارۃ الی سنة احوال فی نفاذ الفاظین وذلک لان السموات والارض وما فیہما ثلاثۃ اشیاء: لیل و نهار و صفاۃ ذات و صفة فطرۃ الی خلقۃ ذات السموات حالتۃ و فطرۃ الی خلقۃ صفاۃہا اخری - فطرۃ الی ذات الارض و الی صفاۃہا کذلک و فطرۃ الی ذات ما فیہما والی صفاۃہا ذلک وہی صفة اشیاء فی سنة احوال واما ذکر الایام لان الامم اذا نظر الی الخلق راہ فعل و العمل طرفہ الزمان و الایام اشہر الازمنۃ و الا قبل السموات لم یکن لیل و نهار و هذا مثل ما یقول النبی لغیرہ - ان یوما ولدت فیہ - کان یوما مبارکاً - وقد یجوز ان یکون ذلک قد ولد لیل و لا یشخو ج عن مرادہ لان المراد هو الزمان الذی ہو طرف ولدتہ (تفسیر کیوں تفسیر سورۃ سجدہ)

صفحہ ۲۱۶ -

دن تھا - حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اُسکے مطالب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اُسکی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے * مگرے نزدیک امر محقق یہہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں چہہ دن کے عرصہ میں دنیا کا پیدا ہونا بیان ہے وہ نہ اخبار ہے اور نہ کلام مقسموں بلکہ مخاطبین کے اعتقاد

يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارُ

کو بطور نقل تسلیم کر کے اُس پر دلیل قائم کی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں اور مہمن ہی کے مشرکوں کو بھی مخاطب کر کے یہ فرمایا ہے کہ جسکی نسبت تمہارا یہہ اعتقاد ہے کہ اُس نے چہ دن میں دنیا پیدا کی ہے وہی خداے واحد ذوالجلال ہے مخاطبوں کے مسلمہ اور میر خدا کے ہونے پر اور اُسکی عظمت اور استحقاق عبادت پر استدلال کیا ہے نہ یہہ کہ خدا تعالیٰ فرمایا ہے کہ اُس نے چہ دن میں دنیا کو پیدا کیا ہے یہی رائے بعض ائمہ عالموں کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک سوال کرنے والا یہہ پوچھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کا چہ دن میں

پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کہ اُسکو مانع کے وجود کے انکسار پر دلیل کیا جائے - اس کا بیان کئی طرح ہو ہے - اول یہہ کہ ان محدث یعنی پیدا ہوئی ہوئی چیزوں سے وجود مانع پر دلیل ہونے کی وجہ یا یہہ ہی کہ وہ پیدا شدہ ہیں یا یہہ ہی کہ ممکنات سے ہیں یا دونوں باتیں اُسکی دلیل ہیں لیکن اس بات کا کہ وہ چہ دن میں پیدا ہوئی ہیں یا ایک دفعہ اُس سے بلاشبہ دلیل پر کچھ اثر نہیں ہے *** یہہ مصنف تفسیر کبیر اس کا جواب یہہ دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تورات کے شروع میں کہا ہے کہ اُس نے چہ دن میں آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور اہل عرب یہودیوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے یہہ بات سنی تھی - پس گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بتوں کی پرستش پر مشغول مت ہو کیونکہ تمہارا پروردگار وہ ہے کہ جسکی نسبت تم نے عقلمند لوگوں سے سنا ہے کہ بے شک وہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بے انتہا عظمت اور بہت بڑی منزلت پر چہ دن میں پیدا کیا ہے *

لسائل ان بسئل فيقول كون هذه الاشياء مخلوقة في سنة ايام لا يمكن جعلها ديلا على اثبات الصانع وبهانه من وجوه (الاول) ان وجه دلالة هذه المحدثات على وجود الصانع هو حدوثها او امتكانها او مجموعهما فاما وقوع ذلك الحدوث في سنة ايام او في يوم واحد فلا اثر له في ذلك البته * * *

فجوابه انه سبحانه ذكر في اول الذرارة انه خلق السموات والارض في سنة ايام والعرب كانوا يتخالطون اليهود والظاهر انهم سمعوا ذلك منهم فكانه سبحانه يقول لا تشتعلوا بعبادة الاوثان والاصنام فان ربكم هو الذي سمعتم من غفلة الناس انه هو الذي خلق السموات والارض على غاية عظمتها ونهاية جلالها في سنة ايام (تفسير کبیر) -

اس بھان سے صاف ظاہر ہے کہ ستہ ايام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبوں کے اعتقاد یا اذعان کے مطابق آیا ہے نہ بطور بھان حقیقت پس لفظ ستہ ايام کا کلام مقصود بالذات نہیں ہے

ذہانت دیتا ہی دن رات کو

بلکہ بطور نقاش و حکایت اعتقاد مخاطبین آیا ہی — اگر اس بات پر ہمیشہ حوالہ رکھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کا کلام نہ حقائق اشیاء سے بحث کرنے کا ہی اور نہ نعمت اُن چیزوں پر رد و فسخ کرنے کا ہی جو فی الواقع حقائق اشیاء کے برخلاف ہوں بلکہ اُن کا کلام صرف یہ ہی کہ جو چیزیں خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کے برخلاف لوگوں کے دلوں میں ہوں اُن کو نیست و نابود کریں پس خلتہا سماء و الارض کی نسبت جو کچھ کہ مخاطبین کا اعتقاد برخلاف شان خدا تعالیٰ تھا : یہ صرف تھک کر ساتویں دن اُس کا آرام لینا تھا اُسے ملنا ایک پونہم کو بلکہ اپنے منصب پیغمبری کے ضرور تھا چنانچہ اُس کو الفاظ “ و ما معنا من الغوب ” سے ملتا دیا اور باقی امور سے کچھ بغرض نہیں کہا پس کوئی ذی عقل انسان جس کو قرآن مجید کے شور و غبار سے ذرا بھی مس ہی یہ نہیں کہہ سکتا کہ لفظ سۃ ایام کا قرآن مجید میں بطور بیان حقیقت کے واقع ہی *

(اسویر علی العرش) عرش کے معنی لغت میں تخت رب العالمین کے — اور تخت بادشاہ کے — اور عزت کے — اور جس سے کہ کوئی امر قائم ہو — اور کُھر کی چھت کے — اور سردار قوم کے — اور اُس چیز کے جس پر جفازا اڑھایا جاتا ہی لکھتے ہیں *

تمام مفسرین عرش سے تخت رب العالمین مراد لیتے ہیں اور اُسکو موجوں فی الخارج سمجھتے ہیں — تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ آسمانوں کے اوپر ایک جسم عظیم ہی اور وہ تخت رب العالمین ہی *

قرآن مجید میں جہاں عرش کا لفظ آیا ہی وہ دو قسم کی ہیں : جن میں ایک وہ جن میں صرف عرش کا ذکر ہی اور دوسری وہ کہ جن میں استروی علی العرش کا ذکر ہی اولیٰ ہم اُن دونوں قسم کی آیتوں کو اس مقام پر لکھتے ہیں *

آیات قسم اول جن میں صرف عرش کا ذکر ہی

لا الہ الا هو علیہ توکلت و هو رب العرش العظیم - ۹ توبہ - ۱۳۰ *

قل لو کان معہ آلہۃ کما یقولون ادا لا یغوا الی ذی العرش سبلا - ۷ اسراء - ۴۲ *

فسبحان اللہ رب العرش عما یرفعون - ۲۱ الانبیاء - ۲۲ *

قل من رب السموات السبع و رب العرش العظیم - ۲۳ المؤمنون - ۸۸ *

فتعالیٰ اللہ الملک الحق لا الہ الا هو رب العرش الکرم - ۲۳ المؤمنون - ۱۱۷ *

اللہ لا الہ الا هو رب العرش العظیم - ۲۷ النمل - ۲۶ *

يطلبه حثيثا

و ترى الملائكة حائرين من حول العرش يستعدون بتمددهم و قضي بهمهم بالحق
 و قول الحمد لله رب العالمين - ٣٩ زمر - ٧٥ *
 و رفع الدرجات ذوالعرش - ٢٤ مريم - ١٥ *
 سبحان رب السموات والارض رب العرش عما يصفون - ٢٣ زخرف - ٨٢ *
 عند ذي العرش مكين - ٨١ ذكور - ٢٠ *
 ذوالعرش المجيد فعال لما يريد - ٨٥ بروج - ١٥ *
 والملك على ارجائها و يحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية - ٢٩ الصافات - ١٧ *
 الذين يحملون العرش و من حوله يسبحون بتمددهم و يومنون به و يستغفرون للذين
 اساءوا - ٢٤ مومن - ٧ *
 و هو الذي خالق السموات والارض في ستة ايام و كان عرشه على الماء ليعلموكم ايكم احسن
 عملا - ١١ هود - ٩ *

آيات قسم ثاني من استوى على العرش كما ذكره هي

ان ربكم الله الذي خالق السموات والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش - ٧ الاعراف
 ٥٢ و سورة ١٠ يونس ٣ *
 الذي خلق السموات والارض وما بينهما في ستة ايام ثم استوى على العرش الرحمن فاسئل
 به خبيرا - ٢٥ فرقان - ٩٠ *
 الله الذي خالق السموات والارض وما بينهما في ستة ايام ثم استوى على العرش مالكم من
 دونه من ولي ولا شفيع ان لا تذكرن يدوا الامر من السماء الى الارض ثم يعرج اليه في يوم
 كان مقداره الف سنة مما تعدون - ٣٢ السجدة - ٣ - ٢ *
 هو الذي خلق السموات والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش - ٥٧ - حديد - ٢ *
 الله الذي رفع السموات بغير عمد ترونها ثم استوى على العرش - ١٣ رعد - ٢ *
 الرحمن على العرش استوى - ٢٠ طه - ٢ *
 هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا ثم استوى الى السماء فسواهن سبع سموات وهو بكل
 شيء عليم - بقدر - ٢٨ *

قل ا انكم لتكفرون بالذي خلق الارض في يومين و تجعلون له اندادا ذلك رب العلمين
 و جعل فيها رواسي من فوقها و بارك فيها و قدر فيها اقواتها في اربعة ايام سواء للسائلين

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنَّجْمُ

جبکہ سلطنت درست ہو اور کام اچھا چلتا ہو اور حکم نافذ ہو نہ کہے ہیں کہ (استوی علی عرشہ و استقر علی سریر) یعنی اچھی طرح اپنی سلطنت پر قائم ہے اور اپنے سریر سلطنت پر مستقر ہے۔ یہ وہی جو فقال نے کہا ہے اور صاحب تفسیر کہہ رہے ہیں کہ میں پیدا ہوں کہ یہہ حق اور سچ اور صواب ہے اور یہہ ایسا ہی جیسا کہ طول قسمت کے لئے عرب کا یہہ قول ہے (طول النجم) لہذا پر تکتہ والہ اور بہت زیادہ ذہانت کرنے والے کے لئے (منہر الرومان) بہت خاکستری والہ اور بوہے آدمی کے لئے یہہ کہنا کہ اُس کا سر دھاپہ سے روتی ہو گیا (اشعل رأسہ شہدا) ان سب الفاظ سے یہہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے ناگہی معنی میں جاری ہیں بلکہ اُن سے یہی مراد ہے کہ اسباب مضمون کو بطور کفایہ کے سمجھا دیا جاوے۔ ایسا ہی اس موقع پر کہا جاتا ہے (استوی علی العرش) اور مراد ہے اُسکی قدرت کا نافذ ہونا اور اُس کو خواہش کا جاری ہونا۔ فقال نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے جبکہ سمجھایا اپنی ذات اور اپنی صفات اور اپنی کھفیت تدبیر عالم کو اُس طرح جس طرح کہ آپسوں نے اپنے دانشاہوں اور سرداروں کو پایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اُن نے دلوں میں اُسی طرح قائم ہوئی مگر ان سب میں یہہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ نہ دے جب اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ عالم ہے تو اُس سے یہہ سمجھے کہ اُس سے کچھہ منفی نہیں ہے پھر اپنی سمجھ سے یہہ جانا کہ یہہ علم اللہ تعالیٰ کو فکر اور غور سے نہیں حاصل ہوا اور نہ حواس کے استعمال سے اور جبکہ فرمایا ہے کہ وہ قادر ہے تو جانا کہ وہ پیدا کرنے اور عالم پر اور ممکنات کے پیدا کرنے پر قادر ہے

ثم جعل الشمس تامة عن الشمس المند، يقال كل عرشه اے انتفسر ملکہ واعدت واد استقامتہ ملکہ و اطرد اسراف و حكمة قالوا استوی علی عرشہ و استقر علی سریر ملکہ هذا ما قاله التعلل وافول ان انبي قاله حق وصدق و صواب و فبالقوة قولهم الرجل الطويل طلس صول النجمان ولا رجل الذي ينكر النجمة كقولهم الرمان و الرجل الشفع فلان اشعل رأسه شهدا و نفس المباد في شبي من هذه الامانة اجرامنا على طواهرنا انما المراد من هذا تعريف المتصور على سبيل الكفاية فكذا شفا يذكر الاستواء على العرش والمراد تفاد القدرة وجريان المشيئة ثم قال التعلل رحمه الله تعالى واللہ تعالیٰ لمانا علی ذاته و علی صفاته و کھفیت تدبیرہ العالم علی الوجه الذي انوه من ملوکهم و رؤسائهم استقر في قلوبهم عظمة الله و کمال جلالة الان كل ذلك مشروط بفني المشبه فاذا قال انه عالم فهو منته انه لا يخفى عليه تعالى شئ ثم علموا بقولهم انه لم يحصل ذلك العلم بكرة و لاروية ولا باستعمال حاسة و اذا قال قادر علموا منه انه متمكن من ايجاد الكيفيات وتكوين الممكنات ثم تعلموا بقولهم انه غني فيذلك

جو تاعدا رکھنے لگے اُس کے حکم کے ساتھ

اب میں نہایت ادب سے اُن لوگوں کی خدمت میں جنہوں نے اُن آیتیں میں عرش کے لفظ سے سلطنت اور مملکت مراد لی تھی عرض کیا ہوں کہ میں آدمیوں میں صرف لفظ ”رب العرش“ کا یا ”رب العرش العظیم“ کا یا ”ذی العرش“ کا یا ”رب العرش الکرم“ کا یا ”ذوالعرش المتکون“ کا آیا ہے وہاں یہی لفظ ”رب“ ہی سلطنت و مملکت کے کیوں نہیں لکھا جاتے۔ جو ایک چترے چالہ بھٹہ موجود فی الخارج کے جسکا بٹانا بھی ظاہر اُبھرا معلوم ہوتا ہے جس پر خدا نے کسی کو بھی نہ بھیجا ہے گا اور نہ بڑھ سکا ہے لکھے جاتے ہیں *

ہماری اس تفسیر کے برخلاف شاید سارے آدمیوں میں ہوسکتی ہیں اور انہیں جاسکتا ہے کہ اُن آدمیوں میں ایسے منہمکوں میں چلنے کی بجائے عرش کو مثل سرور بادشاہی موجود فی الخارج تسلیم کر لیں اور ضرورت پڑے ہی * پہلی آیت سورہ ہود کی ہی جہاں دیامت کے حالات میں خدا نے فرمایا ہے کہ ”و فرستوں کو عرش نے گرد گھرے ہوئے دیکھے گا پاکیزگی سے بیان کرتے ہیں یہ بے بدیہ کے اپنے رب کو“ *

دوسری آیت سورہ النفاۃ کی ہے جہاں خدا نے دیامت کے حال میں فرمایا ہے ”اور اوتھاوہ کے تھوے پروردگار کے تخت کو اپنے اوپر اُج کے دن آئے“ * تیسری آیت سورہ مومن کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ ”وہ جو اڑھاتے ہیں عرش کو اور وہ جو اُس کے گرد ہیں پاکیزگی سے بیان کرتے ہیں بدیہ کے ساتھ اپنے پروردگار کو اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہنے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں“ * چوتھی آیت سورہ ہود کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ ”وہ وہ ہے جس نے بھلا کہا آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں اور اُسکا عرش تیار پائی پر“ *

سورہ ہود کی آیتوں میں عظمیٰ و حلال خدا کا بیان ہوا ہے وہ سب تعالیٰ ہیں معسرین بھی اُنکا تعالیٰ ہونا قبول کرتے ہیں۔ سَلَّا اُس میں فرمایا ہے ”والارض حمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطوٰیات بیومئذہ“ پس ظاہر ہے کہ خدا کے فک میں ہی اور نہ اُسکا داہاں ہاتھ، یہ ایک تعالیٰ یا اسمعاریہ یا مجار ہے جس سے معصوم خدا کی عظمیٰ و قدرت کا ظاہر کرنا ہے یہ یہ کہ حتمیاً خدا زمینوں کو مٹھے گا لہذا اور آسمانوں کو ہاتھ پر لپیٹ لے گا *

اللّٰهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

صاحب کشف نے کہا ہے کہ غرض اس کلم سے جب کہ اس سب کو پوری طرح سمجھ لے جیسا کہ وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تصویر ہیں اور کفہ جلال الہی کی سمجھنے میں توقف کرنا ہی نہ کہ قبضہ اور دائیں ہاتھ کے حقیقی اور مجازی معنوں کی طرف جانا اور ایسا ہی ہے حکم اُس روایت کا کہ جبریل آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ اوٹھا لیا اسمانوں کو قیامت کے دن ایک اونگلی پر اور سب زمینوں کو ایک اونگلی پر اور پہاڑوں کو ایک اونگلی پر اور درختوں کو ایک اونگلی پر اور جو زمینوں کے نیچے ہی اُسکو ایک اونگلی پر اور سب خلقت کو ایک اونگلی پر پھر اُنکو ہاتھ کا پھر کہتا ہے میں ہی بادشاہ ہوں پس ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجب کرتے اُس کے قول پر پھر بطور تصنیف اسباب کے یہ آیت پڑھی وما قدرُوا اللہ حق قدرہ الا یہ — کہا صاحب کشف نے کہ صرف اُس رجحان سے ہنسے افصح العرب اور تعجب کیا کہ انہوں نے اُس سے بجز اُسے اور کچھ نہیں سمجھا جو کہ علماء علم دیوان سمجھتے ہیں بغیر خیال کرنے اوٹھانے اور اونگلی اور حرکت کے معنوں کے اور انہوں سمجھا کچھ اس میں ہے بلکہ سمجھا واقع ہونا اول ہرشی کا اور آخر ہرشی کا بطور خلاصہ اور انتخاب کے کہ وہ دلالت ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اور اس پر کہ وہ بڑے کام جن میں سب عقل کی عقلیں حیران ہیں اور ذہن اُنکو نہیں سمجھ سکتی اللہ تعالیٰ پر آسان ہی مہایت آسان — صغیے والا اُس سے واقف ہونے تک پہنچ نہیں سکتا بجز اس کے کہ کلام کو اسی طریقہ پر خیال میں لائیں

قال صاحب الکشاف العرف من هذا الکلام اذا اخذته كما هو بجمانه و مجموعة تصور عملة والتوقف على كفة حلاله من غور ذهاب بالقضة ولا بالهمزة الى جهة حقيقة او جهة مجاز وكذلك حكم ما يروى ان جبريل عليه السلام جاء الى رسول الله صلعم فقال يا ابا القاسم ان الله يمسك السموات يوم القيامة على اصبع والارضون على اصبع والجنات على اصبع والشجر على اصبع والبرى على اصبع وسائر الخلق على اصبع ثم بهزهن فيقول انا الملك فضحك رسول الله صلعم تعجباً مما قال — ثم قرء تصديقاً له وما قدرُوا الله حق قدره الاية — قال صاحب الکشاف و انما ضحك افصح العرب و تعجب لانه لم ينهم منه الا ما يفهم علماء البيان من غير تصور امساك ولا اصبع ولا هز ولا شى من ذلك ولكن فهم وقع اول كل شى و آخره على الزدة والخلاصة النبی هي الدلالة على القدرة الباهرة وان الاعمال العظام النبی تتصور فيها الافهام ولا تکنفها الالهام و هی عليه هو انا لا یوصل السامع الى الوقوف عليه الا اجزاء العبارة في مثل هذه الطريقة من التخیل قال ولا نرى باباً فی علم البیان

جان لو کہ اُس کے لئے پیدا کرنا ہی اور حکم کرنا

افق والاراق والالطف من هذا الباب (تفسیر کشاف صفحہ ۱۲۶۷)
 بولا جاوے کہا صاحب کشاف نے کہ ہم علم بھان میں کوئی
 باب اس سے زیادہ دقیق اور لطیف نہیں پاتے ہیں *
 :لہوہ اس کے صاحب تفسیر کشاف نے ان لفظوں کی مراد اس طرح بیان کی ہے کہ نہا
 قول قبضہ ملکہ بلا دفع
 و لا منازعہ : بمعنی قدرتہ
 (کشاف) - جلد دوم صفحہ
 (۱۲۶۷)

صاحب تفسیر دیور مصنف
 اقول ان حال هذا الرجل
 في ادمته على تبصرون طريقته
 و تقبص طريقته القدماء عذب
 جدا فانه ان كان مذهب انه يجوز
 ترك ظاهر اللفظ والمصنوعي
 المحذور من غير دليل فهذا طعن
 في القرآن و اخراج له من ان
 يكون حجة في شيء و ان كان
 مذهب ان الاصل في الكلام الصحة
 وانه لا يجوز العدول عنه للدليل
 مغفصل فهذا هو الطريق التي
 اطبق عليها جمهور المتقدمين
 فابن الذي يزعم انه عالم و
 اير العلم الذي لم يعرفه غيرهم انه
 وقع في التاويلات العسيرة و التکلمات
 الركيكة فان قالوا المراد انه سادل
 الدليل على انه ليس المراد من
 لفظ القبض والوه من هذه الاعضاء
 وجب علما ان نستفي بهذا القدر
 ولاشتغل بتعيين المراد بل نقوض
 علمه الى الله تعالى فنقول هذا
 هو طريق الموحدين الذين

کشاف کی اس تحریر سے کسقدر خفا ہو گئے ہیں اور
 ارقام فرماتے ہیں کہ ”میں کہتا ہوں کہ اس آدمی کا یہ
 حال کہ وہ متوجہ ہی اپنے طریقہ کی خوبی بھان کرنے پر
 اور بھان کے طریقہ کی برائی بھان کرنے پر نہایت ہی
 عجب ہی ہے اگر اُس کا یہ مذہب ہی کہ لفظ کے ظاہری
 معنی کا چھوڑنا اور مجازی معنی کی طرف جانا بغور
 کسی دلیل کے جائز ہی تو ہے تو قرآن میں طعن کرنا ہی
 اور قرآن کو دلیل کے درجہ سے خارج کرنا ہی کہ وہ کسی
 امر میں حجت نہیں ہو سکتا اور اُس کا یہ مذہب
 ہی کہ کلام میں اصل یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہوں
 اور معنی حقیقی سے بغیر کسی جدا گانہ دلیل کے پھرنا نہیں
 چاہئے پس یہ وہی طریقہ ہی جس پر سب پہلے علماء نے
 اتفاق کیا ہی پس کہاں ہی وہ علم جسکو وہ خاص اپنا علم
 بھان کرتا ہی اور کہاں ہی وہ علم جسکو دوسرا نہیں جانتا
 ہی بارصاف اس کے ہم بھی خون بہت تک تاویلات میں
 پھنسا ہی اور اور بہت رکیک کلمات کہے ہوں اگر میں کہوں
 کہ مراد یہ ہے کہ جب دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ
 قبضہ اور وہیں سے یہ اصحابی اعضا مراد نہیں ہیں تو ہم
 پر واجب ہی کہ اسقدر پر اکتفا کریں اور جو کچھ مراد
 ہی اُس کے معنی کریں وہ نہ مشغول ہوں بل اس

تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۵۲﴾

یقولون انا تعلم انه ليس مراد الله من هذا اللفظ هذه الاعضاء فاستعملوا المراد فالنقص ذلك العلم الى الله تعالى وهذا هو طريق السلب المعروض عن الداربات فثبت ان هذه الداربات التي اتى بها هذا الرجل ليس تحتها شئ من الفائدة (تفسير كبير) -

کے علم کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہی ہی طریقہ موحدین کا جو یہہ کہتے ہیں کہ نہیں ہی مراد اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے یہہ اعضا خاص لیکن اللہ کی مراد کو معین کرنا پس ہم اسکو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں یہی ہی طریقہ علماء سلف کا جو کہ تاویلات سے الگ رہیں ہیں پس ثابت ہوا کہ تاویلات جنکو یہہ شخص لایا ہی اُن میں کچھ فائدہ نہیں ہی *

صاحب تفسیر ندیر کا اسقدر ناراض ہونا بے فائدہ ہی کیونکہ ہر شخص جو ظاہر لفظ کو چھوڑ کر مجاز کی طرف لہجاتا ہی اُسکے نزدیک دلیل قاطع اسبات کی ہوتی ہی کہ اس مقام پر اس لفظ سے حقیقت مراد نہیں ہی باقی رہی یہہ بات کہ اتنے ہی پر اکتفا کیا جاوے اور اُسکی تاویل و مراد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیا جاوے ایک ایسی بے معنی بات ہی جس سے قرآن مجید کی صدها آیات کا نازل ہونا لغو اور بیکار ہو جانا ہی نعوذ باللہ منہا اور صرف لغو و بیکار ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا نعوذ باللہ قرآن مجید کو مضحکہ بنانا ہی - ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں ید اللہ - وجہ اللہ - تبصہ - یمینہ اور کہتے ہیں کہ ان لفظوں سے - خدا کا ہاتھ - خدا کا منہ - خدا کی مٹھی - خدا کا داہاں ہاتھ مراد نہیں ہی - جب پوچھتے ہیں کہ اور کیا مراد ہی تو کہا جاتا ہی کہ خدا ہی کو معلوم ہی - ارے وہاں اگر یہی منصرف نہا کہ خدا ہی کو معلوم رہے تو ان الفاظ کا نازل کرنا اور بعدوں کو پڑھوانا ہی کہا ضرور تھا *

اصل مفشاء اس غلطی کا یہہ ہی کہ قرآن مجید جو بلاشبہ ظلم الہی ہی - مگر بعضے وقت لوگوں کو یہہ خیال نہیں رہتا کہ وہ انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہی - پس اگر وہ درحقیقت انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہی اور درحقیقت ایسا ہی ہی تو جس طرح ایسے موقع پر انسان کے کلام کے معنی و مراد قرار دیئے جاتے ہیں اُسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے بھی معنی و مراد قرار دیئے جاویں گے - اس طرح معنی قرار دینے کو تاویل کہا ہی غلطی ہی کیونکہ درحقیقت اُس میں کچھ تاویل نہیں ہی بلکہ ہمکو یقین ہی کہ تاویل نے اسی مراد سے وہ الفاظ استعمال کیئے ہیں *

اب میں کہتا ہوں کہ سورہ زمر میں صرف یہی دو لفظ نہیں ہیں جو مجاز استعمال

ہو کنت والا ہی اللہ پور دگر عالمونکا (۵۲)

کہئے گئے ہیں اللہ اور بھی بہت سے تھے مثلاً نفع سور کہ وہ صرف استعارۃ ہی وقت میں کے آجائے ہیں۔ "مقائد السموات والارض" کا استعمال۔ مجازاً دوا ہی اخیر سورۃ کا تمام مضمون بطور خطابیات کے زبان حال اہل دوزخ و اہل بہشت سے بیان کیا گیا ہے جو سورۃ فصلت میں زمین و آسمان کی زبان حال سے بیان ہوا ہے جہاں فرمایا ہے۔ "ثم استوی الى السماء وهي دخان فقال لها والارض انظرا دنوعا او تریا قالتا انیقا طامین" دوزخ و بہشت میں دوزخوں کا ہونا اور درخندوں اور بہشتوں کے لئے اُنکا کھولا جانا دوزخ پر چوکنداروں کا ہونا اور دوزخ میں جانے والوں کو طعنہ دینا بہشت پر دربانوں کا ہونا اور بہشت میں جانے والوں کو مبارکباد دینا یہ سب بطور تمثیل کے بیان ہوا ہے خدا تعالیٰ ہمیشہ معان کے معاملات کو دنیاوی حالات کی تمثیل سے بیان کرتا ہے اور اُس تمثیل سے وہ چیزیں جو مقصود نہیں ہوتیں بلکہ صرف ماحصل اُسکا مقصود ہوتا ہے۔ دوزخ کو دنیا کے چارلسٹون کی مانند سمجھنا جس پر چوکندار اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ قیدی بھاگ نہ جاوے یا بہشت کو دنیا کے باغوں کی مانند سمجھنا جس پر دربان اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ کوئی غیور اُس میں نہ چلا جائے اُسکے پہل نہ تزلزلے خدا کی قدرت اور عظمت اور حکمت پر یقین لگانا ہے جو اُسکی شان کے نمایاں نہیں اور یہی دلیل اسباب کی ہے کہ ان الفاظ سے اُنکے ظاہری معنی مراد نہیں *۔

اسی طرح سورۃ زمر کی اس آیت میں کہ "تو فرشتوں کو ترش کے گرد کھڑے ہوئے دیکھو گا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو" جو کہ دنیا میں بادشاہوں کا طریقہ اپنی عظمت و جلال دکھانے کا بھی ہے نہ تخت پر بیٹھتے ہیں تخت کے چاروں طرف ہالی موالی کھڑے ہیں بادشاہ کا ادب بجالا رہے ہیں اُسکی تعریف کر رہے ہیں اُسکی تمثیل میں خدا نے فرشتوں کے سمجھانے کے لئے اپنے جلال و عظمت کو بتایا ہے۔ اس سے یہہ متعین نہیں نکالا جاسکتا کہ در حقیقت وہاں کوئی تخت ہوگا اور درحقیقت وہاں مجسم فرشتے بطور ہالی موالی کے اُسکے گرد کھڑے ہونگے اور خدا کی تعریف میں جو تخت پر بیٹھا ہوگا قصودے پڑے رہے ہونگے۔ نہایت تعجب ہوتا ہے اُن علماء سے کہ خدا کا تخت پر بیٹھنا تو محال و ممنوع قرار دیتے ہیں اور پھر تخت کو اور اُسکے سامان جلوس کو حقیقی اور واقعی سمجھتے ہیں *۔

سورۃ النکاح کی جو آیت ہے اُس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے قہر و عظمت کا اور

ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ

تمام دنیا کے بربان ہوجانے کا اس طرح پو ذکر کیا ہی کہ — صبر پہونکی جاوے گی اور زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاویں گے اور آسمان کے پڑھ پچھ لہوڑ جاوے گئے اور فرشتے اُسکے کناروں پر ہمت جاوے گئے — یہ سب انسان کے خیال نہیں آتا ہی کہ جب سب چیز برباد ہوجاویں گی تو خدا کی بادشاہت کس پر ہوگی تو خدا کی بادشاہت ہی ختم ہوجاویں گی؟ اس شبہ کے رفع کرنے کو خدا نے اُسکے ساتھ فرمادیا کہ ”و یصل عرش ربکم فوقہم بومئذ ثمانیہ“ یعنی جبکہ سب کچھ برباد ہوجاویگا اُس دن بھی قعرے پروردگار کی بادشاہت پر انتہا چوڑی پڑ جو اُسکی مخلوق ہیں اسی طرح پو قایم رہے گی *

”حمل“ کے معنی اوتھانے کے ہیں مگر اُنکا استعمال شی مادی موجود فی الخارج کی نسبت بھی ہوتا ہی اور شی عقلی غور مادی غور موجود فی الخارج پو بھی ہوتا ہی۔ جیسویکہ خدا تعالیٰ نے تورات کے عالم کی نسبت فرمایا ہی ”الذین حملوا التوراة ثم لم یحصوها“ اور جیسویکہ حافظان قرآن کو حاملان قرآن یا قاضیوں اور مفتیوں کو حاملان شریعت اور گنہگاروں کی نسبت گناہوں کا اوتھانا ”حملنا اوزارا“ کہا جاتا ہی — پس حمل کے لفظ سے اسی چیز کا اوتھانا مراد نہیں ہوتا جو موجود فی الخارج ہو *

جب کسکو کسی شی کا حامل کہتے ہیں اُس سے اُسکا طور لازمی تصور کوا جاتا ہی۔ حاملان تورات اسی لیئے کہتے تھے کہ اُن سے احکام تورات ظاہر اور معلوم ہوتے تھے اور حاملان شریعت سے احکام شریعت پس جس شی سے جو چیز ظاہر ہو اُنکو اُسکا حامل کہنے ہوں — خدا کی مخلوق سے جو خدا کی سلطنت و بادشاہت ظاہر ہوتی ہی اُنکو حاملان عرش کا اوتھانا ہو سکتا ہی — پس خدا فرماتا ہی کہ جب یہ سب چیزیں جو ہم دیکھ رہے ہو برباد ہوجاویں گی تب بھی خدا کی بادشاہت اُسکی اور بے افسہا مخلوقات اوتھائے ہوئے ہوگی *

ثمانیہ کا لفظ صرف فصاحت کلام کے لیئے آیا ہی اُس سے کوئی عدد خاص مقصود نہیں ہی اور اس میں بہت بڑی بلاغت یہہ ہی کہ اُسکے دو رکن کے یعنی اُسکے مضاف ثمانیہ اور مضاف الیہ کے بیان کے متخوف کرنے سے عدد غیر متناہی اور اجناس غیر محصور کا اظہار ہوتا ہی — جیسویکہ ثمانیۃ الف یا ثمانیۃ الف الی غیر النہایۃ من المخلوقات الغیر المحصورة — پس اس آیت سے عرش کا وجود فی الخارج ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اسقدر پایا جاتا ہی کہ بعد فنا ہونے اس تمام موجودات کے بھی خدا

پکڑو اپنے درپردہگار کو گڑ گڑا کر چاہا کر

کی بان شامت بدعتور قائم رہی

تفسیر کشاف میں جو قول جمیع بصری اور سماعتی کا نقل کیا ہے اُس سے بھی ٹھیک ٹھیک بھی مراد معلوم ہوتی ہے جس سے یہاں کی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ۔
و عن المتصور انہ زعم کم هم
اثمانہ ام ثمانية الاف و عن
المصنف انہ لما وقع صوب لايعلم
عددهم الا انہ و يبرز ان يكون
الثمانية من الروح الامن خالق
اخر فهو مادر على كل خلق
سبحان الذي خلق الزواج كلها
ما قدمت الارض و من انفسهم
و مما لايعلمون تفسیر کشاف
صفحتہ ۱۵۲۲ —

حسب سے مروی ہے کہ اللہ خدایا جاننا ہی کہ وہ کئی
ہزار آسمانوں میں یا آسمان ہزار ہیں اور صحتاک سے مروی
ہے کہ آسمانوں میں ہیں اور یہ کہ آسمانوں میں ہیں اللہ تعالیٰ
نے سدا اور بونی سہوں چاہا اور چاہے ہی کہ صحتاک سے اللہ
روشنی یا اور مخلوق خدا کی پس اللہ تعالیٰ ہی قادر
ہے سب کی پھولیش پر پاک ہی اللہ جس نے پیدا کیا
ہے سب چیزوں کو چاہے اور پائی ہی زمین اور جو خدو
آئی ہیں اور چاہے۔ دے نہیں جانتے *

سورۃ مومن میں جو آیت ہے وہ نہایت عور طلب ہی اُس کے شروع میں ہے “الذین
يحملون العرش” پس بحث یہ ہے کہ الذین کا اشارہ کس کی طرف ہے۔ تمام مفسرین
کہتے ہیں کہ “الذین” کا اشارہ فرشتوں کی طرف ہے۔ صاحب تفسیر کبیر اُس کی وجہ
یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کے ساتھ کفار کی
عداوت کا حال بیان کیا ہے اُس کے بعد بطور تسلی کے کہا کہ (مومن) طبقات مخلوقات
فرشتے ہیں اور خصوصاً حاملۃ العرش وہ ایمان والوں سے نہایت محبت رکھتے ہیں پس ان
کو دینہ لوگوں کی عداوت پر کچھ التفات کرنا نہیں چاہیئے *

مگر تعجب یہ ہے کہ کفار دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ عداوت کرتے تھے اور ایذا
دینے بھجواتے تھے اُن اُس کے مقابل کوئی ایسی چیز بیان کی جاتی جو اُس دنیاوی ایذا میں
معاونت کرسکتی تو البتہ ایک تسلی کی بات نہیں مگر اُس دنیاوی تکلیف کے مقابلہ میں
یہ کہنا کہ فرشتے ہمارے گناہوں کی معافی چاہ رہے ہیں کس طرح پر تسلی دے سکتا ہے
علوہ اس کے اُس مقام پر فرشتوں کا کچھ ذکر نہیں آیا ہے اور جبکہ عرش سے سلطنت
مرد لہی جارے نہ ایک شے مجسم موجود فی الخارج نہ کوئی قریبہ بھی نہیں جس سے
“الذین” کا اشارہ فرشتوں کی طرف سمجھا جائے *

قرآن مجید کا مطلب نہایت صاف ہے اس سے پہلی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ

اِنَّهٗ لَا يَجِبُ الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۳﴾ وَلَا تَفْسِدُوا فِی الْاَرْضِۚ بَعْدَ
 اِصْلَاحِہَا وَاذْعُوْهُ خَوْفًا وَطَمَعًاۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ
 الْمُتَحْسِنِیْنَ ﴿۵۴﴾ وَہُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیْحَ بِشَرِّاۤیِیْنِ یَدُلّٰی
 رَحْمَتَہٗ حَتّٰی اِذَا اَقْلَمْتَ سَاجِدًا ثَقُلًا سَقَنَہٗ اِبْلَکَ مِیْمَتَہٗ
 فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْاَمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ کَذٰلِکَ
 نَخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّکُمْ تَذٰکُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ
 نَبَاتَہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبِثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكَدًا کَذٰلِکَ
 نَصْرَفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِہٖ

”خدا تعالیٰ کی نشانوں“ (یعنی احکام) میں کوئی جھگڑا نہیں کرنا بجز کافروں کے یہو
 انکا شہروں میں پڑے پھرنا یعنی اُن کی خوشحالی تہیکو دھوکے میں نہ ڈالے * * * * * ہر ایک
 امت نے اپنے رسول کے پکڑے و مار ڈالنے کا قصد کیا ہی * * * اور اُن لوگوں کی نسبت جو
 کافر ہیں خدا کا حکم ہو چکا ہی کہ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں *

اس کے بعد خدا نے فرمایا ”الذین یحملون العرش“ کنار کے مقابلہ میں ایمان والے تھے
 بس صاف ظاہر ہی کہ ”الذین“ سے اہل ایمان انسان مراد ہیں نہ فرشتے - عرش کے معنی
 سلطنت کے ہم انہی ثابت کرچکے ہیں پس آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ ”جو لوگ خدا
 کی سلطنت کو اٹھائے ہوئے ہیں یعنی وہ جو“ انعمت علیہم“ میں داخل ہیں اور جو
 اُس کے قریب ہیں یعنی صلحا و خیار امت پاکیزگی سے اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اُسہر
 ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں ”الی اخرہ -
 اسکے بعد پھر کافروں کا ذکر کیا ہی پس قرآن مجید میں تو اس مقام پر فرشتوں کا پتہ
 بھی نہیں اور نہ الذین کے وہ مشار الیہ ہیں *

بے شک وہ تمہیں دوست رکھتا حد سے نکل جائے گا اور ﴿۵۲﴾ اور میں دوست درد زمین میں اُسکی اصلاح ہوئے کے بعد اور پکارو اُسکو تو کر اور اُمید رکھو — یہ شک رحمت اللہ کی قربت ہی تھک، کام کرنے والوں کے ﴿۵۳﴾ اور وہ وہی جو بھیجتا ہے ہوائی کو خوش خبری دیتے ہوئے اُسکی رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب وہ پہنچاؤں گا وہی ہوائی کو تو ہم اُسکو پہنچائے ہوں مری ہوئی زمین کی طرف سے ہر مسافت میں ہم اُس سے پہلے پہنچائے ہوں ہم اُس سے ہر ایک طرح کے سڑے — اسطرح ہم پہنچائے ہوں شاید وہ تم نصیحت پہنچو ﴿۵۴﴾ اور زمین جو اچھی ہی اُس اور بھائی اُنکی ہی اُس کے پورے کر کے حکم سے اور چہ بڑی ہی اُس کی ہوں اور کئی مگر تھوری سی — اسرح ہم اولت پہنچ کر بیان کرتے ہوں — شاذ بہ ان لوگوں کے لئے جو سکر کرتے ہوں ﴿۵۵﴾ تاکہ وہ بھیجتا ہوں کر اُسکی قوم کے پاس

سورہ ہون میں جو آیت ہی جسموں چہ دن میں آسمان و زمین کے پھدا کرے کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ ”وکان عرش علی الماء“ ”چھوٹا ریانہ بھت رات میں ہی ہم اوپر ثابت کرچکے ہوں کہ ستم ایام میں آسمان و زمین کا پھدا کرنا اس کے انصاف نہیں ہی نہ کلام معصوم بلکہ نقلاً اعمدان یہوں کا بیان ہی — یہوں کا یہ بھی اعمدان تھا کہ خدا کی روح پانی پر چھائی ہوئی تھی چنانچہ توریث میں آیا ہی ۔“

و روح الرہیم مرحفت علی فقی ہماکیم

یعنی خدا کی روح چھائی ہوئی تھی پانیوں کے مہر کے اوپر — ”مرحفت“ کے تھک معنی مرغی کے اندے سے کے ہوں یعنی جس طرح مرغی تمام اندوں کو پروں کے اندر لپکے اور اُن کو گھور کر دیکھ جاتی ہے اسطرح خدا کی روح پانیوں پر تھی اس آیت میں اُسی اعتقاد یہوں کی نقل ہی روح کی جگہ خدا کا عرش علی خدا کی سلطنت یا غلبہ بیان ہوا۔ ہی پس کوئی لفظ اس آیت کا عرش کے وچوں خارجی ہونے کا مثبت نہیں ہے •

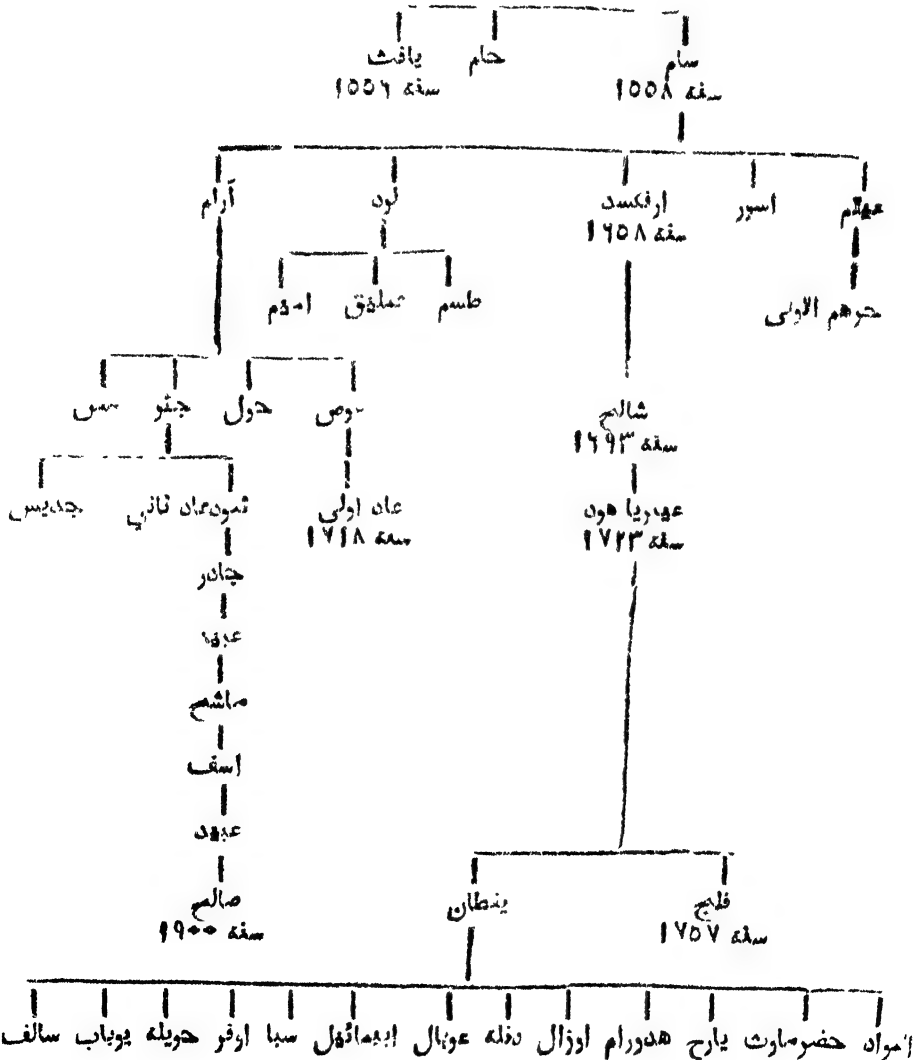
قَتَالَ يَقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ
 عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٤﴾ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ فِي
 ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٥٥﴾ قَالَ يَقْرِمُ لَيْسَ بِي ضَلُّةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٦﴾ ابْلِغْكُمْ رَسُولَ رَبِّي وَاصْصِرْكُمْ وَاعْلَمْ
 مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ
 عَلَى رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَذْكُرُوا وَلَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿٥٨﴾
 فَكَذَّبُوا فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفَلَاحِ وَافْرَقْنَا الَّذِينَ
 كَذَّبُوا بِآيَتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٥٩﴾ وَإِلَى عَادِ أَخَاهُمْ
 هُودًا قَالَ يَقُومُ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا
 تَتَّقُونَ ﴿٦٠﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرِيكَ فِي
 سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿٦١﴾ قَالَ يَقُومُ لَيْسَ بِي
 سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٢﴾ ابْلِغْكُمْ رَسُولَ
 رَبِّي وَإِنَّا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٣﴾ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ
 رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاتَذْكُرُوا أَنِ اجْعَلْكُمْ خُلَفَاءَ

بہر اُس نے کہا اے مہربی قوم خدا کی نبی نہیں ہی تمہارے لئے نبی خدا سوائے اُس کے — بے شک مہربی تم پر خوف کرنا میں برے دن کے عذاب کا (۵۷) اُسکی قوم کے سرداروں میں سے تھا کہ ہم تجھکو دیکھتے ہیں کھلی ہوئی گمراہی میں (۵۸) (نوح نے) کہا کہ اے مہربی قوم مجھکو گمراہی نہیں ہی والیکن میں تمام عالموں کے پروردگار کو عذاب سے پہنچا رہا ہوں (۵۹) میں تمکو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچانا ہوں اور تمہارے لئے پہلانی چاہتا ہوں اور میں اللہ کے بتائے سے یہ جاننا ہوں جو تم نہیں جانتے (۶۰) کہا تم اس میں تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نصیحت آئی تمہارے ہی میں سے ایک آدمی پر تاکہ وہ تمکو تاروے اور تاکہ تم پہنچ گری کرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوے (۶۱) پھر انہوں نے اُسکو حاکم بنا دیا پھر بچالیا (۶۲) اُسکو اور جو اُسکے ساتھ کشتی میں تھے — اور ہم نے اُن لوگوں کو تارو دیا جنہوں نے ہماری نشانوں کو چھٹلایا — بے شک وہ لوگ اندھے تھے (۶۳) اور (بے شک ہم نے پہنچا) عاد کی قوم نے پاس اُنکے بھائی ہود کو (ہود نے) کہا اے مہربی قوم خدا کی نبی اللہ کی نہیں ہی تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اُس کے کہا تم نہیں کرتے (۶۴) اُسکی قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے کہا جو ظالم تھے کہ بے شک ہم دیکھتے ہیں تمہکو بددعویٰ میں اور بے شک ہم گمان کرتے ہیں تجھکو بددعویٰ میں ہے (۶۵) (ہود نے) دہا کہ اے مہربی قوم مہربی ساتھ بددعویٰ نہیں ہی والیکن میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے (۶۶) پہنچانا ہوں تمکو پیغام اپنے پروردگار کے اور بے شک میں تمہارے لئے خیر خواہ ہوں (۶۷) امانت دار (۶۸) کہا تم نے تعجب کیا کہ آوے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار سے ایک شخص پر تم میں سے تاکہ تمکو تاروے — اور یاد کرو جب تمکو کیا جانے

مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ

عاد اور نعوذ کی نسبت کچھ لکھا ہے یہی مذکور ذیل شجرۂ انساب کا لکھا متناسب ہی

نوح سنہ ۱۰۵۶ (نوادری)



قوم نوح کے بعد

قوم عاد اولی

عاد اولاد سام بن نوح سے ہی — سام کا بیٹا آرام اور اسکا بیٹا عوص اور اسکا بیٹا عاد — معالم التنزیل میں لکھا ہے ، عو عاد بن عوص بن آرام بن سام و عمو عاد الاولی — قوم عاد کی آبادی ترویجاً قزرتا یعنی عرب کے رہنے والے مہمان میں بھی اور الاحقاف کہلاتی تھی معالم التنزیل میں لکھا ہے کاف ع مغازل قوم عاد بالاحقاف وہی رمال بین عمان و حضرموت — عرب کے نقشہ میں جو ریگستان پنجاب درجہ طبل اور بیس درجہ عرض پر واقع ہے وہ جگہ الاحقاف ہی جہاں قوم عاد آباد تھی *

یہ قوم عاد اولی کہلاتی ہی جسکی نسبت قرآن مجید میں کیا گیا ہے ، وانه اهلك عاد الاولی (سورۃ نجم آیت ۵۱) ہمد جسکا ذکر آگے آ رہا وہ عاد ثانی کہلاتا تھا اور ایک قیسرا عاد ہی جو عاد شمس یعنی سبا اکثر کہی اولاد میں ہی اور جسکا بیٹا شدان ہی جو سنہ ۲۰۹۲ ذیہوی میں پیدا ہوا تھا یہاں دونوں قوموں عاد کی حضرت ابراہیم سے پہلے تھیں اور تیسری قوم حضرموت ابراہیم کے زمانہ میں ہمارے منسبوں نے علاوہ ان لغو قصوں کے جو قوم عاد کی نسبت لکھے ہیں ایک اور غلطی یہ کہی ہے کہ ان تینوں قوموں کے واقعات کو گن مت کر دیا ہی *

قوم عاد اولی کا واقعی زمانہ بتلانا نہایت مشکل ہی مگر انگریزی مورخوں نے جو قورمات میں بیان کیئے ہوئے حساب کے زمانے کیئے ہیں اسی حساب کی بنا پر ہم بیان کرتے ہیں کہ سام سنہ ۱۵۵۸ ذیہوی میں پیدا ہوا تھا اور ارفکسد جو آرام کا بھائی ہی سنہ ۱۶۵۸ ذیہوی میں یعنی سو برس بعد پس یہی زمانہ قریبا آرام کی پیدائش کا خیال ہو سکتا ہی اور عاد دو پشت بعد آرام سے ہی پس اگر ساتھ برس نو پشت کے لیئے ہم اضافہ کریں تو ظاہر ہونا ہی کہ عاد سنہ ۱۷۱۸ ذیہوی یعنی اٹھارہویں صدی ذیہوی میں تھا *

ہون چٹکا نام توریبت میں عبیر لکھا ہی وہ بھی اولاد سام بن نوح سے ہیں عبیر کی پیدائش توریبت کے حساب سے سنہ ۱۷۲۳ ذیہوی کی ہی اور اس سے ثابت ہی کہ عاد اور ہون ایک ہی زمانہ میں تھے — اسی صدی میں نمرود نے بابل یا سریا میں بادشاہت قائم کی تھی اور حام پدر مصریم نے مصر میں اور عاد بن عوص نے الاحقاف میں اور عبیر یعنی ہون کے بیٹے یقطان نے یمن اور اہل اطراف میں — حضرموت یقطان کا ایک بیٹا تھا جسکے نام سے یمن کے قریب کا وہ ملک جو اندین اوشن یا بحر عرب کے کفارہ پر ہی

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصَاطَةً

مشہور ہی *

یہ دم عاد اولیٰ کی نہایت قوی اور قدآور تھی جیسیکہ اب بھی بعض لوگوں کے لوگ قوی اور قدآور ہوتے ہیں یہی بات خدا تعالیٰ نے اس قوم ہی نسبت فرمائی ہے کہ “وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصَاطَةً” (سورة اعراف ۶۷) اُنکے قد معمولی دد اور آدمیوں سے زیادہ نہ تھے — نفسہوں میں جو یہ بات لکھی ہے کہ چہرے سے چھوٹا آدمی اُن میں کا ساتھ ذراع کا لمبا تھا اور اوسط آدمی سو ذراع کا لمبا تھا اور لہذا سے لہذا چار سو ذراع کا۔ محض غلط ہی نہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہی نہ اور کسی سند سے — قدیم علماء نے بھی اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے “مَنْهُمْ مَنْ حَمَلَ هَذَا اللَّفْظَ عَلَى الزَّيَادَةِ فِي الْقُوَّةِ وَذَلِكَ لَأَنَّ الْقَوِيَّ مُتَقَارِنَةٌ بِبَعْضِهَا اعْطَامٌ وَبَعْضُهَا اِضْعَافٌ” یعنی بعض وُلّ قوم یسند ان یكون المراد من قوته و زاده في الخلق بسطة كونهم من قبيلة واحدة مشاركين في القوة و اشدة العجالة و كون بعضهم متحابا المبذوبين باعمالهم و زوال العداوة و الخصومة من بينهم فانه تعالى لما خصهم بهذه الانواع من الفضائل و المناقب فقد قرر لهم حصولها فصيح ان يقال وزادكم في الخلق بسطة (تفسیر کبیر)

لوگوں سے زیادہ چہرے چمکے تھے *
سورة النجم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے “الْم تَكْوَفُ
فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ اِرم ذات العماد التي لم يخالط مَثَلُهَا و
البلاء “ *

اس آیت میں بھی اسی قوم عاد اولیٰ کا تذکرہ ہے — ارم عاد کے دادا کا نام ہے جو کہ متعدد قوموں عاد کے نام سے مشہور تھیں جیسیکہ ہم نے اوپر بیان کیا اسی لیے خدا تعالیٰ نے ایک جگہ اس قوم کو عاد اولیٰ کر کے بیان کیا اور اس جگہ اُسکے دادا کے نام سے پس ارم بیان ہی یا بدل ہی لفظ عاد سے یعنی ارم کی اولاد و الاعاد ذات العماد سے بھی اس طرح اُنکا قوی اور قدآور ہونا بتایا ہے جیسیکہ لفظ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بسطة سے بتایا ہے لفظ لم يخالط مَثَلُهَا فِي الْبَلَاءِ سے صاف پایا جاتا ہے کہ عاد سے اُنکے متخالف قد مراد ہیں نہ کہ کسی مکان کے مصنفین ستون — چنانچہ اکثر تفسیروں میں اور نیز تفسیر کبیر میں

اور زیادہ قریبی ہو کر لکھا نمکو پودا پیش میں

جیسا کہ حاشیہ پر منقول ہے اسی کے مطابق علماء و

مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اسکے سوا اور قول بھی
ہیں جن میں غلطی سے ارم کو شہر کا نام سمجھا ہے اور
ذات العار سے عمارات و عمارتوں کو لیا ہے اور ہمہ منحص
غلط ہے اس لئے کہ قوم تان اولیٰ ریگستان میں رہتی تھی
اور اُنکی کوئی تالہ نشان عمارتوں نہ تھیں۔ بعض عالمین نے
غلطی پر غلطی یہ کہی ہے کہ ارم کو باغ تصور کیا ہے اور
لکھا ہے کہ اس کے پاس شدان نے بغایا تھا مگر یہ کہ منحص
نارواہیت سے لکھا ہے شدان کے باپ کا نام بھی عار ہے مگر
وہ اُس زمانہ میں نہ تھا اور نہ اُس نے کوئی ایسا باغ

اما ارم فهو اسم لجد هان
فی السمران منه فی هذه الآية اموال
احدها ان المتقدمین من قبيلة
هان كانوا یسمون بهان الا ان
فلذاک یسمون بهان تسمیة لهم
باسم جدهم (نفسہ کبیر)
فی قوله ارم وجہان وذلك لان
ان جعلناه اسم القبيلة کان قوله
ایم عطف بهان لعمان واذا
بانهم عاه الاولى التسمية
(نفسہ کبیر)

جیسا کہ مفسر بیان کرتے ہیں بغایا تھا *

میں مفسرین کی یہ رائے ہے کہ قوم ارم خیموں میں رہتی تھی اور خیموں میں
ضرور ہے کہ عمان یعنی اسنادے میں جن پر خیمے کھڑے ہوتے ہیں اور عمد کی جمع عمد
آئی ہے مگر اس رائے سے یہ الفاظ قرآن مجید کے کہ لم یخلق منلہا فی الدان مساعد
نہیں کرتے ورنہ فاسطو نے ایک تاریخانہ جغرافیہ عرب کا لکھا ہے اور اُس میں نویری کے
تاریخانہ جغرافیہ سے بعض حالات نقل کئے ہیں سنہ ۶۶۰ عیسوی او سنہ ۱۸۷۰ عیسوی کے
درمیان یعنی مطابق سنہ ۲۰۰ و سنہ ۵۰ ہجری کے معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد حکومت
میں عبدالرحمن یمن کا حاکم تھا اُس نے چند کتبہ قدیم زمانہ کے یمن و حضرموت کے
نواح کے کھنڈرات میں پائے تھے اور پڑھے گئے تھے اور لوگوں نے خہال کیا تھا کہ یہ کتبہ قوم
عار کے زمانہ کے ہیں۔ اُنکا عربی ترجمہ نویری کے جغرافیہ میں مندرج ہے اُن میں سے
چند کتبوں کے ترجموں کو اُس کتاب سے ہم اس مقام پر لکھتے ہیں *

ترجمہ کتبہ اول مندرجہ جغرافیہ نویری

غنا زمانا فی عراصة فا القصر * بعوض غمر ضک ولا نزر
یفوض علینا البکر بالمد زاجرا * فائم—ار نا مہزعة یجور
خلل نخهل باسقام نوا طرھا * نفق بـالقسمب المجزع والممر
نصطاد صود البر بالنخل و القنا * و طورانصید الذون من لبحج البھر

فانكروا الاء الله

د فرقل فى الحز المرقم تارة * وفي القزاحيانا وفي الحطل الحضر
 دلهما ملوك يهدون عن التلخا * شديد علي اهل الضيانه والغدر
 يتهم لنا من دين هود شرايعا * وثو من الايات والبعث والنشر
 اذا ماعدو حل ارضا يويدنا * برزنا جميعا بالمتشفة السمر
 نتصامي على اولادنا و نساينا * على الشهب والكميق المنيق والشعر
 سارج من يبغي علينا ويعندي * باسما لنا حتى يولون بالديو

سوم — ترجمه كتيبه مندرجه جغرافيه نويزي

ههنا بهذا القصر دهره فلم يكن * لنا همه الا البلد ذو القطف
 تروح علينا كل يوم ههده * من الال يعيش في معاطنا الطرف
 واضعاف تلك الال شاء كانها * من التحسن ارام او البقر القطف
 فعشنا بهن القصر سبعة احسب * باطيب عيش جل عن ذكره الوصف
 فحجأت مانون مسجد بات قوا حل * اذا ما مضى عُم اتى اخر يقفو
 فظلنا كان لم نغن في التذير لمحة * فماتوا ولما يبتى خف ولا ظلف
 كذلك من لم يشكر الله لم يزل * معالمة من بعد ساحتة تعفو

سوم — كتيبه مندرجه كتاب ابن هشام

قال ابن هشام حفر السيل عن قبر باليمن فيه امرأة في عنقها سبع مختانق من بر
 وفي يديها ورجليها من الاسورة والخل خل والدسالمج سبعة سبعة وفي كل اصبع خاتم فيه
 جوهرة مئمة و عذراسها تابوت ملو مالا ولوح فيه مكتوب *

باسمك اللهم الله حيور

انا تاجة بملت دي شفر بعثت مايرنا الى يوسف

فابطا علينا فبعثت لادتي * بمد من ورق لتايفى بمد من طهون
 فلم تجده فبعثت بمد من ذهب * فلم تجده فبعثت بمد من بحري
 فلم تجده فامرت به فطحن * فلم انتفع به فاذنلت
 فمن سمع بي فلهو حمفي * واية امرأة لبست حلما من حلبي

فلا ماتت الا موتتي

پھر بادِ کور اللہ کی نعمتوں کو

سنہ ۸۳۳ ع میں سرکارِ انگریزی نے یمن کی دیوباش کے اٹنے کی وجہ سے افسر بھیجے انہوں نے حضر موت میں جو سمندر کے کنارہ پر ہی ایک پہاڑ پر ایک قلعہ کے کھنڈرات معلوم کئے اور ان کھنڈرات میں پتھر پر کھدے ہوئے کتبے دیکھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ قلعہ حصنِ غراب کے نام سے مشہور ہے (طولی بلد ۲۸ درجہ ۳۰ دقیقہ اور عرض بلد ۱۳ درجہ) وہاں ایک اونچی جگہ پر ایک کتبہ ملا پڑے حروف میں پتھر پر کھدایا ہوا جو حرف کہ کوئی حروف سے بھی بہت پہلے کے ہیں۔ اور اُس سے کمقدر نیچے ایک آڑ کتبہ پایا اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک آڑ چوٹہ سا کتبہ ملا علاوہ اسکے حصنِ غراب سے پچاس میل کے فاصلہ پر اور کھنڈرات ملے نمب النعبر کے نام سے اور اُس کے دروازہ پر ایک کتبہ ملا ان کتبوں کی بعینہ نقل کر لی گئی *

ان کتبوں کی تحقیقات ہوتی رہی جب وہ پڑھے گئے تو معلوم ہوا کہ نوبی کے جغرافیہ میں جو کتبہ ہے وہ ترجمہ ہے حصنِ غراب کے بڑے کتبہ کا چنانچہ اصلی کتبہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا جسکا اُردو ترجمہ ہم اس مقام پر لکھتے ہیں *

ترجمہ حصنِ غراب کے بڑے کتبہ کا

ہم رہتے تھے رہتے ہوئے مدت سے عیش و عشرت میں زمانہ میں اُس وسیع ساحل کے ہماری حالت بری تھی مصیبت اور بدبختی سے بہتا تھا ہمارے تنگ راستہ میں *
سمندر زبر سے لہراتا ہوا اور غصہ سے ٹکراتا ہوا ہمارے قلعہ سے — ہمارے چشمہ بہتے تھے گنگناتی ہوئی آواز سے گرتے تھے *

کھجور کے بلند درختوں سے اوپر جانکے رکوالے کثرت سے بکھیرتے تھے خشک کھجور (یعنی اُنکی گتھلیاں) ہماری گتھلی کی کھجور کی زمیں میں وہ اپنے ہاتھ سے پھیلانے تھے سوکھے چانول (یعنی بوتے تھے) *

ہم شکار کرتے تھے پہاڑی بکروں کو اور نیز خروگوش کے بچوں کو پہاڑوں رسوں اور سرکندوں سے بہاناکو بلاتے تھے جھگڑتی ہوئی مچھلیوں کو *
ہم چلنے تھے آہستہ مغرور چال سے پہنے ہوئے سوئی کا کام کوئے ہوئے مختلف رنگ کے ریشمی کپڑے بالکل ریشم کے کاہی سبز رنگ کی چار خانہ دار پوشاک *
ہمہر حکومت کرتے تھے بادشاہ جو بہت دور تھے ذلت سے اور سخت سزا دینے والے تھے بدکار اور ملکر آدمیوں کے اور انہوں نے لکھی ہمارے واسطے مطابق اصول ہون کے *



لَعَنَکُمْ تَفْلَحُونَ

عمدہ قلم ایک کتاب میں محفوظ رہنے کے لئے اور ہم یقین کرتے تھے معجزہ کے بہت
میں مردوں کے بہت میں اور ناک کے سوراخ کے بہت میں *
ایک حملہ کیا لہجوں نے اور ہم کو ایذا پہنچتے ہم اور ہمارے فیاض نوجوان جمع
ہوئے سوار ہو کر چلے * سخت اور تیز نیکدار بوجھوں کے آگے کو چھلانے ہوئے *
* غرور بہادر حمایتی ہمارے خاندانوں اور ہماری بیویوں کے لئے ہوئے تھے بی سے گھروں
پر سوار جنگی لہجی گردنوں تھیں اور جو سمند اور لہو رنگ اور سرنگ تھے *
ہم اپنی ناداروں سے زخمی کرتے ہوئے اور چھوٹے ہوئے اپنے دشمنوں کو یہاں تک کہ
دھوا کر کے ہم نے بیج کیا اور کچل ڈالا ان ذلیل آدمیوں کو *
نہرہ * اُس کتبہ کا جو اُس کتبہ کے نیچے کھدا ہوا ہی

علاحدہ حصوں میں تقسیم کیا گیا اور لکھا گیا سجدہ ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کی طرف
اور نعلیہ لہجے ہوئے یہ گھٹ فتح کا سرش اور وزرغا نے عرص نے چھوٹ ڈالا (یعنی زخمی
آویزا) اور تعقب کیا بنی عک کا اور اُنکے چہروں کو سہاوی سے بہر دیا *

ترجمہ چھوٹے کتبہ کا جو ہاتھ کی چوٹی پر تھی

دشمن کی سی سرعت سے گناہگار آدمیوں پر *
ہم نے حملہ کیا آگے کو دہرا کر اپنی گھوڑوں کو اُنکے پانوں کے نیچے روند ڈالا *

ترجمہ کتبہ کا جو نقب الصخر کے دروازہ پر تھی

رہتے تھے اس محل میں اب (ابو) منطرب اور بھٹکے جبکہ یہہ ابتدا میں تیار ہوا
رہتے تھے اس میں خوشی سے فرزندانہ اطاعت کے ساتھ نواس اور ونیا حاکم اسی حزبک
مالک محل کا جس نے فیاضی سے بنایا کاروان سرائے اور کنواں اُسے نوو بنایا عبادت
خانہ فرارہ اور قلاب اور بنایا زمانہ اپنے عہد میں *

ریوند فاسٹر نے اس بڑے کتبہ کے نیچے جو کتبہ ہی اُس میں عک کا نام دیکھ کر اس
کتبہ کا زمانہ قرار دینے پر توجہ کی اور تھا کہ عک بیتا تھا عدنان کا اور مسلمانوں کی
حدیث کے مطابق جو ام سلمہ سے منقول ہی عدنان حضرت اسمعیل کی چوتھی پشت میں
تھا پس اس حساب سے کہ ایک پشت کا زمانہ تقریباً ۲۰ برس لگایا جارے تو عک یعقوب کی
زندگی کے اُس زمانہ میں ہوگا جبکہ یوسف بھی موجود تھے اور قریب پچاس برس کے
قبل آمدن کے جبکہ مصر اور اُس کے قریب و جوار کے ملکوں میں قحط ہوا تھا *

تاکہ تم شیعہ بلاؤ

رہنورد فاسٹر لکھتے ہیں کہ ہوسٹ کی تاریخ سے "کو" عازم ہوا ہی کہ اُس زمانہ میں اسمعیل کی اولاد مختلف قوموں اور قوموں میں منقسم ہو کر پھیل گئی تھی — اور نوری کے جغرافیہ میں جو دوسرا کتابہ ہی اُس سے قندھار کا حال معلوم ہوتا ہے جس میں وہ قوم تباہ ہو گئی۔ ان وجوہ سے وہ اُن قوموں کو یعقوب دینہ السلام کے زمانہ کا قرار دیتے ہیں *

جبکہ رہنورد فاسٹر نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ کتابہ قوم عاد کے ہیں جسکا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اُنہیں نے حضرت یعقوب کے زمانہ کے مطابق قرار دیا تو اب وہ قرآن مجید پر گویا دو اعتراض کرتے ہیں ایک یہ کہ قوم عاد کا نوح کی قوم کے بعد ہونا چاہئے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "ان جعلناکم خلائف من بعد نوح" صحیح نہیں ہے — دوسرے یہ کہ کعبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایسے دانشاہوں کے فرائض پر عمل کرتے تھے اور حضرت ہون کا اُن لوگوں میں چلنا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "والی عاد اخا ہم ہونا" ثابت نہیں ہوتا *

مگر یہ دونوں اعتراض جیسے عجیب ہیں ویسے غلط بھی ہیں — اول یہ کہ قوم عاد اولی جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یمن یا حضر موت میں نہیں بسنی تھی — یمن و حضر موت و حبیلہ میں خد حضرت ہون کی اولاد بسنی تھی اور حضر موت اور حبیلہ اور سدا جنکے نام سے اب تک وہ مقامات مشہور ہیں حضرت ہون کے پوتے تھے — اور یقطان ابن تھبہ یعنی ہون وہاں جا کر بسے تھے پس اُنہوں نے جو ان قوموں کو ان کی قوم کے کتبہ قرار دیا ہے یہ منہض غلطی ہے *

دوسرے یہ کہ حوز زمانہ ان کتبہ کا رہنورد فاسٹر نے قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے — ام سلمہ کی روایت جسکی دفا و رہنورد فاسٹر نے عدنان کو حضرت اسمعیل کی حوتہی پشت میں قرار دیا ہے وہ روایت غلط اور منہض نا معتبر ہے سند بھی صحیح نسب نامہ کے بموجب جو برخیا کاتب وحی از میا نہیں نے لکھا ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) اُسکے مطابق عدنان باپ معد و عک کا اکملوسوس پشت میں حضرت ابراہیم سے قبل حضرت ابراہیم بموجب حساب مندرجہ تویت کے سنہ ۲۰۰۸ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے پس جو حساب نسلوں کے پیدا ہونیکا ہی اُس حساب سے عک قریبا سنہ ۳۲۰۰ دنیوی میں ہوگا یعنی چودہ سو برس بعد حضرت ابراہیم کے اور کتبہ میں عک پر فتح یابی نہیں لکھی ہے بلکہ بنی عک پر لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عک کی بنی کئی پشت

قَالُوا أَجِئْنَا لِنُعْبِدَ اللَّهَ وَحْدَهُ

کے بعد کا ہی *

نوبیری کے دوسرے کتبہ کو جس میں قحط کا ذکر ہی مستقر فاسٹر پہلے کتبہ کا تتمہ سمجھتے ہیں تاکہ پہلے کتبہ کو ہی یعقوب و یوسف کے زمانہ کا قرار دیں — مگر وہ اصلی کتبہ دستخط نہیں ہوا اور یہ معلوم ہی کہ وہ کہاں تھا نہ یہ معلوم ہی کہ کس خط میں تھا پس کوئی دلیل نہیں ہی کہ نوبیری کے پہلے و دوسرے کتبہ کو ایک زمانہ کا قرار دیا جاوے *

نچھہ عجب نہیں کہ یہ کتبہ قوم حمیر کے ہوں جس میں سلاطین نمدار اور داوار گذرے ہوں یقطان ابن عیوب یا ابن ہون یمن میں آواں ہوا اُسکا بیٹا سجا تھا اور سجا کا بیٹا حمیر اُسکی اولاد میں بڑے بڑے بادشاہ گذرے ہیں زر اُسکی اولاد کی سکونت حضر موت میں تھی جو اُسکے ایک بیٹے کے نام سے مشہور ہی پس یہ کتبہ قوم حمیر کے ہوسکتے ہیں نہ قوم عاد کے — اسکی تائید اُس کتبہ سے ہوتی ہی جسکا ذکر ابن ہشام نے کیا ہی جو اطراف یمن کی ایک ذہر میں سے نکلا ہی کہونکہ اُسکے شروع میں لکھا ہی "باسمک اللہم اللہ حمیر" اور یہ ایک ایسا ثبوت ہی جس سے قوم حمیر کے کتبہ ہونے سے انکار ہی نہیں ہوسکا *

حصن غراب کے چھوٹے کتبہ میں بلاشبہ باقی ایک پر فتح دانے کا ذکر ہی ایک جو حضرت اسمعیل کی اولاد میں سے تھا اور جنکا مسکن حجاز میں تھا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکی اولاد یعنی بنی عک نے کسی زمانہ میں یمن پر یا حضر موت پر حاکم کیا ہوگا زمانہ کے حساب سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوا جس زمانہ میں کہ بنی نصر نے مصر اور عرب پر حملے کیئے تھے اُس حملہ میں بنی عک کو شکست ہوئی ہوگی جسکا ذکر اس کتبہ میں ہی *

حصن غراب کے بڑے کتبہ سے جو اب بھی موجود ہی نہایت استحکام سے تو ان مجید کے اس تاریخی واقعہ کا ثبوت ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ نے عرب میں ہون پیمبر کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا اور بعث و نشو کے عقاید اس میں نے تعالیم کوئے تھے اور جو نہ قوم حمیر اور تمام بادشاہان یمن حضرت ہرن کی اولاد میں سے اُن کے بادشاہوں نے اُن تمام عقاید کو جو حضرت ہون نے تعالیم کوئے تھے اپنی کتابوں میں لکھے تھے جیسے وہ یقین کرتے تھے سکو افسوس ہی کہ اُن تمام عقاید کے ساتھ آخر کو اُن لوگوں میں بت پرستی بھی

وَنَذَرُ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

کرتی تھیں۔ تین بت تھے جلاکو وہ بوجھتے تھے حضرت ہوں نے
 اُن کو بت پرستی سے منع کیا اور کہا کہ سوائے خدا کے
 اور کسی کی عبادت مت کرو مجھ کو خوف ہی تم پر کسی
 دن سخت عذاب آویگا -- اُن لوگوں نے کہا کہ کیا تم اس
 لیئے آئے ہو کہ ہم رے خداؤں سے ہم کو چھڑا دو اور جس
 عذاب سے تم ڈراتے ہو اُس کو لڑا کر تم سچے ہو حضرت ہوں
 نے کہا کہ اِسکا علم تو خدا کو ہی مہوں تو خدا کا پیغام تم
 تک پہنچا دیتا ہوں -- ایک دن اُنہوں نے دیکھا کہ اُن
 کے رہنما کھٹکے کچھ گھٹا سی چلی آتی ہی اُنہوں نے
 حیران کیا کہ بادل ہی جو خوب برسے گا مگر وہ نہایت
 سخت آندھی تھی جس نے سب چھڑ کو اوکھڑ کر
 دیا *
 ۱۱۱

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الْإِذَاةَ الَّتِي لَا تَنفَعُكُمْ فِي شَيْءٍ وَتَضُرُّكُمْ كَثِيرًا ۚ أَلَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۚ

من الصادقين — قال إنما العلم عذائهم بالعلم أرسلت به ولكني أراكم قوماً تجهلون — فلما رأوه عابواهم مسخفيل أوديتهم قالوا هذا عارض ممطرنا هو ما استعبدنكم به ريح فيها عذاب لهم — تدمر كل شيء ببارد فيها فاصبحوا لا يدين إلا مسألهم كذلك سترني أقوم الصّورين — ٣٧ سورة احزاب ٢٢ — وفي عاك ان أرسلنا عليهم الريح العقيم — مائدة من شيء أنت عليه فجعلناك بالبر ٥١ سورة ذاريات ٣١ و ٣٢ — وأنه الملك عاك الولي ٥٣ سورة النجم ٥١ —

یہ تو قصہ قوم عاد کے عذاب کا ہی مگر جو بحث کہ اس واقعہ پر اور مثل اس کے دیگر واقعات ارضی و سماوی پر ہو سکتی ہیں جنکو قرآن مجید میں کسی قوم کی معصیت کے سبب سے اُس واقعہ کا بطور عذاب نے اُس قوم پر نازل ہونا بیان ہوا ہے غور طلب ہے آندھی اور طوفان — پہاڑوں کی آتش فشانی اُن سے ملکوں کا اور قوموں کا برباد ہونا زمین کا دھنس جانا قحط کا ہونا کسی قسم کے حشرات کا زمینوں میں پنی میں ہوا میں پودا ہر جاننا کسی قسم کے وباؤں کا آنا اور قوموں کا ہلاک ہونا سب اُمور طبعی ہیں جو اُن کے اسباب جمع ہوجانے پر موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے رہتے ہیں انسانوں کے گہکار ہولے یا نہولے سے فی الواقع اُسکو کچھ تعلق نہیں ہے اگرچہ تربیت میں اور دیگر صحف انبیاء میں اس قسم کے ارضی و سماوی واقعات کا سبب انسانوں کے گناہ قرار دیئے ہیں جو مثل ایک پوشوہ دھند کے سمجھ سے خارج ہے اُس سے ہنکو اس مقام پر بحث نہیں ہے مگر قرآن مجید میں یہی ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بلاشبہ تعجب سے خالی نہیں •

اس قسم کے شبہی بلا شبہ انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ شبہات بے شک اصلی ہوتے ہیں کیونکہ حرائک ارضی و سماوی حسب قانون قدرت واقع ہوتے ہیں ان کو

لو کہیں ہوں جو پوچھا کرتے تھے ہمارے پاس

انسانوں کے گناہوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور نہ انسانوں کے گناہ ان حوادث کے وقوع کا باعث ہوتے ہیں مگر ان شہادت کے پیدا ہونے کا منشاء یہ ہے کہ لوگ حقیقت نبوت اور اس کی غایت کے سمجھنے میں پہلے غلطی کرتے ہیں اور پھر اس غلطی کی بنا پر اس شبہ کو قائم کرتے ہیں — نبوت ہمیشہ فطرت کے تابع ہوتی ہے اس کا مقصد حقایق بشہاد کو علی ماہی علیہ یذہن کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی غایت تہذیب نفس ہوتی ہے پس جو امور کہ کسی قوم میں یا انسانوں کے خیال میں ایسے پائے جاتے ہیں جو مرید تہذیب نفس کے ہوں گو وہ مطابقت حقایق اشہاد علی ماہی شامہ کے نہیں تو انبیاء ان سے کچھ تعرض نہیں کرتے بلکہ وہ اسکو بالاحضاز اس بات کے کہ وہ مطابق حقیقت اشہاد علی ماہی علیہ کے ہی یا نہیں بطور ایک امر مسلمہ متخاصب کے تسلیم کر لے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی جیسیکہ ایک شخص بحث کرنے والا اپنے مخالف کے امر مسلمہ کو باوجودیکہ وہ اس کو صحیح نہ جانتا ہو تسلیم کر کے مخالف ہی کے امر مسلمہ سے مخالف کو ساکت کرنا چاہے پس ایسے مواقع پر یہ سمجھنا کہ جو کچھ انبیاء نے تسلیم کیا یا اسکو اپنے مقصد کے لئے کام میں لائے اسیکہ مطابق حقایق اشہاد بھی ہیں یہ غلطی ہے اور یہی غلطی باعث اس قسم کے شہادت کے پیدا ہونے کی ہوتی ہے — مثلاً لوگ یقین کرتے تھے کہ خدا نے چہ دن میں زمین و آسمان و تمام کائنات پیدا کی ہے — اب ایک پیغمبر اس قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ جس نے چہ دن میں آسمان و زمین پیدا کیئے اسکی عہدت کرو پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس پیغمبر کا بیان نسبت چہ دن میں آسمان و زمین کی پیداوار کے بطور بیان حقیقت اشہاد علی ماہی علیہ کے ہی سخت غلطی ہے کہ وہ اس پیغمبر نے اس قوم کے امر مسلمہ ہی کو تسلیم کر کے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے کے استحقاق عبادت کو ثابت کیا ہے *

انسان کی ابتدائی حالت کی فلسفی پر غور کرنے سے جو وحشی قوموں کی حالت یا وحشی زمانہ سے شروع ہوتے ہی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح انسان کے نامیں اپنے سے زیادہ قوی و زہر دست اشہاد کو اپنے گرد دیکھ کر کسی وجود قوی کا جسکو انہوں نے خدا تسلیم کیا خیال آیا ہے اسکی ساتھ ساتھ اس کے خوش رکھنے کے لئے اسکی عبادت کا بھی خیال ہوا ہے اور اسکی ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہوا ہے کہ دنیا میں جو مصائب آتی ہیں وہ اس کی خفگی کے اور انجانوں کے افعال سے ناراض ہوجانے کے سبب آتی ہیں پس یہ خیال

فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۶۸﴾

کہ تمام ادب اُردی و سماوی انسانوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہیں ایک ایسا خیال تھا جو تمام انسانوں کے دلوں میں بکھرا ہوا تھا اور اس زمانہ میں بھی جاہل قوموں کے دلوں میں ویسی ہی مضبوطی سے جما ہوا ہے۔ یہ خیال خرافہ و حقیقت اشیاء علی ماہی علیہ کے مطابق ہو جاوے ایک ایسا خیال ہے جو تہذیب نفس انسانی کا نہایت مرید ہے اور بموجب اُس ۱۔۱۱ فطرت کے جس کے تابع اقدیم عالم السلام ہوتے ہیں اُنکو ضرور تھا کہ اُس (مر مسلمہ) تسلیم کر کے لوگوں کو تہذیب نفس کی ہدایت کریں۔ پس قرآن مجید کے اس قسم کے کلمات تو حن میں حوادث اُردی و سماوی کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کیا ہو، یہ سمجھنا کہ وہ ایک حقیقت اشیاء علی ماہی علیہ کا بیان ہی اُن سمجھنے والوں کی سطحی ہی نہ قرآن مجید کی *

یہ اصول جو مہرے بیان کیا ایک ایسا اصول ہے کہ اگر وہ ذہن میں رکھا جائے تو بہت سے مسائل۔ قرآن مجید کی اصلی حقیقت منکشف ہوتی ہے مگر یہ اصول ایسا نہیں ہے جسہ میں نے ابتداء کیا ہو اور نبوت کو ماتحت فطرت قرار دیا ہو بلکہ اور محققین علماء کی یہی راے ہے جسکا بیان بہت مختصر طور پر، ”سۃ ایام“ کے بیان میں گدرا ہے مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الہیہ میں اس اصول کو زیادہ تر وضاحت سے بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ اسکی نسبت لکھا ہے اُسکا مطلب بالکل اُسکے مطابق ہی جو میں نے بیان کیا گو نہ دین کے طرز ان اور طریق تعزیر اپنی اپنی طور پر حد اگلہ مذاق سے ہو *

شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ، ”یہ بات جان لینا چاہئے کہ نبوت و فطرت کے ماتحت ہی جیسا کہ انسان کے کبھی دل میں بہت سے علوم اور دین حمک رہتے جتنی دور اور اُنہی پر مبنی ہوتی ہیں وہ چیزیں جو اُسپر اُسکے رویا میں فائز ہوتی ہیں پھر وہ اُن چیزوں کی صورتوں کو دیکھتا ہے جسکو اُس نے پیدا کیا ہے نہ اُسکے سوا اور کسکو ایسے ہی ہر ایک ق م اور اقلیم کی ایک فطرت ہی جسپر اُنکی سب باتوں پیدا کی گئی ہیں جسے جانور کے ذہن کر لے تو برا جاننا اور عالم کو قدیم کہنا یہ ایک فطرت ہی

اعلم ان الذیۃ من تحت النطرة
كما ان الانسان قد يدخل فی
ضمیم قلبہ و جدر نفسہ عام
وادر اکلت علیہا مدنی مایض
علیہ من رویا وروی الامور
مشبحة بما اختارہ دون غورها
کذلک کل قوم و اقلیم لهم فطرة
اصطروا علیہا وورہم بلہا کاسمقاج

تو ہمارے پاس نہ آجس سے تو ہمکو دھمکی دیتا ہی اگر تو ہی سچوں میں سے (۱۱)

کہ فطرت ہلوان کی اُسپر ہی اور ذبیح جانور کو جائز ماننا اور عالم کو حادث کہنا فطرت ہی جسپر بنی سلام یعنی عرب اور فارس مخلوق ہوئے ہیں نبی جو آیا کرتا ہی وہ اُنکے علیم اور اعتقادات اور اعمال میں شامل کیا کرتا ہی جو اُن میں سے موافق تہذیب نفس کے ہوتا ہی اُسکو ثابت رکھا ہی اور اُسکو وہ ہی، اہ چلا ہی اور جو کہ تہذیب نفس کے خلاف ہو اُس سے منع کرتا ہی اور کبھی کبھی اختلاف ہو جانا ہی بوجہ اختلاف فیض الہی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہی بوجہ معاملہ متوجہ ہونے مجوس کے قواہ فلک کی جانب او متوجہ ہونے حفاہ کے ملاہ اعلیٰ کہ بجانب اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہی بعثت نبی کے عام ہوئے اور خاتم النبیین کے بیان میں بخلاف اور نبیوں کے پس نبوت اُس فطرت کا درست اور راستہ کرنا ہی ار اُسکو درست کرنا جسقدر اُسکا عمدہ تر ہون ممکن ہی خواہ وہ شی موم ہو خواہ گارا فطرت مذہب کے لئے بمنزلہ مادہ کے ہی مثل موم اور گوند ہی۔ تہی نے پس تعجب نہ کرنا چاہئے اختلاف احوال انہما سے اور اُنکے اُس اختلاف سے جو اُن امور سے متعلق ہیں جو بمنزلہ مادہ کے ہی پس اصل نبوت تہذیب نفس کی ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتقاد سے اور اُسکی طرف متوجہ ہونے سے اور اُن امور کے کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دنیا اور آخرت میں بچاؤے ہوئی کا بدلا پہلے زمانہ میں اس پر موقوف نہ تھا کہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو جانوں اور فرشتوں کو جانیں اور پہلے زمانہ میں اس پر موقوف ہی کہ اللہ پر ایمان لاریں اور اُسکی صفات تعظیم پر اور فرشتوں پر اور اُسکی کتابوں پر اور اُسکے سب رسولوں پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان

الذبیح والقبل بالقدم فطرة
الہیون علیہا وحوار الذبیح والقول
بحدوث العلم فطرة فطر علیہا
بلوسام۔ العرب، الفارس فانما
یجئونی لئلی یتامل فہما عندہم
من الاعتقاد العمل فما کان موافقا
لتہذیب النفس ینبغی لہ مویر شدہم
اللہ وکان یخالف تہذیب
النفس فامہ ینہاہم عنہ وقد
یحتصل من اختلاف من قبل
اختلاف نزول التجون کما ذکرنا
فی ترجمہ المجوس الی القوی
القلدیة ووجه التحفہ الی اللہ
الا علی لاغیر و۔ ذکرنا فی عموم
بعثۃ النبی وختامہ کہ بخلاف
سائر النبوۃ فالنبرۃ سویذ وتہذیبہ
وجعلہ کاحسن ما ینبغی سواء کان
ذاک الشی شمعاً وادیاناً والنطۃ
والماۃ بمنزلۃ المادۃ کا شمع
والطوفان فلا تعجب باختلاف
احوال الانبیاء علیہم السلام و
اختلاف اور ہم عما یتعلق بالمادۃ
فاصل النبوۃ تہذیب النفس
ماعقد تعظم اللہ والرجہ الیہ و
کسب ما ینبغی من عذاب اللہ فی
الدنیا والآخرۃ واما مجازاة السیئۃ
ففی الدورۃ الاولى کان لا یتوقف
علی معرفۃ البعث بعد الموت
ولا الملکۃ و فی الدورۃ الاخری
توقف علی ایمان باللہ بلصفات
تعظیمیۃ و۔ لانکہ وکتبہ ورسلہ

قَالِ قَدْ رَقِعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضِبَ أَتَّعِدُ لَوْ فَنِي
 فِي آسَاءِ سَمِيعَتِهَا أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مَا نَزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سَاطِنٍ
 فَاقْظَرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ﴿٦٩﴾ فَانْجِنِ وَالَّذِينَ مَعَكَ
 بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطِّعْنَا أَوْدَانَ الَّذِينَ كَذَبُوا بَايَعَنَا وَمَا كَانُوا
 مُؤْمِنِينَ ﴿٧٠﴾ وَالَّذِي ثَمُودُ أَخَاتِمَ صَالِحًا قَالَ يَقُومُ أَعْبُدُوا اللَّهَ
 مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ عُيُورَةٍ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ

والایمان بالبعث بعد الموت اما
 مسئلہ قدم العالم وحدوثه ومسئلہ
 التماسخ ومسئلہ تحسیر الذبح
 وحله ومسئلہ الصفات اللہ الہی
 من التجدد والنقل والصفات
 المتحدثة كالروية والنزول والارادة
 المتجددة والبداء وهو ذلك
 فائها كلها من الفطرة والمادة
 ليست ببحت عن ذلك بالاصالة
 (نفہمات)

عالمی دماغی اور بلا خوف اور مہ لایم کے شاع صاحب نے فرمایا ہی *

قوم ثمود

ثمود جسکے نام سے قوم ثمود مشہور ہوئی جثر بن آرام بن سام بن نوح کا بیٹا ہی - اور
 تان اولی اور ہون کا ہم عصر ہی حضرت صالح بنعبدالاسکی چھٹی پشت میں ہیں اور
 اسلمیئے زمانہ حضرت صالح کا اخیر اٹھویں یا شروع بیسویں صدی قبلہاری میں اور قریباً
 سو ہمس پیشتر حضرت ابراہیم سے پایا جاتا ہی *

هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُّوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

بِسُورَةٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ آيِمٍ ﴿٤١﴾

کوئی نشانی لڑو - حضرت صالح نے کہا کہ تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس ہے آئی ہی - یہہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیٹے نشانی ہی اُسکو چھوڑو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرتی ہے - باقی رہا پانی ایک دن اُسکو پی لینے دیا کرو اور ایک دن تم ہی لیا کرو اور اُسکو کچھ مرائی مت پھونچاؤ نہیں تو تمکو دکھ دینے والا عذاب پکڑے گا - وہ لوگ اُس اونٹنی سے تنگ آگئے انہوں نے اُسکو ذبح کر ڈالا یا اُسکی ٹونچیں کاٹ دیں کہ مرگئی - حضرت ہود نے کہا کہ تم توں دن اپنی جگہ میں چوڑا کر۔ عذاب آئیگا وعدہ نہیں ٹالے گا اُسکے بعد اُن پر یہہ خدا کا عذاب پڑا کہ بڑی گڑ گڑاہٹ سے اور حد سے زیادہ بھونچال آیا اور وہ اپنے رہنے کی جگہ میں گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے *

قرآن مجید میں تو یہہ حصہ اسقدر ہی مگر ہمارے مفسرین نے اس قصہ کو ایک تودہ طوفان بندیا ہی جسکے لیٹے کوئی معجزہ سند بھی نہیں ہی - انہوں نے قرآن مجید کے ان لفظوں کو کہ "فَأْتِ بَايَةَ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ" اور ان لفظوں کو کہ "تَدْجَانُكَمُ بَايَةَ مِنْ بَيْنِهِمْ" دیکھ کر یہہ تصور کیا کہ وہ اونٹنی کسی عجیب و معجز طریقہ سے پیدا ہوئی ہوگی - کچھ عجب نہیں کہ پہلے سے عرب میں اُس اونٹنی کی نسبت عجیب باتیں مشہور ہوئی مفسروں نے اُن افواہی باتوں کو قرآن مجید کے اُن الفاظ کے خیال سے سچ سمجھا اور تفسیروں میں لکھ دیا حالانکہ اُسکے لیٹے کوئی معتبر سند نہیں ہی *

وَدُكِّرُوا ادْجَلُكُمْ خَلَفَاءُ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأْنَا فِي الْاَرْضِ تُصْعَقُونَ مِنْ سَهْوَلِهَا قُصُورًا وَتُصْعَقُونَ الْجِبَالُ هَوَاتٍ فَادْكُرُوا اِلَّا اِلَّهِ وَلَا تَعْبُوا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِينَ فَعَقَرُوا الذِّقَّةَ وَعَمُوا عَنِ اسْرَرِهِمْ وَاخَذْنَاهُمُ الرِّجَّةَ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَانِمِينَ (الاعراف)

قال يا قوم ارايتكم ان كنت على بيئته من ربي وانالي منه رحمة فمن انصرفني من الله ان عصيته فما يزيد و نني غير تخسر - ويا قوم هذه ناقة الله لكم آية فذروها تأكل في ارض الله ولا تمسوها بسور فياخذكم عذاب قريب فعقروها فقال تمنعوا في داركم ذئبة ايام ذلك وعد غير مكذوب - فلما جاء امرنا نجينا صالحا والذين امنوا معه برحمة منا ومن خزفي يوسف ان ربك هو القوي العزيز واخذ الذين ظلموا الصلصة فاصبحوا في دارهم جانمين - ٧٠ - ٦٦ - ٧٠

قالوا انما انت من المستعربين ما انت الا بشر مثله فأت بايئة ان كنت من الصادقين - قل هذه ناقة لها شرب ولكم شرب يوم

وَاذْكُرُوا اَنْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَنِي عَادٍ وَبَوَاكُم فِي الْاَرْضِ
تَتَخَذُونَ مِنْ سَهْوَاهَا قُصُورًا وَتَفْتَحُونَ الْجِبَالَ بَيُوتًا
فَاذْكُرُوا اَللّٰهَ وَلَا تَعْتُوا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٢٤﴾

تھی اور پہاڑ پر چلی جاتی تھی یہ رہاں سے اُٹی تھی اور لوگ اُسکا دودھ دھوئے تھے اور
اسقدر کثرت سے دودھ دھوتا تھا کہ تمام قوم نے اُسے مددائے پانی کر کافی ہوتا تھا *
حضرت صالح نے کہا کہ تم سارے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہونے کو ہی کہ تمہاری بہن
اُسکے ہاتھ سے ہوئی اُنہوں نے یہاں بات نہ کر جو لڑکا پیدا ہوا اُسکا مار ڈالا وہاں تک کہ نو
لڑکوں کو مارا جب دسواں لڑکا پیدا ہوا کہا کہ بھئی اب تو ہم نہ رہیں مگر بدبختی سے یہ
وہی لڑکا ہا جسکے ہاتھ سے اُنکی موت ہونے والی تھی *

بہر حال وہ لڑکا بڑا دلچسپ ہوا ماروں میں بھڑھنے لگا ایک دن وہ اپنے یاروں کی مجلس
میں تھا اور سب نے شراب پینے کا ارادہ کیا اور شراب میں پانی ملائے کو پانی چھا کر وہ
دن ارنٹنی کے پانی پینے کا تھا وہ سب پانی پی گئی تھی ایک قطارہ شراب میں ملائے کو
بھی نہیں چھڑا تھا *

اُس جون کو نہایت غصہ آیا وہ پہاڑ میں گیا اور ارنٹنی کو بلایا جب اُٹی تو اُسکو
ذبح کر ڈالا یا کوہچوں کاٹ ڈالوں کہ وہ مرگئی — پھر اُن پر تین دن میں عذاب آیا پہلے
دن سب کے بدن سوخ ہو گئے — دوسرے دن زرد ہو گئے — تیسرے دن کالے ہو گئے — اسپر
بھی نہ مرنے تب بھونچال آیا اور اُسکے سبب سے مر گئے — اس قصہ کا لغو اور مہمل ہونا
خود اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہی مفسرین نے بھی اس قصہ کو اگرچہ لکھا ہی مگر چنداں
اعتبار نہیں کیا بعضوں نے تو ”روی“ کر کر لکھا ہی کہ یہ لفظ خون قہر کے ضعیف اور
بے سہہ ہونے پر دلالت کرتا ہی — صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہی کہ قرآن سے پایا جاتا ہی
کہ اُس ارنٹنی میں کچھ نہ کچھ ایک نشانی تھی مگر یہ
بات کہ وہ کیا نشانی تھی اور کس طرح پر تھی یہاں نہیں
ہوئی مگر اتنی بات معلوم ہی کہ وہ کسی نہ کسی وجہ
سے معجزہ تھی — مگر میں کہتا ہوں کہ جس وجہ سے
صاحب تفسیر کبیر نے اُسکو معجزہ مافوق الفطرت قرار
اعلم ان القرآن قد دل علی ان
نہو ایتہ فاما ذکر انہا کانت ایتہ
من آی الودوہ فہو غہر مذکور
والعلم حاصل بانہا کانت معجزۃ
من وجہ ما لا محالۃ — تفسیر
دہر جلد ۳ صفحہ ۲۶۱

اور یاد کرو جبکہ گھا تمکو جانستہوں ملک کی قوم کے بعد اور ٹھہرایا تمکو زمینوں میں م بنا لائے ہو اُسکے مہدانیوں میں محل اور پہاڑوں کو کہوں کر گھر بنس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور

مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے (۴)

دیا ہی وہ بہت صحیح نہیں ہے *

نہوں کی قوم نے میں کی دوستش اختیار کی تھی اور کئی نسلیں اُنکی بہت پرستی میں گذر گئی تھیں جب حضرت صالح نے اپنے خدائے احد کی پرستش کی ہدایت کی جسکی نہ کوئی صورت ہی نہ شکل ہی نہ اُسکا وجود دکھائی دیتا ہی نہ کوئی اُسکے پاس چاکر اُسکو دیکھ سکتا ہی صرف خول ہی خیال میں وہ ہی در خیال میں ہی پہنچوں رہے چگون مراد حیز و مکان اور شکل و صورت و جہت و مثال ہے تو ایک فطرتی بات تھی کہ ہشتہائی بہت پرست کہتے تھے اگر تم سچے ہو تو اُسکی نشانی لاؤ جسکی نہ یہ ہے وہ اُس بن دیکھے خدا کی دوستش کریں کیونکہ بغیر کسی طاہری وجہ نے اُنکے دلوں کو نشانی نہیں ہوسکتی تھی — انہوں نے ایک اونٹنی کو بطور سائٹ کے چھوڑ دیا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہی اور تمہارے لئے خدا کی نشانی ہے اُسکے کسی قسم کی اذا مت پہنچاؤ اور چرنے پھرنے دو — معارم ہا ہی نہ اس طرح پر جانوروں کے چھوڑنے کی قدیم رسم تھی عرب متعدد طرح پر سائٹ چھوڑتے تھے — اونٹنی جب پانچ بچے جن کو بھی تو اُسکو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور جہاں وہ چرتی چرنے دیتے تھے اور پانی پینے سے نہ ہکاتے تھے — بیماری سے اچھا ہونے یا سفر سے آئے پر یا دس برس خدمت لینے کے بعد اونٹ کو بتوں کے نام پر بطور سائٹ کے چھوڑتے تھے جو بحیرہ اور سائبہ اور حام کے نام سے مشہور ہیں حضرت صالح نے بھی اسطرح اُس اونٹنی کو چھوڑا صرف اتنا فرق تھا کہ کسی بہت یا کسی مختار کو نام پر نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے نام پر چھوڑا *

آیت کے لفظ کے معنی معجزہ نے نہیں ہیں اور اس لئے صنف تفسیر کبیر کا یہ لکھا کہ ،، والہم حاصل بنہا کانت معجزۃ بوجہ ما لا محالة ،، صحیح نہیں ہے — آیت کے معنی نشانی کے ہیں — محمد ابن ابی بکر الرازی نے لغات قرآن میں لکھا ہے کہ الیۃ الملامۃ و منہ قولہ تعالیٰ ، ان الیۃ ملکہ ، و قولہ تعالیٰ ، و جعلنا الابل والنہار الہتوں ، اے علامتوں ، پس آیت کے لفظ یہ قرار دینا کہ وہ اونٹنی یا سائٹنی ایک معجزہ

کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے اُنکو جو اُن لوگوں میں سے ایمان لائے تھے جو کہ دور سمجھے جاتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ اللہ اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم اسو حیر اُسکی ساتھ بھیجا گیا ہے۔

ایمان الئے ہیں ﴿۷﴾

داخل کر دیا۔ اُس کا ایمان بالکل جامع رہا۔ اور مسخروں کو اس کا انہام دیا کیونکہ انہوں نے بھی نور و فکر اور بصیرت کے اس قصہ کو لکھا ہے جو دفعہ الہام کے اور اسی طرح لکھا ہے جس جاسمدا ہوا۔ افسوس ہے کہ ہمارے مسخروں نے ایسے ہی لغو بے معنی دعووں کو قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر کے مسلمانان مستحکمہ اسلام کو شک و اطمینان پیدا ہی اور اُس کے نورِ عام افروز کر لو انہما کے گرد و غبار سے دھونڈلا کر دیا ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے آمین *

جبکہ اُن لوگوں نے اُس سامعین کو مارتالا اور تار و نت پرستی کو پتہ پڑا تو حضوت صالحہ نے فرمایا کہ تم میں سے اور چھوٹے بڑے تم پر خدا کا عذاب ضرور آوے گا۔ اعداد جبر ایسے مقام پر بیان ہوتے ہیں اُن سے وہی عدد مضبوط نہیں ہوتا۔ لہذا ایک زمانہ سرزن ہوتا ہے اس طرح کے نام کے یہہ معنی ہوتے ہیں کہ چند روز تم اور چھوٹے بڑے تم پر عذاب ہونا بدکار انسان کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ میں دس ڈالیا ہوں اور تم نے عیش آرام ہی اور اُس سے اُس کی نعمت عمر مرزا ہوتی ہے اور مقصد یہہ ہوتا ہے کہ سرے کے بعد اس کا حال معلوم ہوا اس اسی طرح حضوت صالحہ نے فرمایا ”تمموا فی دیار کم بلانہ ایام“ *

جو وقت کہ قوم نمون پر آئی وہ شدید بھونچال ہوا لہذا طاعینہ جو بعض آیتوں میں ہے وہ اُس کی شدت اور حد سے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا صبیحہ کا اُس بھونچال کی آواز پر گراسب پر اشارہ دینا ہے اور رجحہ کے معنی بھونچال کے ہیں۔ جبکہ جس طرح عادت اٹل جاتی ہے بھونچال کے آنے سے وہ قوم ثابت ہوئی یعنی اُس کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے بچے بھی رہے۔ قوم نمون کے مکانات پہاڑوں میں تھے اور میدانوں میں بھی تھے میدانوں کے مکانات پر بھونچال سے صدمہ تو ظاہر ہی مگر پہاڑ کے اندر کے مکانات پر بھی زمینیں طرح سے صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ یہہ واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جسکو معتبر یا خلاف قانون قدرت یا مافوق الفطرت تصور کیا جاوے ابھی یہہ واقعہ ہوا ہے کہ اندلس کے علاقہ میں ایک بھونچال کے سبب آٹھ ہزار آدمی مر گئے *

قَالِ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اَنَا بِالَّذِي اَمْنْتُمْ بِهِ كَفَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَعَقَرُوا
 الذَّاقَةَ وَ عَتَوْنَ اَمْرَهُمْ وَ قَالُوا يَصْلِحْ اِنتَظْنَا بِمَا تَعِدُنَا
 اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۵﴾ فَاخَذْتَهُمُ الرِّجْفَ فَاصْبَحُوا
 فِي دَارِهِمْ جَثِيئِينَ ﴿۲۶﴾ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ
 لَقَدْ ابَاغْتُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تَحْسِبُونَ
 النَّصِيحَةَ ﴿۲۷﴾ وَلَوْ طَا اِنْ قَالِ لِقَوْمِهِ اَتَاتُونِ الْفَاحِشَةَ
 مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾ اِنَّكُمْ لَتَاتُونَ الرِّجَالَ
 شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ
 جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرِيْبَتِكُمْ اِنَّهُمْ
 اَفْسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿۳۰﴾ فَانْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ اِلَّا امْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ
 الْغَابِرِينَ ﴿۳۱﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَ اِلَى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا

حضرت لوط کا قصہ سورہ ہود میں زیادہ تفصیل سے ہے اور اُبی مقام پر اُس سے بحث کرنی زیادہ مناسب ہے اسلئے اُس بحث نو سورہ ہود کی تفسیر میں لکھونگے مگر حضرت شعیب کے قصہ کا اس مقام پر بیان کرتے ہیں *

﴿۳۲﴾ (و الی مدین اخاهم شعیبا) — مدین — حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے

دیا اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ بے شک ہم اُس شخص کے جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو
 مفکر ہیں ﴿۴۳﴾ پھر اُنہوں نے اُس اونٹنی کی کوفچوں کاٹ ڈالا اور مافروسانی کی اپنے پروردگار کے
 حکم کی اور کہا کہ اے صالح لے آ ہمارے پلس جو دھسکی تو ہم کو دینا ہی اگر تو ہی رسولوں
 سے ہے ﴿۴۴﴾ پھر پکڑا اُنکو زلزلہ نے پھر صبح نہی اُنہوں نے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے
 ہوئے ﴿۴۵﴾ پھر (صالح) اُن سے پھر گیا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے بھونچا یا تمہارے
 پاس بھگام اپنے پروردگار کا اور خیر خواہی کی تمہارے لئے والہکن تم دوست نہیں جانتے خیر
 خواہی کرنے والوں کو ﴿۴۶﴾ اور (بھینجا ہم نے) لوط کو جسوقت اُس نے کہا اپنی قوم کو کیا
 تم فحش کام کرتے ہو کہ اُسکو دم سے پہلے کسی ایک نے بھی جہانوں کے لوگوں میں سے نہیں
 کیا ﴿۴۷﴾ بے شک تم سرتوں کے پاس آتے ہو شہوت رانی کو عورتوں کے سدا ہاں تم ایک ذمہ
 ہو حد سے گزری ہوئی ﴿۴۸﴾ اور نہ تھا اُن لوگوں کا جواب بجز اس کے کہ اُنہوں نے کہا کہ نکال دو
 اُن کو اپنی بستی سے بے شک وہ آدمی ہیں اپنے تئیں پاک بتانے والے ﴿۴۹﴾ پھر نجات دہی
 ہم نے اُسکو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُسکی عورت کے کہ وہ تھی بچھڑے دھبائے والوں میں ﴿۵۰﴾
 اور برسایا ہم نے اُن پر برسانا پھر دیکھہ کہا ہوا انجام گنہگاروں کا ﴿۵۱﴾ اور (بھینجا ہم نے)
 مدین کے لوگوں کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو

جو قطارواہ کے پیمت سے قریباً سنہ ۲۱۵۱ء دنیاوی کے پیدا ہوا تھا — مدین کا بیٹا عیفاہ
 تھا جسکو بعض عربی کتابوں میں غلطی سے عفا لکھ دیا ہی — یہاں تک تو نسب تواریت
 میں مندرج ہی (دیکھو سفر پودایش باب ۲۵ درس ۱ و ۲) اُسکے بعد تاریخ کی کتابوں
 میں اختلاف ہی مگر اُن اختلافات میں سے جو امر ہمارے نزدیک زیادہ تر قرین صحت ہی

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَ تَكُمْ بَيِّنَةٌ
 مِنْ رَبِّكُمْ فَاقِفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ
 وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
 مُؤْمِنِينَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُونَ عَنْ
 سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَهْنٍ بِهِ وَتُبْغُونَهَا عِوَجًا وَإِنْ كُنْتُمْ
 قَلِيلًا فَكُتِّرْكُمْ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۴﴾
 وَ إِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلَتْ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَمْ
 يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۸۵﴾
 قَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُنْزِلَنَّ جَنَّاكَ بِشَعِيبٍ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَوْمِنَا أَوْ لَنَعُودَنَّ فِي مِلَّتِنَا
 قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿۸۶﴾ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا
 فِي مِائَتِكُمْ بَعْدَ أَنْ نَجِيتُنَا مِنَ اللَّهِ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ

یہ ہے کہ عیفاہ کا بیٹا نوبہ یا نابت تھا — اور اسکا بیٹا ضیعون اور ضیعون کے بیٹے حضرت

شعوب ہیں پس حضرت شعوب حضرت ابراہیم سے پانچویں پشت میں ہیں *

مدین — جہاں حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین نے سکونت اختیار کی تھی رفتہ رفتہ
 وہاں شہر آہاں ہو گیا اور مدین ہی اُس شہر کا نام ہو گیا بطلمیوس کے جغرافیہ میں

اُس نے کہا اے موری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہی تمہارے لئے کوئی معبود بجز
اُس کے — بے شک آئی ہی تمہارے پاس دلیل تمہاری۔ پروردگار سے پھر پورا کرو پیمانہ کو
اور توازن کو اور کم سمت نہ لوگوں کو اُن کی چیزوں اور نہ فساد کرو زمین میں اُس کی
اصلاح ہو جانے کے بعد یہ ہی بہتر تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۸۷﴾ اور مت گھات میں
بیٹھو ہو رستہ میں کہ قراتہ ہو اور بلد کرتے ہو اللہ کے رستہ سے اُسکو جو اُس کے ساتھ ایمان
لایا ہی اور چاہتے ہو اُس میں کتبوری — اور یاد کرو جبکہ تم تھے تھوڑے پھر زیادہ کر دیا
نمکو اور دیکھو کیا ہوا انجام نساہ کرنے والوں کا ﴿۸۸﴾ اور اگر ہی تم میں کوئی گروہ کہ ایمان
لایا ہی اُسپر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور کوئی گروہ کہ نہیں ایمان لایا تو صبر
کرو یہاں تک کہ حکم کرے اللہ ہم میں اور وہ بہت اچھا حکم کرنے والا ہی ﴿۸۹﴾ کہا اُس قوم
کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ ضرور ہم تجھکو نکال دینگے اے شعب
اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہوں توڑے ساتھ اپنی بستی سے یا یہ کہ پھر آجاؤ تم ہمارے
دین میں — شعب نے کہا گو کہ ہم کراہت کرتے والے ہوں ﴿۹۰﴾ بے شک ہم نے جھوٹا افترا
کہا ہیکا اللہ پر اگر ہم پھر آجاویں تمہارے دین میں بعد اُس کے کہ نجات دی ہمکو
اللہ نے اُس سے — اور نہیں ہو سکتا ہمارے لئے کہ ہم پھر آجاویں

(موقیانہ) اُس شہر کا نام لکھا ہی وہ شہر بحر قلزم کے کفارہ سے کسقدر فاصلہ پر حجاز
عرب میں واقع ہی کوہ سفا کے جنوب مشرق میں اب یہ شہر بالکل ویران ہی کچھ
نشان کھنڈرات وہاں اب بھی موجود ہوں اور کہتے ہیں کہ وہاں ایک قدیم کنواں مرسى
کے وقت کا بھی موجود ہی •

فِيهَا إِلَّا أَرِشَاءَ اللَّهِ رَبَّنَا وَسِعَ رَبَّنَا كُلَّ شَيْءٍ عَلِيمًا عَلَى اللَّهِ
تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ
خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ الْمَلَأَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَتُنَّ اتَّبِعْتُمْ
شُعَيْبًا أَنْتُمْ إِذِ الْخُسِرُونَ ﴿۸۸﴾ فَأَخَذَتْهُمْ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا
فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ ﴿۸۹﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا يَمُوتُونَ
فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخُسِرِينَ ﴿۹۰﴾ فَقَوْلَىٰ عَنْهُمْ
وَقَالَ يَقُومُ لَقَدْ ابْلَغْتُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَنُصَحْتُمْ لَكُمْ فَكَيْفَ
أَسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿۹۱﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا
أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ﴿۹۲﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا
مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَاءُ

حضرت شعیب کا قصہ بالکل سادا اور سیدھا ہی مفسرین نے بھی اس قصہ میں
بہت ہی کم رنگ امیڑی کی ہے صاحب تفسیر کہو اس بات سے کہ شعیب پیغمبر
پاس کوئی معجزہ نہ تھا نہایت متعصب ہوئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ گورنر میں
خدا نے انکے کسی معجزہ کو نہ بیان کیا ہو مگر ضرور
انکے پاس معجزہ ہوگا — چنانچہ تفسیر کہو میں
لکھا ہے کہ بے شک حضرت شعیب نے نبوت کا دعویٰ
کیا پھر کہا کہ بے شک آپ ہی تمہارے پاس نبوت یعنی
دلیل یا گواہی تمہارے پروردگار کے پاس ہے — اور

انہ (ای شعیب) ادعی النبوة
فقال قد جاءكم بینه من ربکم -
و یحب ان یرکون المران من
النبوة ههنا المعجزة لانه لابد
للدعی النبوة ملها والکان منقویاً

آسموں میں مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار ہمارا - گھوڑا لیا ہی ہمارے پروردگار نے ہر چیز کو (اپنے)

علم میں — اللہ پر ہمارا توکل ہی — اے ہمارے پروردگار فیصلہ کر دیے ہم میں اور ہماری

قوم میں تھیک اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہی ﴿۸۷﴾ اور کہا اُن سرداروں نے جو کافر تھے

اُسی کی قوم سے کہ اُن تم پھر وہی کرو گے شعوب کی تو بے شک اُس وقت تم ہو گے نقصان

پانے والے ﴿۸۸﴾ پھر پکڑا اُن کو زلزلہ نے پھر اُنہوں نے تسبیح کی اپنے گھوڑوں میں اونٹن پڑے

ہوئے ﴿۸۹﴾ جن لوگوں سے جھٹلایا شعوب کو (وہ ہو گئے ایسے کہ) گویا سیسے کے تھے اُن میں —

جن لوگوں نے جھٹلایا شعوب کو وہی تھے نقصان پانے والے ﴿۹۰﴾ پھر شعوب نے اُن سے مذہب

بہرا اور کہا اے مذہبی قوم بے شک میں نے تم کو پہونچا دیا، پیغام اپنے پروردگار کے اور میں

نے خد، خواہی کی تمہارے لئے پھر میں کو نکر افسوس کروں کافروں کی قوم پر ﴿۹۱﴾ اور ہم

نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کئی نبی مگر ہم نے اُسی کے لوگوں کو پکڑا بلا میں اور

دو کہ میں تاکہ وہ عاجزی کریں ﴿۹۲﴾ پھر بدل دیا ہم نے برائی کی جگہ بھلائی کو یہاں تک

کہ برے کئے اور کہنے لگے کہ بے شک چھوٹا تھا ہمارے باپوں کو دو کہہ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ
حَصَلَ لَهُ مَعْجَزَةٌ دَالَّةٌ عَلَى
صِدْقِهِ فَاسْمُ أَنْ تِلْكَ الْمَعْجَزَةُ
مِنْ أَمْرِ الْأَنْوَاعِ كَانَتْ دَلِيلًا
فِي الْقُرْآنِ دَلَالَةً عَلَى أَنَّهُ
يَحْتَصِلُ فِي الْقُرْآنِ الدَّلَالَةُ عَلَى
كَثِيرٍ مِنْ مَعْجَزَاتِ رَسُولِهِ —
تفسير كبير جلد ۳ صفحہ ۲۶۶

واجب ہی کہ اس جگہ یہ سے مراد معجزہ ہو کیونکہ
جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اُس کے لئے معجزہ کا ہونا
ضرور ہی اور نہیں تو وہ متنبی ہوگا نہ سچا نبی —
بس یہ ایت اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ اُن کے پاس
کئی معجزہ تھا جو اُن کے سچے ہونے پر دلالت کرتا تھا —
مگر یہ بات کہ وہ معجزہ کس قسم کا تھا قرآن میں
اُس پر کچھ اشارہ نہیں ہی — جیسے کہ قرآن میں ہمارے

سورۃ اعراف کی آیت — مَعْجَزَاتِهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ (اللہ)

وَالسَّارَةَ فَأَخَذْنَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ
 آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۴﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ
 الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿۹۵﴾ أَوْ آمِنَ أَهْلُ
 الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ﴿۹۶﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ
 فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۷﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ
 يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصِيبَنَّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ
 وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۹۸﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ
 نَقِصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
 فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ كَذَٰكَ يَطْبَعُ
 اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۹۹﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ
 وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۰۰﴾

اس کے بعد صاحب تفسیر کبھو نے تفسیر کشاف سے حضرت شعوب کے چند معجزے نقل کیئے ہیں اور جیسے کہ وہ فی نفسہ لغو ہیں ویسے ہی تاریخانہ امور کے لحاظ سے بھی غلط ہیں پس ہم کو اس مقام پر اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں ہم صرف اُسی مضمون پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو قرآن مجید سے پودا ہوتا ہے *

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِ هُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ

فَقَالُوا بِهَا فَاغْطُورُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۱﴾

(۱۱) — (ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ) اس آیت سے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ شروع ہوا ہے — اس قصہ میں مندرجہ ذیل امور بحث طلب ہیں *
 ۱ — نکتہ ہنوی اہم، آیہ — و لفظ بیفہ — ۲ — حقیقت سحر اور یہ کہ کن معنوں میں اُسکا استعمال ہوتا ہے — ۳ — بیان تنہل تعمرک حبل و عصاے سحر فرعون — ۴ — بیان عصاے موسیٰ اور اُسکا بطور اڑھے کے دکھائی دینا — ۵ — بیان یدبہضا — ۶ — ذکر قتل اولاد نبی اسرائیل — ۷ — بیان قحط — ۸ — ذکر طوفان — و جراد — و ذمل — و صفاح — و دم — ۹ — غرق فی البحر — ۱۰ — اعتکاف حضرت موسیٰ کا پہاڑ میں — ۱۱ — حقیقت کلام خدا یا موسیٰ — ۱۲ — حقیقت دیچی للجبیل — ۱۳ — بیان کماہت فی الاماح — ۱۴ — انتخاب عجل — ۱۵ — ستر آدمیوں کا منتخب کرنا — ۱۶ — ذکر استسقاء قوم موسیٰ اور ظاہر ہونا چشموں کا — ۱۷ — سایہ کرنا ابر کا — ۱۸ — من و سلویٰ کا اترنا — ۱۹ — دخول باب *

ہم ان انیسویں امور کی نسبت علیحدہ علیحدہ بیان کرنا چاہتے ہیں مگر ان میں سے جس امور کا پہلے بیان ہو چکا ہے اُنکے صرف حوالہ دینے پر اکتفا کریں گے *

اول — تحقیق معنی لفظ آیۃ و بیفہ

ہم نے سورۃ بقرہ کی تفسیر میں یہ تحت تفسیر “ و آیتنا عیسیٰ ابن مریم البیہات ” لفظ آیۃ و بیفہ پر مفصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں بلکہ احکام کے ہیں — اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ معجزہ دالہل نبوت نبوت نہیں ہوسکتا اور اس صورت میں آیۃ و بیفہ کی معنی اس غرض سے معجزہ کے لینے کہ وہ مثبت نبوت ہونا ہی خوط القناد سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا *

دوم — حقیقت سحر

اور یہ کہ کن معنوں میں اُسکا استعمال ہوتا ہے

سحر کا لفظ قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے مگر بہت سے الفاظ زبان عرب میں ایسے مستعمل تھے جنکے لئے فی الواقع کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ درحقیقت اُنکا مصداق

بہر بھٹکتا ہم نے اُنکے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیں سمیٹ فرعون اور اُسکے دیوباروں کے پاس

بہر اُنہوں نے ظلم کیا اُن نشانوں کے ساتھ پھر دیکھ لیا ہوا انتہام مسدود کا [۲۱]

نہا نہ اُنکا کوئی مسمیٰ حقیقتاً، چون رکھا تھا — بلکہ عرب جاہلیت نے اپنے وہم میں ایک
تس عیو موجوں کا وجود قرار دیا تھا اور اُس سے کچھ اعمال منسوب کیئے تھے اور اُس شے
پھر موجوں وہمی کے لئے وہ الفاظ مستعمل کریں تھے — قرآن مجید اہل عرب کی زبان
میں نازل ہوا اور اسلئے اُس زبان کے مدارجہ نے موافق وہ الفاظ بھی قرآن مجید میں
آئے ہیں — مگر قرآن مجید میں اُنکا استعمال اُن انہوں کے سمجھانے کے لئے ہوا ہی
جو اثر کہ اہل عرب اُن لغظوں سے پاتے تھے نہ اسلئے کہ اُن لغظوں کے لئے فی الواقع کوئی
حقیقت تھی یا در حقیقت اُنکا کوئی معنی تھا ؟



اسکی مثال میں ہم ایک ،،،،،، لطیف کا ذکر کرتے ہوں جو خلیفہ منصور کے وزیر

ابوالفضل بن ربیع کی مجلس میں ایک بہت بڑے عالم
نے ہوا تھا — مراد الجمن المشہور بہ تاریخ ریاضی میں
لکھا ہے کہ فضل بن ربیع نے جو خلیفہ منصور کا وزیر اور
ایک بہت بڑا عالم تھا ابو عبیدہ کے پاس جو اُس زمانہ کے
بہت بڑے عالم متبحر تھے اور بصیرت میں تھے ایک شخص
بھیجا اور اپنے پاس بٹایا وہ آئے ،،،،،، اُنکو وزیر کی مجلس
میں آنیکی اجازت ملی جب وہ مجلس میں گئے تو دیکھا
کہ وہ ایک بہت لقمہ چورے مکان میں ہی جس میں
وزیر ایک ہی کورے کا فرش بچھا ہوا ہی اور صدر میں
ایک بہت اونچی جگہ پر جس پر بغیر زینہ کے چڑھا نہیں
جاسکا مسند تکیہ لگا ہوا ہی اور وہ اُسپر بیٹھا ہی —
ابو عبیدہ نے موافق اُس آداب کے جو دزیوں نے لئے مقرر
تھا سلام عایک کی وزیر نے اُسکا جواب دیا اور اپنی مسند
کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی پھر ابو عبیدہ کی خور و عافیت
پوچھی اور اور حالات دریافت کیئے اور بہت مہربانی کی —
پھر کہا کہ کچھ اشعار پڑھو ابو عبیدہ نے عرب جاہلیت

ابن ابوعبیدہ ارسل الی الفضل
بن الربیع الی البصرة فی الخروج
الیہ فقدمت علیہ ومنت اخبر
عن تیسرے فاذن لی فدخلت
علیہ وهو فی مجلس ضویل
عریض فیہ بساط واحد قد ملأه
وفی صدره فرش عالیة لایرنقی
علیہا الا بکرسی وهو جالس علی
العرش فسلمت علیہ بالوزارة فود
وصحک الی واسندانی من فرشه
ثم سألنی وبسطنی وتلفظ بی
وقال فانشدنی فانشدته من عبود
اشعار جاملیة احفظها فقال قد
عرفت اکثر هذه وازید من ملیح
الشعر فانشدته فطرب وصحک
وزاد نشاطا ثم دخل رجل فی
فی الکتاب وله هویة حسنة فاجلسه
الی جانبی وقال اتعرف هذا

وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرَعُونَ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۲﴾

کے نہایت عمدہ اشعار جو اُسکو یاد تھے پڑھے — وزیر نے کہا کہ ایسے تو بہت سے اشعار میں بھی جاننا ہوں میرا یہ بہ مقصد تھا کہ کچھ نہ کہوں چت پئے اشعار سناؤ ابوعبیدہ نے دسے ہی اشعار پڑھے جنکو سنکر وزیر خوش ہوا اور ہنسا اور مزے میں آگیا — اتنے میں وزیر کا ایک منشی جو وجہہ آدمی تھا آگیا وزیر نے اُسکو ابوعبیدہ کے پاس بھیجئے کا حکم دیا اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کر کے منشی سے پوچھا کہ تم انکو جانتے ہو اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا وزیر نے کہا کہ بھہ ابوعبیدہ ہیں علامہ اہل بصرہ میں نے اُنکو بلایا ہی تاکہ اُنکے علم سے ہم فائدہ اُٹھاویں اُس منشی نے وزیر کو دعا دی اور ابوعبیدہ کی طرف منوجہ ہوا اور کہا میں آپ سے ملنے کا بہت مشتاق تھا — لوگوں نے سبھیہ ایک مسئلہ پوچھا ہی آپ مجھکو اجازت دیتے ہیں کہ اُسکو آپ سے کہوں ابوعبیدہ نے کہا کہ کہو اُس منشی نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے دوزخ کے درخت کے پھل کو شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دیکر کرایا ہی مگر لالچ دینا یا کرایا ایسی چیز سے ہوسکتا ہی جسکو وہ لوگ جانتے ہوں مگر شیطانوں کے سروں کو تو کوئی نہیں جانتا نہ کہیں ابوعبیدہ نے کہا کہ خدا نے عرب کے کلام کے مطابق کلام کیا ہی کیا تم نے امرئ القیس کا قول نہیں سنا چنانچہ ابوعبیدہ نے وہ شعر پڑھا جسکا مطلب یہہ ہی —

قَالَ لَا تَقَالَ هَذَا ابُو عُبَيْدَةَ عِلَّامَةُ
أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَقْدَمُهَا لِمَا تَسْتَفِيدُونَ مِنْ
أَمْرِهِ فِدَايَا لِّلرَّجُلِ ذِمَّةُ الْفَتَى إِلَى
وَقَالَ لَوْ كُنْتُ إِلَيْكَ مُشَافِقًا
بَقَدْ سَأَمْتُ عَنْ مَسْئَلَةِ أَفْئَانِي
لِي أَنِ اعْرِفَكَ إِنَّمَا قُلْتُ هَذِهِ
فَقَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى طَاعَهَا كَأَنَّهُ
رُؤْسُ الشَّيَاطِينِ وَإِنَّمَا بَقِيَ الْوَعْدُ
وَالْإِيْعَادُ بِمَا فُتِدَ عَرَفَ وَ هَذَا لَمْ
يَعْرِفْ قَالَ فَكَلَّمَاتُ إِنَّمَا كَلَّمَ اللَّهُ
الْعَرَبَ عَلَى قَدَرِ نَلَامِهِمْ إِنَّمَا
سَمِعْتُ قَوْلَ امْرِئِ الْقَيْسِ
أَيْقُمْنِي وَالْمَشْرِفِي مُضَاجَعِي
وَمَسْئُونَةُ رِقِّ نَائِيَابِ أَغْوَالِ
وَهُمْ لَمْ يَرَوْا الْعَرْلَ قَطُّ وَلَكِنَّهُ لَمَّا
كَانَ امْرِئُ الْقَيْسِ يَهْوَاهُمْ أَوْ عِدَاوَهُ
وَأَسْتَحْسِنُ الْفَضْلَ وَالسَّائِلَ
فِي ذَاكَ — مَرَاةُ الْجَنَانِ —
وَرَقَّ ۱۵۷ —

کیا وہ مجھکو مارتا لیاگے اور تلوار میری ساتھ لیا ہی

اور نہایت چمکدار بوجھیاں ہیں مانند دانتوں غول بیابانی کے

اُس شخص نے جسکے حق میں یہ شعر کہا ہی یا اور کسی نے غول بیابانی کو کہی نہیں دیکھا تھا مگر جبکہ غول بیابانی کا ہول اُسکے دل میں تھا تو اُسی سے اُنکو کرایا — اس تقریر کو وزیر ابوالفضل اور اُسکے منشی دونوں نے پسند کیا (انتہی) * غرضکہ جس طرح امرئ القیس کے شعر سے یہہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت غول بیابانی

اور کہا مرسى کے لئے لاہور کے لشکر میں رسول اللہ پرور دگر عالموں کی طرف سے (۱۱۲)

کے لئے لغز نہیں لگائے چمکدار دانست ہوتے ہیں اس طرح قرآن مجید میں جو رؤس الشیاطین کا لفظ ہی اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت شیطان کا قراونا سر ہوتا ہی بلکہ جس چیز سے اپنے خیالات کے موافق عرب دہشت کھاتے تھے اُس سے اُنکے خیالات کے موافق وعہد اُٹھ ہی — اسطرح سحر کا لفظ جہاں قرآن میں آیا ہی وہ صرف عرب جاہلیت کے خیالات کے موافق آیا ہی اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح پر عرب جاہلیت سحر کو سمجھتے تھے نہ حقیقت اُس طرح پر اُس کا وجود تھا — با خدا تعالیٰ نے اُسکا واقعی ہونا بتایا ہی یا عرب جاہلیت کے خیالات کی تصدیق کی ہی *

اسطرح سلفکمزوں لفظ قرآن مجید میں حسب متجاوزہ زبان عرب اور بلحاظ خیالات عرب جاہلیت آئے ہیں جس سے اُنکا واقعی ہونا مراد نہیں ہی علماء متقدمین نے اس باب میں کتابوں لکھی ہیں چنانچہ تاریخ نافعہ میں لکھا ہی کہ اس مباحثہ کے بعد ابو عبیدہ نے اُسی دن سے ارادہ کیا کہ وہ قرآن کے اس قسم کے الفاظ کے بیان میں ایک کتاب لکھے اور جب وہ بصرہ میں واپس آگیا تو اُس نے کتاب لکھی اور اُسکا نام مجاز رکھا — افسوس ہی کہ اس قسم کی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں ہمارے زمانہ کے عالم اُن کتابوں سے ناواقف محض ہیں — اور جب کوئی شخص جسکو خدا نے بصیرت دی ہی قرآن مجید پر غور کرے اور تمام حالات کو پیش نظر رکھے کہ اس قسم کے الفاظ کی نسبت کچھ لکھتا ہی تو اُنکو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہی اور چونکہ اوتھنے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو نص کے برخلاف ہی حالانکہ جسکو وہ نص سمجھتے ہیں درحقیقت وہی نص کے برخلاف ہی *

سحر جس طرح کہ لوگ اُسپر یقین کرتے ہیں اور عرف عام میں جس طرح پر وہ سمجھا جاتا ہی اُسکی کچھ اصلیت نہیں ہی اور نہ قرآن مجید سے اُسکی تصدیق پائی جاتی ہی — ہاں تمام انسانوں میں خواہ وہ اقباء ہوں یا اولیاء یا عوام الناس اور کسی مذہب کے ہیں حتیٰ کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی قوت مقناطیسی موجود ہی جو خود اُسپر اور نیز دوسروں پر ایک قسم کا اثر پیدا کرتی ہی — یہ قوت بمقتضا خلقت بعضوں میں ضعیف اور بعضوں میں قوی اور بعضوں میں اقویٰ ہوتی ہی —

حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ

اور جس طرح اور قوالے انسانی ورزش سے قوت پکارتے ہیں جیسے کہ پلجہ کشی کی ورزش سے پلجہ میں سے نکلنے کی ورزش سے کلائی میں زیادہ قوت آجاتی ہے اس طرح اس قوت دہانی میں بھی خاص قسم کی ورزش سے قوت زیادہ ہوجاتی ہے *

انسان جو خواب میں عجوبہ عجیب چیزیں دیکھتا ہے اور عجوبہ واقعات و حالات اُسپر گذرتے ہیں چنانکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ حقیقت ہے تمام چیزیں موجود ہیں اور فی الواقع وہ حالات اُسپر گذر رہے ہیں اُسی قوت کے اثر میں سے ہے حالانکہ وہ چیزیں درحقیقت نہ موجود ہوتی ہیں اور نہ فی الواقع وہ حالات اُسپر گذرتے ہیں *

یہ کذبت جس طرح کہ خواب طبعی میں ہوتی ہے کبھی حالت بیداری میں بھی پیدا ہوجاتی ہے آدمی سمجھتا ہے کہ میں جاگتا ہوں اور یہ حقیقت ہے جاگتا بھی ہوتا ہے مگر اُس پر ایک قسم کی خواب طاری ہوجاتی ہے جو خواب مقناطیسی سے تعبیر کی جاسکتی ہے اور اس حالت میں انسان ایسی چیزوں کو موجود دیکھتا ہے جو فی الحقیقت موجود نہیں ہیں اور ایسے واقعات اپنے پر گذرتے ہوئے یقین کرتا ہے جو درحقیقت اُس پر نہیں گذرتے *

یہ قوت مقناطیسی جس میں قوی ہوتی ہے وہ دوسرے شخص پر بھی ڈال سکتا ہے اور اُس دوسرے شخص پر بھالت بیداری ایک قسم کی خواب مقناطیسی طاری ہوتی جاتی ہے - کبھی وہ دوسرا شخص جاگتا رہتا ہے اور خواب مقناطیسی اُس پر طاری رہتی ہے اور کبھی وہ اُسی خواب مقناطیسی میں بھوش ہوجاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوتا ہے *

اس قوت مقناطیسی سے کہا گیا چیزیں ظہور میں آتی ہیں بحث طلب ہیں جو لوگ اس فن کے عامل ہیں وہ اس قوت سے بہت سی عجایب و غرائب چیزوں کے ظہور کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب تک وہ تجربہ اور مشاہدہ میں نہ آویں اسوقت تک اُن کے صدھیں و غیر صدھیں ہونیکا فیصلہ نہیں ہو سکتا - ہاں صرف اُن باتوں کے وجود سے یا اُن کے ظہور پذیر ہونے سے انکار کہا جاسکتا ہے جو معاومہ قوانین قدرت کے برخلاف ہیں - با این ہمہ جو امور کہ اُس سے ظہور میں آویں وہ صرف خیالی اور دھمپے ہوتے ہیں جیسے خواب کی چیزیں نہ اصلی اور واقعی *

یہ قوت بعض آدمیوں میں خلقی نہایت قوی ہوتی ہے اور جو لوگ مجاہدات کرتے

سحر سے بڑھ کر فرضی ہی کہ میں اللہ کی نسبت کوئی بات نہیں بجز سچ کے

ہیں اور لطایف نفسانی کو منحور کرتے ہیں خواہ وہ ان مجاہدات میں خدا کا نام لیا کریں یا اور کسیکا ان میں بھی یہ قوت نہایت قوی ہوجاتی ہی اور اُس کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں ان اثروں کو جبکہ مسلمانوں سے ظاہر ہوتے ہیں مسلمان کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور جبکہ غیر مذہب والہ سے ظاہر ہوتے ہیں اُسکو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی اصالت واحد ہی — بہر حال جو کچھ کہ اُس سے ظاہر ہو اُسکا کوئی وجود اصلی و حقیقی نہیں ہی بلکہ صرف وجود وهمی و خیالی ہی *

اسی قسم کی تائیدات نفسانی کے ظہور کو جبکہ اُنکا برائے و خدہ کرنا ایسے مجاہدات سے کیا گیا ہی جو خدا کے سوا اور اشیاء یا اشخاص کے تصور و تذکر سے تعلق رکھتے ہیں سحر سے تعبیر کیا گیا ہی — اگرچہ صاحب تفسیر کہہ لے بھی سحر کی نسبت بہت لذی بحث لکھی ہی مگر ابن خلدون نے اُس بحث کو نہایت خوبی سے صاف صاف متعصر طور پر لکھا ہی جس کو ہم بعد اس مہام پر نقل کرتے ہیں چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہی — کہ سحر کی

حقیقت یہ ہی کہ نفوس انسانی اگرچہ نہایت نے لحاظ سے متحد ہیں مگر خاصیتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں — اور وہ چند قسم کے ہیں — ہر ایک قسم ایک نوع خاص کی خاصیت کے ساتھ مخصوص ہی کہ جو دوسری قسم میں نہیں پائی جاتی — اور یہ خاصیتیں اُن کی جبلت اور سرشت ہیں — پس انبیاء علیہم السلام کے نفوس کو ایک خاص مناسبت ہونی ہی جسکی وجہ سے وہ خدا کی معرفت اور فرشتوں سے (جو خدا کی طرف سے آئے ہیں) بات چیت کے — اور اس قسم کے اور کام کی یعنی موجودات میں تاثیر کی — اور ستاروں کی روحانیت کی تسخیر کے اُنہیں تصرف کرنیکی غرض سے قابل ہوتے ہیں — اور تاثیر نوہ نفسانیہ سے ہوتی ہی یا شیطانیہ سے — لیکن انہی کی تاثیر تو وہ امداد الہی اور خاصیت ربانی ہی اور جانو گروں کے نفوس کو غایب چیزوں پر اطلاع حاصل کرنے کی خاصیت قواہ شیطانیہ کے ذریعہ

حقیقة السحر — وذلك ان النفوس البشرية وان كانت واحدة بالذات فهي متخلفة بالخواص وهي اصناف كل صنف متخص بخاصية واحدة بالذات لا توجد في الصنف الاخر وصارت ملك الخواص فطرة و جبلة لصنفها فنفس الانبياء عليهم الصلوة والسلام له اخصية تستعدها للمعرفة الربانية ومخاطبة الملائكة عليهم السلام من الله سبحانه وتعالى كما مر وما يتبع ذلك من التأثير في الاوان واستجواب روحانية الكواكب للتصرف فيها والتاثير بقوة نفسانية او شيطانية فاما تاثير الانبياء فمدد الہی و خاصية ربانية و نفوس الکہنہ لہا خاصية

قَدْ جِئْتَكُمْ بَيِّنَاتٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَارْسِلْ مَعِيَ ابْنِي إِسْرَٰئِيلَ

یہی ہے اور اس طرح ہر ایک قسم ایک خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ دوسری میں نہیں پائی جاتی۔ اور جانوروں کے نفوس کے مختلف درجے ہیں جنکی تفصیل آتی ہے۔ قسم اول تو صرف ہمک کے ذریعہ سے بغیر کسی آلہ اور مددگار کے تانہ کر کے والی ہیں اور فلسفہ اسی کو سحر کہتے ہیں۔ دوسری قسم بذریعہ کسی معین کی تاثیر کے ہے یعنی افلاک یا عناصر کے مزاج یا عددوں کی خاصیتوں سے۔ اور اسکو طلسمات کہتے ہیں۔ اور یہ قسم اول سے رتبہ میں کم ہے۔ دوسری قسم خدائی قوتوں میں تانہ کرتا ہے۔ اس تاثیر والا آدمی قوا متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے پس اُن میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اُسکو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُنکو دیکھنے والوں کے حس پر ڈھالنا ہے اپنے نفس موثرہ کی قوت کے ذریعہ سے۔ دیکھنے والے ایسا دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہیں۔ اور حالانکہ وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ باغ نہ ہوئے۔ مکانات دیکھتے ہیں اور وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ فلسفہ کے نزدیک یہی شعور یا سمعہ ہے۔ یہ اُس کے مراتب کی تفصیل ہے۔ پھر یہ خاصیت ساحر میں اور قواے بشریہ کی طرح بالقوة موجود ہوتی ہے مگر ریاضت کرنے سے بالفعل موجود ہو جاتی ہے *

الاطلاع علی المعبودات بقوی شیطانیہ وھکذا نل مختلف مختص بمخاصیۃ لا توجد فی الاخر والنفوس الساحرة علی مراتب ثلاثۃ یاتی شرحہا فاولہا المورثۃ بالہمۃ فقط من غور الہ والاعین وھذا هو الذی تسمیہ الفلسفۃ السحر والذی بمعین من مزاج الافلاک او العناصر اخصاص الاعداد وبسمونہا الطلسمات وہی اضعف رتبعۃ من الاول والثالث تانہ فی القوی المتخیلۃ یعد صاحب ہذا التأثير الی القوی المتخیلۃ۔ فیصرف فیہا بفرع من التصرف ویلقی فیہا انواعا من الخیالات والمحتلکات وصورا مما یغصد من ذلک ثم ینزلہا الی الحس من الوائین بقوة نفسہ المورثۃ فیہ فیغیر الراکن کانہا فی الخارج ولیس ہذاک شئی من ذلک كما یتحکی عن بعضہم انہ یدعی البسائین والانیار والقصور ولیس ہذاک شی من ذلک وسمی ہذا عند الفلاسۃ الشعورۃ او الشعبدۃ ہذا تفصیل مراتبہ ثم ہذا الخاصیۃ تكون فی الساحر بالقوة شان القوی البہرۃ کلہا۔ انما یتخرج الی الفعل بالریاضۃ (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۵)

ابن خلدون نے جو سحر کے تین درجے قرار دیئے ہیں حقیقت میں وہ تینوں شی احاد ہیں پہلا درجہ صرف ہمک کی تاثیر قرار دیا ہے اور تیسرا درجہ متخیلہ میں چیزوں کا جمع کر کے دوسرے کے متخیلہ میں اُسکا القہ کرنا قرار دیا ہے۔ یہ قسم درجہ حقیقت

بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس دلیل اور تمہارے پروردگار کی طرف سے — پس
بہتجہدے مہرے ساتھ بنی اسرائیل کو

صرف ہمت ہی سے متعلق ہی کوئی شی اس سے علاحدہ نہیں ہی دوسرے درجہ امداد کا
مزاج افلاک و عناصر اور خواص امداد سے فرار نہا ہی حالانکہ اس بات کے لئے کہ افلاک
و کواکب و اعداد سے درحقیقت اس میں کچھ انعامت ہوتی ہی کچھ ثابت نہیں ہی
پس یہ دوسری قسم مستحق فہمی ہی اور دونوں قسمیں تسم واحد ہیں — یعنی صرف
ہمت سے تاثیرات کا طور *

اسی قوت نفسی کے آثار شب انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو معجزہ
سے تعبیر کیا جاتا ہی اس خلدوں نے معجزہ اور سحر
میں یہ فرق ملایا ہی کہ — اُن کے نزدیک (یعنی حکماء
الہیوں کے نزدیک) معجزہ و سحر میں یہ فرق ہی کہ
معجزہ ایک قوت الہی ہی جو نفس میں اس تاثیر کو
برانگیختہ کرنی ہی — پس وہ شخص (صاحب معجزہ)
اس کام کے کرنے میں خدا کی روح سے تائید یافتہ ہوتا
ہی — اور ساحر اسی کام کو اپنی طرف سے اور قوت
نفسانہ کے ذریعہ سے اور بعض حالتوں میں شیاطین
کی مدد سے کرتا ہی — پس اُن دونوں میں معقولیت —
حقیقت — ذات — کی رو سے ایک واقعی فرق ہی —
اور ہم اس تفرقہ پر ظاہری علامتوں سے استدلال کرتے ہیں
اور وہ یہ کہ معجزہ اچھے شخص سے اچھے مقصدوں کے
لیئے ہوتا ہی — اور نفوس متمتعہ سے اچھے کام کے لئے اور
دعوی نبوت پر تصدی کے لئے ہوتا ہی — اور سحر بُرے
آدمی سے بُرے کام کے لئے — اکثر مرد و عورت میں
جدائی دالنے کے لئے دشمنوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور
اسی قسم کے کاموں کے لئے ہوتا ہی — اور نفوس متمتعہ
سے شر کے لئے ہوتا ہی — حکماء الہیوں کے نزدیک
تو معجزہ و سحر میں یہ فرق ہی — اور کبھی بعض
صوفیوں سے اور کرامت والوں سے عالم کے حالات میں تاثیر

والفرق عندهم بين المعجزة
والسحر ان المعجزة قوة الهية
تبعث في النفس ذلك التأثير
فهو مؤيد بروح الله على فعله
ذاك والساحر انما يعمل ذاك
من عند نفسه وقوته النفسانية
وبامداد الشياطين في بعض
الاحوال فبينهما الفرق في المعقولة
والحقيقة والذات في نفس الامر
وانما نستدل فتن على التفرقة
بالعلامات الظاهرة وهي وجود
المعجزة لصاحب التذوق وفي
مقاصد الخير وللنفوس المتمتععة
للخير والتحدى بها على دعوى
النبوة والسحر انما يوجد لصاحب
الشر في افعال الشر في الغالب
من التفریق بين الزوجين وضرر
الاعداء وامثال ذلك وللنفوس
المتمتععة للشر هذا هو الفرق
بينهما عند الحكماء الالهيين وقد
يوجد لبعض المتصوفة واصحاب
الكرامات تأثير ايضا في احوال
العالم والنفس معدودا من جنس

قَالَ اِنْ كُنْتُمْ جِئْتُمْ بِاَيَّةٍ قَاتِلٍ بِهَا اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

باتھی جاتی ہی مگر اُس کا شمار سحر کی جنس میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ قائل الہی سے ہوتا ہے کیونکہ اُنکا طور و طریق نبوت کے آثار اور قواع میں سے ہے۔ اور قائل الہی میں — علی قدر مراتب اور خدا سے تقرب کے لحاظ سے اُن کو یہی حصہ ملا ہوا ہے اور جب اُن میں کا کوئی شخص افعال شر پر قادر ہوتا ہے تو اُس کو کر نہیں سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے کام میں پابند ہے اور اُس کو خدا کے حکم پر چھوڑ رکھا ہے اور جس میں خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے اُس کو وہ کسی طرح نہیں کرنا — اور اگر کسی نے کہا تو وہ راہ حق سے منحرف ہو گیا اور اکثر اُس کی کرامت مسلوب ہو جاتی ہے — اور چونکہ معجزہ خدا کی مدد اور خدائی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے تو سحر اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اُن لوگوں کے نزدیک معجزہ و سحر میں فرق نہ ہے کہ متکلمین تو کہتے ہیں کہ اُس کا مرجع تصدی ہی اور تصدی کے معنی میں معجزہ کے وقوع کا دعویٰ کرنا اپنے دعویٰ کے موافق — اور متکلمین کہتے ہیں کہ ساحر اس قسم کی تصدی سے معذور ہے۔ اس لئے اُس سے تصدی ہو نہیں سکتی۔ اور جھوٹے شخص کے دعویٰ کے موافق معجزہ کا واقع ہونا ناممکن ہے کیونکہ معجزہ کی دلالت سچائی پر عقلی ہے اس لئے کہ معجزہ تصدیق کی خاص صفت ہے تو وہ اگر جھوٹ کے ساتھ واقع ہو تو سچی چیز جھوٹی تہر جائے۔ پس معجزہ مطلقاً جھوٹے سے نہیں سرزد ہو سکتا — لیکن حکماء کے نزدیک تو جیسا ہم نے ذکر کیا معجزہ و سحر میں خیر و شر کا فرق ہے اور وہ یہی انتہا کے کفاروں کا — تو ساحر سے اچھا کام نہیں ہوتا اور نہ وہ اُس

السحر و اما هو بالاسدائد الہی ان طریقتہم و فطرتہم من آثار الدیوۃ و توابعہا و لہم فی المدن الہی حفظ علی قدر حالہم و ایمانہم و تمسکہم بکامۃ اللہ و اذا اقتدر احدہم علی افعال الشر فلایا تمہا لانہ متفہد فیما یتاہہ و یذرة للامر الہی فما لا یقع لہم فیہ الا ان لا یتوانہ بوجہ و من آتاءہ مقدم فقد عدل عن طریق الحق و رہما سلب حالہ و لما کانت المعجزۃ بامداد روح اللہ و القوی الالہیۃ فلذلک الیعارضہا شئی من السحر — مقدمہ ابن خلدون —

مسئله ۲۱۹ —
واما الفرق عندہم بین المعجزۃ و السحر فالذی ذکرہ المتکلمون انہ راجع الی التصدی و هو دعویٰ وقوعہا علی وفق ما ادعاه قالوا و الساحر مصروف عن مثل هذا التصدی فلا یقع منہ و وقوع المعجزۃ علی وفق دعویٰ الکاذب غیر مقدور لان دلالة المعجزۃ علی الصدق عقلیۃ لان صفة نفسہا التصدیق فلو وقعت مع الکذب لاستحال الصادق کذاب و هو محال فاذا لا تقع المعجزۃ مع الکاذب بالاختلاق و اما حکماء فالفرق بینہما عندہم کما ذکرنا فرق بین التخییر و الشرفی نہایۃ الطرفین فالساحر لا یصدر منہ التخییر ولا مستعمل

(فرعون نے) کہا کہ اگر تو کوئی نشانہ لایا ہی تو اُسکو لے اگر تو سچوں میں سے ہی ہے [۱۰۳]

فی اصحاب النجوم صاحب المعجزة
لا یصدر منه الشر ولا یستجمل فی
اسباب الشر کالهما علی طایف
الغنیض فی اصل وطرثہما معاً
ابن خلدون - صفحہ ۳۲۰ -

کو اچھے کام کے اسباب میں صرف کرتا ہی - اور صاحب
معجزہ سے شر نہیں صادر ہوتا نہ وہ اُسکو اسباب شر میں
استعمال کر سکتا ہی - کوئی وہ دونوں خلقت ہی سے
مختلف نہ کی اختیار سرحد ہو ہیں *

ہو اعلیٰ سوا نے معجزہ یا کرامات کرے۔ فسدت یہ لکھا ہی کہ - تم اس بات کو بے ہودہ نہ
سمجھو نہ بعض نفسوں کو ایسا ملکہ ہو جس سے اُسکی تاثیر
اُس کے بدن تک پہنچے یا وہ اپنی قوت کی وجہ سے گویا
نہ عالم کے لوگ سمجھتے نفس کے ہو - اور جیسا کہ وہ کیفیت
مزاجیہ کی وجہ سے اثر کرتی ہی ہو وہ کسی مبدی کی وجہ
سے وہ سب اثر کرے چنانکہ ہم نے لکھا ہی کیونکہ اُسکے مبادی
یہی کیفیتیں ہیں جس خصوصاً اُس جرم میں جس کے ساتھ
وہ زیادہ مناسب ہی ہو جہاں اُس مقامیت ہے جو کہ اُسکو
اپنے بدن کے ساتھ ہی - بالخصوص جب ہم یہ بات
معلوم کر چکے ہو کہ ہر مستغن گرم نہیں ہی نہ ہر سرد
سرد ہی - اور اسباب کا انکار نہ کرے کہ بعض نفسوں کو
یہ قوت اسدرجہ تک ہو کہ دوسرے اجسام میں اثر کرے
اور وہ ایسا ہی متفعل ہو جیسا کہ اُس نفس کا بدن -
اور اسباب کا انکار نہ کرے کہ وہ اپنی خاص قوت سے تجاوز
کرے دوسرے نفسوں کو اثر کرے خصوصاً جبکہ اُس نے اپنے
ملکہ کو قوای بدنیہ کے زیرِ ترفیع سے آمیز کر لیا ہو - پس
وہ دیا لیتا ہی شہوت کو یا غصہ کو یا دوسرے سے خوف کو -
یہ قوت اکثر نفس کو اصلی سرشت کے اعتبار سے ہوتی
ہی جو کہ اُسکو حیثیت نفسانیہ سے پہنچتی ہی اور نفس
شخصیہ کے لیئے بذاتہا ہوتی ہی اور کبھی کسی مزاج کی
وجہ سے حاصل ہوتی ہی - اور کبھی کسی قسم کی کوشش
کی وجہ سے ہوتی ہی جو کہ نفس کو نہایت قیزی کی

لا یستبعد ان ینبغی بعض
النفوس سائتہ ینبغی تأثیرہا
بدنہا اذ یكون لقوتہا کانتہا نفس
ماللہا وکما تأثر بکفیتہ مزاجیہ
یکون قد اثرت لمبدأ جمیع ما
عدہ ان مبادیہا ہذہ کیفیات
لاسیما فی جرم صار اولی بہ
لمناسیۃ تخصہ مع دینہ لاسیما
وہا سائتہ انہ لو س کل مستغن
صحار ولا کل مبدی یبارک ولا تستلکون
ان ینبغی لبعض النفوس ہذہ
القوت حتی یعمل فی اجرام اخر
بفعل عنہا انفعال بدنیہ ولا
یستلکون ان یتعدی من قواہا
الخاصۃ الی قوی نفوس اخری
یعمل فیہا الاسما انما کانت شدت
ملکتہا تقو قواہا البدنیۃ الی لہا
مہموشہ او غصہ او خوف من
عیرہا - ہذہ القوت ہا کانت للنفس
بحسب المزاج الاصالی لمایفیدہ
من حیثۃ نفسانیۃ تصیر للنفس
انفعالیۃ لتتخصصہا وقد تحصل
المزاج یحصل وقد یحصل بضرب
من لکسب یجعل النفس کالمجردہ
لشدۃ الذکا کما یحصل لا ولہا

قَاتِلِي عَصَاةً فَإِنَّا هِيَ تَعْبَانُ مَبِينٌ ﴿۱۲۰﴾

وجہ سے مجبور سا بنادیتی ہی جیسا کہ اولیاء اور نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہی — اور جس شخص کی سرشت میں یہ قوت ہو پھر وہ شخص نیک ہدایت یافتہ ہو اور اُسکا نفس پاک ہو تو وہ نبی اور صاحب معجزہ ہوتا ہی یا ولی صاحب کرامت ہوتا ہی اور جب وہ نفس کا تزکیہ کرتا ہی تو اصل خلقت سے اور زیادہ ترقی کوجاتا ہی اور نہایت اونچے درجہ تک پہنچ جاتا ہی — اور جسکو یہ قوت ہی اور وہ شریعہ ہی اور اس قوت کو مرے کام میں صرف کرتا ہی تو وہ خبیث ساحر ہی اور اُبی وہ اس کام میں زیادہ غلو کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی

والایہ اور الذی یقع لہ ہذا فی جبلۃ النفس نہ یکون خیرا و شہدا مرکبا لاسمہ و ہونو — معجزہ من الانبیاء او کرامۃ من الاولیاء و تزیدۃ تزکیۃ النفس من ہذا المعنی زیادۃ علی منتضی جبلۃ فیلغ ابلغ ابلغ الاقصی والذی یقع لہ ہذا تم یکون شریرا و یستعملہ فی الشر فہو الساحر الخبیث وقد یکسر قدر نفسہ من غلوکۃ فی ہذا المعنی فلا یلحق شیئا من الازکیاء فیہ — اشارت بوعلی سینا —

قدر کو اور بھی گہتا گہتا ہی تو وہ اچھوں کی کسی بات کو نہیں پہنچتا *

ہمکو اس مقام پر اسباب سے بحث کرنی کہ معجزہ و سحر میں کیا فرق ہی اور انبیاء علیہم السلام سے جو اثر نفسی ظاہر ہوتے ہیں وہ کس مدد سے ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ سے کسکی قائلید سے اور کفار و مشرکوں یا خبیث انسانوں سے کس کی مدد سے کچھ ضرورت نہیں ہی بلکہ صرف استقدر نہما کافی ہی کہ جو کچھ ہوتا ہی اور جس سے ہوتا ہی وہ خون اُس کے اثر نفسی سے ہوتا ہی جو حسب فطرت انسانی خدا نے اُس میں اور کسی نہ کسی قدر تمام انسانوں میں رکھا ہی — پس اگر یہ سچ ہی تو ہم اس کو نہ معجزہ قرار دے سکتے ہیں نہ سحر نہ کرامت اور نہ استدراج — جویسکہ ہم انسان کے دوسرے قوی کے اثروں کو بھی معجزہ یا سحر یا کرامت یا استدراج قرار نہیں دیتے *

علاوہ اس کے جبکہ یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ اکثر اُن اثروں کا ظہور ایسا ہی خیالی و وهمی ہی جویسکہ خواب میں اُن چیزوں کا ظہور جن کو دیکھنے والا صرف خراب ہی میں دیکھتا ہی اور اُن کا وجود درحقیقت اور فی الواقع کچھ نہیں ہوتا تو ہمکو جرأت نہیں پڑتی کہ ایسی بے اصل چیزوں کو فخریہ طور پر انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں اور بے اعتنائی سے کافروں کا سحر اور استدراج قرار دیں *

ہم کو اور اسلام کو تو فخر اسباب پر ہی کہ ہمارے رسول برحق پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صائم نے صاف صاف کہدیا کہ میرے پاس تو کوئی معجزہ و معجزہ نہیں ہی اگر ہوگا

پھر قال دیا (موسیٰ نے) اپنے عصا کو پھر وہ بکایک اڑدھا ظاہر ہوا ﴿۱۰۲﴾

تو خدا کے پاس ہوگا میں تو مثل تمہارے ایک آدمی ہوں خدا نے مجھ پر وحی کی ہے میں تم کو بڑی باتوں سے ڈراتا ہوں اور اچھی باتوں کی خوشخبری دیتا ہوں •
 ہم کو اور اسلام کو تو اُس سچے واسی پر منحصر ہے جس نے نہ لکڑی کو سانپ کر دکھا یا اور نہ اپنے دست مبارک کو چمکایا نہ سچی بات پر کچھ پردہ ڈالا۔۔۔ نہ خدا کی قدرت کے قانون کو توڑنا دعویٰ کیا اور سہدھی طرح لوگوں کو سچا دیکھا اور فتنہ ازلہ اور آخرین اور خاتم النبیین ہونے کا درجہ پایا۔۔۔ فہا ایہا الذین استغاضوا علیہ وسلموا تسلما •

سوم۔۔۔ بیان تخیل متحرک جبل و عصاے ساحرہ فرعون

چہارم۔۔۔ بیان عصاے موسیٰ علیہ السلام

پنجم۔۔۔ بیان ید بیضاء

یہ تینوں امور ایسے ہیں جن کا ایک شامل بیان کرنا مناسب ہے۔ اس مقام پر ہم اُن تمام آیتوں سے بحث کریں گے جن میں ان امور سے گاتہ کا ذکر ہے •

تعبان

اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ مصر میں جس قدر اُن لوگوں کی کثرت تھی جو ساحر کہلاتے تھے اور جو جو کرشمے وہ لوگوں کو دکھاتے تھے اُس سے حضرت موسیٰ بنحربی واقف تھے جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کی ہمدردی اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے رہائی دینے پر مایل یا مامور ہوئے تو یہ ایک قدرتی بات ہے کہ اُنکو اس بات کا خیال ہوا ہوگا کہ وہاں تو بڑے بڑے کرشمے دکھانے والے ہیں میں ان پر کونکر غالب آؤں گا۔

اُنکو خدا نے بتایا کہ تو بھی ویسے ہی کام کر سکتا ہے۔ خدا نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے کہا میری لڑھی ہے جسکو ٹپک لیتا ہوں اور اُس سے بھڑتوں کو ہٹاتا ہوں اور مودے اور کام میں بھی آتی ہے۔ خدا نے کہا اے موسیٰ اسکو ڈال تو دے پھر جب موسیٰ نے اُس لڑھی کو ڈال دیا تو وہ بکایک اڑدھا تھی چلتی ہوئی۔ خدا نے کہا اے کو اڑتالے اور مت ڈر ہم اُسکو پہلی ہی سہرت پر پھر کر دیں گے۔ اور اپنے ہاتھ کو بغل میں رکھ کر نکال چٹا بے عیب یہ

وما تلک بومینک یا موسیٰ
 قال ہی عصا اتوک علیہا
 وأهض بہا علی غنمی ولی فہما
 مارب اخروی قال انقہا یا موسیٰ
 فالقاہا فذا ہی حیة تسعی۔۔
 قال خذھا ولا تتخف سنعدھا
 سہرتھا الاولی۔۔ و اضم یدک
 الی جناحک تخرج بیضاء من
 غہر سود ایتہ اخری ۲۰ = سورۃ
 طہ آیہ ۱۸۔۔ ۲۳۔

دوسری نشانی ہے *

وَفَزَعَ يَدَهُ فَادَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنُّظَرِ ۝

۱۸۵

یہی مضمرن سورۃ نمل میں بھی آیا ہے خدا نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاثمی ڈال دے

جب موسیٰ نے دیکھا کہ وہ تو ہلکتی ہی گویا وہ اڑدھا ہی تو پیٹھے پیٹھ کر بھجھے ہوئے اور پھر پلٹ کر رخ نکلا خدا نے کہا اے موسیٰ مت ڈر مہرے پاس پیغمبر نہیں ڈرا کرتے — اور اپنے ہاتھ کو اپنی چھب میں ڈال کر نکال چٹا بے عجب — (جا) نو نشانیوں لہکر فرعون اور اُسکی قوم کے پاس بے شک وہ ایک قوم ہی نافرمان *

سورۃ قصص میں یہ فرمایا ہے کہ اپنی لاثمی ڈال دے جب موسیٰ نے دیکھا کہ وہ ہلکتی ہی گویا کہ وہ اڑدھا ہی پیٹھے پیٹھ کر بھجھے ہوئے اور پھر پلٹ کر رخ نکلا خدا نے کہا اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر بے شک تو ہی امن والوں میں سے اپنے ہاتھ کو اپنی چھب میں ڈال کر چٹا بے عجب نکال اور اپنے دونوں بازوؤں کو خوف سے ملا پس یہ دونوں دو برہان ہیں تھوڑے رب کی طرف فرعون کے اور اس کے سرداروں کے بے شک وہ لوگ نافرمان تھے *

والق عصاک فلما راھا تہتز کانہا جان ولی مدبراً ولم یعقب یاسوسی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون — داخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع آیات الی فرعون وقومہ انہم کانوا قہراً فاسقون ۲۷ - سورۃ نمل - ۱۰ و ۱۱ - وان انق عصاک فلما راھا تہتز کانہا جان ولی مدبراً ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الامینین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء واضم الیک چناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون ولانہ انہم کانوا قوماً فاسقون ۲۸ - سورۃ قصص - ۳۱ و ۳۲ -

ان آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کفایت جو حضرت موسیٰ پر ظاہر ہوئی اسی قوت نفس انسان کا ظہور تھا جسکا اثر خون اُنپر ہوا تھا — یہ کڑی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا اور نہ اُس پہاڑ کی تلی میں جہاں یہ امر واقع ہوا کسی معجزہ نہ تھے کا موقع تھا — اور نہ یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی تلی توڑی مکتب تھا جہاں پیغمبروں کو معجزے سکھائے جاتے ہوں اور معجزوں کی مشق کرائی جاتی ہو — حضرت موسیٰ میں از روئے فطرت وجہلّت کے وہ قوت نہایت قوی تھی جس سے اس قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں — انہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہی اپنی لاثمی پھونکی اور وہ اُنکو سانپ یا اڑدھا دکھائی دی یہ خون اُنکا تصرف اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی لکڑی ہی تھی اُس میں فی الواقع کچھ تبدیل نہیں ہوئی تھی — خدا تعالیٰ نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا ، فانقلب العصا قناباً — یعنی وہ لاثمی بدل کر اڑدھا ہو گئی بلکہ سورۃ نمل

اور نکالا اپنا ہاتھ پھر یکایک وہ چٹا تھا دیکھنے والوں کے لیے (۱۸)

میں فرمایا۔ کاتھا جان۔ یعنی گویا وہ اڑھا ہی — اس سے ظاہر ہی کہ برحقیت وہ اڑھا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لاتھی کی لاتھی ہی تھی *

اسکے بعد جب حضرت موسیٰ فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی کوسہ دکھاؤ حضرت موسیٰ نے اپنی لاتھی کو اٹھایا اور فرعون نے کہا کہ اے خداوند! یہ تو کونسی چیز ہے؟ (۱۹) — سورۃ الاعراف — ۱۰۳ —

ان واقعات کی نسبت لکھے ہیں منکر انکے ساتھ ہی یہ بھی لکھا دیا ہے کہ وہ لاتھی دیکھنے والوں کو اڑھا۔ معذوم ہوئی نہ یہ کہ برحقیت وہ اڑھا ہوئی تھی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ — خدا کا چہرہ یہ نول ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ

اگر میں تجھ کو علانیہ کرٹی کرشما دکھاؤں جب بھی تو مجھے قتل کریگا — تو یہ کہنا اسات پر نال ہی کہ

لاتھی کے ڈالنے سے پہلے خدا نے حضرت موسیٰ کو بتلادیا تھا کہ وہ اڑھا ہو جاوے گی کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو جو بات

حضرت موسیٰ نے یہی وہ نہ کہے — پھر جب حضرت موسیٰ نے لاتھی پھینکی تو وہ چڑخا طائر ہوئی جسکا وعدہ

اللہ نے کیا تھا پھر لاتھی علانیہ اڑھا ہو گئی اور علانیہ اڑھا

ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ وہ لاتھی دیکھنے والوں کو مارنے سے اور اڑر تمام نشانوں سے اڑھا

معلیم ہوئی •

اسکے بعد وہ واقعہ ہی جو حضرت موسیٰ اور ساحرہ فرعون میں واقع ہوا اور جسکا ذکر

مندرجہ حاشیہ آیتوں میں ہے اُن آیتوں کا مصموم یہ ہے کہ

جب فرعون نے ساحر جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ یا

تو تم ڈالو نہیں تو ہم پہلے ڈالنے میں موسیٰ نے کہا کہ تم

ہی ڈالو پھر جب انہوں نے اپنی رسماں اور لاتھیاں ڈالیں

لوگوں کی آنکھوں پر حجاب کر دیا اور انکو ڈرا دیا اور ایک

سزا جادو کیا اور فرعون نے بیکاری کہ ہم بے شک موسیٰ

فلما جاد السحرة قال لهم موسى
القوا ما أنتم ملقون فلما القوا
قال موسى ما جئتم به السحرة
ان الله سيبطله ان الله لا يصلح
عمل المفسدين - سورة يونس -
آیت ۸۰ و ۸۱ -

قَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۳﴾

پر غالب ہوئے پس یکایک انکی رسایاں اور لاثہاں موسیٰ کے خہال میں انکی جانو کے سبب سے معلوم ہوئیں کہ وہ چٹانی ہیں — پھر موسیٰ کے دل میں ترسا پیدا ہوا — ہم نے کہا کہ تو مت تر توہی اُن پر غالب ہی — موسیٰ نے فرعون کے ساحروں سے کہا کہ جو ترشمہ تم نے کیا وہ جانو ہی اللہ تعالیٰ ابھی اُسکو متادیکھا ہے شک اللہ مفسدوں کے کام کو نہیں سنوارتا — خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ڈال دے جو تھوڑے دائیں ہاتھ میں ہی نکل جاویگا جو کچھ انہوں نے کیا ہی جو کچھ انہوں نے کیا ہی جانو گرونا مگر ہی اور جانو گرو کو جہاں جاوے فلاح نہیں ہی — پس موسیٰ نے اپنی لاثہاں ڈال دی پھر یکایک وہ سب کو لگنے لگی *

سورۃ اعراف کی آیت میں جسپر باقی آیتوں محمول ہیں (لانہا بفسر بعضها بعضا) ایک جملہ آیا ہی کہ سحرورا عین الناس یعنی لوگوں پر دھت بندی کر ہی پس یہ جملہ صاف اسبات پر دلالت کرنا ہی کہ در حقیقت وہ لاثہاں یا رساں سانپ اور ازدھے نہیں ہو گئی تھیں بلکہ بسبب ناظر قوت نفس انسانی کے جو ساحروں نے کسب سے حاصل کی تھی وہ رساں اور لاثہاں لوگوں کو سانپ اور ازدھے معلوم ہوتی تھیں حضرت موسیٰ نے جو کچھ کہا وہ بھی قوت حضرت

قال لهم موسى القوا ما انتم ملقون قالوا جبالهم وعصهم وقالوا بعزة فرعون ايمانننن الغالبون تلقى موسى عصاه فاذا هي تلقف ما يافكون — سورۃ شعراء — آیت ۴۲ و ۴۳ —

قالوا يا موسى اما ان تلقى واما ان نكون نحن الملقين قال القوا فلما القوا سحرورا اعين الناس واسمهم وهم جبال يستحرم عظمهم و اوحينا الى موسى ان الق عصاك فاذا هي تلقف ما يافكون سورۃ اعراف — آیت ۱۱۰ — ۱۱۳ —

قالوا يا موسى اما ان تلقى واما ان نكون اول من القى قال بل القوا فاذا جبالهم وعصهم يتخذ الله من سحرهم انها تسعى فواجس في نفسه خيفة موسى قلنا لا تخف انك انت الاعلى والق ما في يمهك تلقف ما صنعوا اما صلحوا كهد ساحر ولا يفلح الساحر حيث اتى — سورۃ طه — آیت ۶۸ — ۷۲ —

بمقتضاه قوت نفس انسانی تھا کوئی امر مافوق الفطرت نہ تھا مگر وہ قوت حضرت موسیٰ میں فطری اور جبلی تھی *

اس امر کو علمائے متقدمین نے بھی تسلیم کیا ہی چنانچہ تمسور کبھر میں نکھا ہی کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہی کہ جب سحرۃ فرعون نے اپنی رساں اور لاثہاں ڈال دیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا تو جادو کے لفظ پر لوگوں نے دلیل پکڑی

ثم قال تعالى فلما القوا سحرورا اعين الناس واحتج به القائلون بان السحر معض التمويه قال

کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے بے شک یہہ شخص جادو گر ہی بہت بڑا جاننے والا (۱۰۶)

القاصی لوکان السحر حقا لکانوا قد سحروا قلوبہم لایفہم نشئت ان انحران انہم تصیلوا اھوال المعجزة مع ان الامر فی الحقیقة ماکان علی وفتی متخیلہ - تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۸۲ - سورۃ اعراف

ہی کہ سحر صرف دھوکا ہی - قاصی کا قول ہی کہ اگر جادو برحق ہوتا تو وہ لوگوں کے دلوں پر جادو کرتے نہ کہ انکی آنکھوں پر --- پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد یہہ ہی کہ انہوں نے لوگوں کے خیال میں عجیب باتیں ڈالی تھیں بالیہمہ حقیقت میں وہ باتیں اسی نہ تھیں جیسی کہ لوگوں کے خیال میں پڑی تھیں - یعنی وہ لائیاں اور رسدیاں درحقیقت سائب اور اڑدھے نہیں بنی تھیں بلکہ صرف لوگوں کے خیال میں ایسی معلوم ہوتی تھیں اور یہہ بات اسی تاہر قوت نفس انسانی کے سبب تھی جو سادہوں میں بذریعہ کسب اور موسیٰ میں بحسب فطرت تھی مگر حقیقت میں نہ ساحروں کی رسدیاں اور لائیاں سائب اور اڑدھا بنی تھیں اور نہ حضرت موسیٰ کی *

یہہ بیدضا

جبکہ یہہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہی کہ انسان اُسکے ذریعہ سے قویٰ متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہی اور پھر اُس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہی اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتوں جو کچھ اُسکو مقصود ہوتی ہیں ڈالنا ہی پھر اُنکو اپنے نفس موثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالنا ہی - پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہی حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا - اور قرآن مجید کے الفاظ یہ جو آیات مذکورہ بالا میں گذرے ہیں اور جنسے پایا جاتا ہی کہ لائیاں اور رسدیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سائب یا اڑدھے دکھائی دی تھیں تو یہ بوضاہ کا مسئلہ از خود حل ہو جاتا ہی کیونکہ اُسکا بھی لوگوں کو اس طرح پر دکھائی دینا اُسی قوت نفس انسانی اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہہ کہ وہ کوئی معجزہ ما فوق الفطرت تھا - اور درحقیقت حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی ماحول بدل جاتی تھی - جہاں قرآن مجید میں یہ بوضاہ کا ذکر آیا ہی وہاں یہہ و نزع یدہ فاذا ہی بوضاہ للفاظرین - سورۃ اعراف - ۱۰۵ - ۱۰۶

مضمون یہ موجود ہی کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ یکایک چٹا تھا دیکھنے والوں کے لئے - اور یہہ مضمون صاف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں وہ چٹا دکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفس انسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ ما فوق الفطرت *

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿۱۰۷﴾

اس مقام پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عصاے موسیٰ کا اڑدھا بقا اور ہاتھ کا چٹا ہونا اسی قسم کی قہر نفسی سے لوگوں پر دکھائی دیتا تھا جس طرح کی قہر نفسی سے سحرۃ فرعون کی رسواں و لالہاں سائب دکھلائی دیتی تھیں اور کوئی معجزہ ما "وق الفطرت نہ تھا تو خدا نے عصا و بیضاء کی نسبت یہ کہیں فرمایا کہ "مذانک برہانان من ربک" یعنی اُنکو خدا کی طرف سے برہان کیوں تعبیر کیا ہی — مگر برہان کہنے کی وجہ یہ ہی نہ عصاے موسیٰ کا اڑدھا مرئی ہونا یا ہاتھ کا چٹا دکھائی دینا فرعون اور اُسکے سرداروں پر بطور حجت الزامی کے تھا وہ اس قسم کے امور کو دلائل اسباب کی سمجھتے تھے نہ جس شخص سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں وہ کامل ہونا ہی اور اسی لئے اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے بھی کُشمہ دکھلانے کی خواہش کی تھی — پس اُن دونوں چہروں پر متقابلہ فرعون اور اُسکے سرداروں کے برہان سے تعبیر کرنا بالکل صحیح تھا اور اسی سبب سے اُنہوں نے کہا کہ اگر کوئی کُشمہ دکھلایا جاوے گا تو وہ موسیٰ کو سچا جانو گے — خون اسی آیت میں بمقابلہ فرعون اور اُسکے سرداروں کے اُن دونوں امر کو برہان قرار دینے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ "انہم کانوا قوما فاسقین" فسق کا لفظ نہایت وسیع معنی رکھتا ہے — فرعون اور اُسکے سرداروں کا ساحروں پر بسبب اُنکے کُشموں کے اعتقاد رکھنا بھی فسق میں داخل تھا پس خدا نے فرمایا کہ یہ دونوں امر ایسی قوم کے لئے جو ساحروں کے دشمنوں پر یقین رکھتی ہیں خدا کی طرف سے برہان ہیں — پس برہان کا لفظ اُن بیانات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اوپر بیان کیئے ہیں *

سورۃ نمل میں خدا تعالیٰ نے عصا کے ذکر کے بعد فرمایا کہ "وادخل يدک فی جیبک فخرج بیضاء من غیر سوء فی تسمع آیات الی فرعون وقومہ" لفظ تسمع آیات پر مفسرین نے دھت کی ہے کہ نہ نشانیوں سے کہا مراد ہے *

اسام فخرالدین رازی نے اس آیت پر تفسیر میں عصا اور بیضاء کے علاوہ یہ نو نشانیاں بیان کی ہیں — دریا کا پھٹ جانا — طوفان کا ہونا — تیزیوں کا آنا — پسوؤں کا — مہدکوں کا ہودا ہونا — پانی کا خون ہو جانا — مال و دولت مروشی میں کمی کا ہونا — قحط پڑنا — کھیتوں کی پھداوار کا لقايلٌ اہیقول کانت الایات احدی عشر ثلثان منها الید والعصا والنسج الفلق والطوفان والتجراد والقمل والضفادع والدم والطمس والعجب فی بواہیم

گھٹ جانا *

چاہتا ہی کہ نکال دیے تمکو تمہارے ملک سے پھر کہا تم حکم دیتے ہو ﴿۱۰۷﴾

والفقصان فی سوارعم (تفسیر) اور اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ”فی تسع آیات“ کبھر جلد پہنچے صفحہ ۱۰۷ (جملہ مستانہ ہی یعنی علاحدہ نظم ہی اور اُسکی نعرہ بوں ہی کہ اذہب فی تسع آیات الی فرعون“ یعنی عسا ورنہ بدیضا کا ذکر علاحدہ ہو گا ایکے سے نہ نشانہاں اور ہیں کہ وہ اہم مومن ہے پاس جا *

مگر یہ بیان صحیح نہیں اسلئے کہ وہ دو چیزیں جفا ذکر کیا تھی بطور نشانہاں نے نہیں دی گئی تھیں بلکہ فرعون اور اُسکی قوم پر بسبب ناقومانی کے بطور عذاب کے نازل ہوئی تھیں جنکو قرآن منجود ہے بھی ”رحمۃ“ سے بعد یہ لکھا ہے پس اُن واقعات کو تسع آیات قرار دینا صحیح نہیں ہو سکتا *

سورة بغی اسرائیل میں بھی تسع آیات کا ذکر ہی اور اُسکی نسبت مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ اُس آیت میں تسع آیات سے وہ نو احکام مراد ہیں جو حضرت موسیٰ نے بغی اسرائیل سے کہے تھے — مفسرین کا ایسا خیال کرنا غالباً اس آیت کے ان الداطیٰ بنا پر ہی ”فاسئل فی اسرائیل ان جاء سم“ یعنی خدا نے فرمایا کہ بغی اسرائیل سے دریافت کہ جسٹ موسیٰ اُن کے پاس آئے تو وہ نو احکام کیا بتائے تھے — اس خیال پر ہمارے راویوں نے ایک حدیث بھی بیان کر دی اور مفسرین نے قبول کر لی اور کہا یہی قول سب سے اچھا ہے *

تفسیر دیگر میں لکھا ہے کہ تسع آیات کے بیان میں متعدد اقوال ہیں سب سے اچھا قول یہ ہے کہ جو صفوان ابن عسال نے کہا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ دوغمر پاس چلو اُن سے پوچھو کہ وہ نو احکام کیا تھے وہ آئے اور پوچھا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ یہ تھے — خدا کے ساتھ کسیکو شریک مت کرو — چوری نہ کرو — زنا نہ کرو — قتل مت کرو — سحر مت کرو — سون نہ کھاؤ — عورتوں پر زنا کا اہتمام مت کرو — لڑائی میں بھاگو نہیں — اور بالخصوص یہودیوں کے لئے یہ حکم ہی کہ سبت

ولم یأتوا مری تسع آیات بیغات فاسئل بنی اسرائیل ان جاء ہم قتال ان فرعون انی لا طغک یا موسیٰ صھورا قال لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب السموات والارض بصایر وانی لا طغک یا فرعون متھورا — (سورة بغی اسرائیل آیت ۱۰۳)

فی تفسیر قولہ تعالیٰ تسع آیات بیغات اقوال اچودھا ما روئے صفوان ابن عسال انہ قال ان یہودیا قال لصاحبه اذہب بنا الی هذا الذبی سالہ عن تسع آیات فذہبا الی الغبی صلی اللہ علیہ وسلم وسالہ عنہا فقال ہون ان لا تشرکوا باللہ شیئاً — ولا تسرقوا — ولا تزنوا — ولا تقتلوا — ولا تمسکوا — ولا تاكلوا الربا — ولا تقدنوا لمصنعة — ولا تولوا العراء

قُلُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۸﴾

يَا تَوَكَّا بِكُلِّ سَجِرٍ عَلِيمٍ ﴿۹﴾

۸۔ ارحم الراحمین — علیکم خاصۃ
 الیہود ان انعمدوا فی السبت
 فقام الیہودیان فنبلا بدیہ ورحلمہ
 وقالوا انہد انک نبی ولولنا انخاف
 الممل لاتبعناک (تیسور کبیر
 جلد چہارم صفحہ ۲۸۵)

۹۔ دن زیادتی فکر — یہ سجدہ دوں یہودی کہتے ہوئے
 اور آنحضرت صلیع کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ہم
 گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نبی ہیں اگر ہمکو مارے
 جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم آپکی پیروی کرتے *
 مگر مفسرین کا یہ خیال کہ جن تسع ایات کا ذکر
 سورہ نمل کی آیت میں ہی وہ تو نو نشانیاں تھیں جو

حضرت موسیٰ فرعون کے پاس لیگئے تھے اور جن تسع ایات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں
 ہی وہ نو احکام بنی اسرائیل کے لیئے تھے صحیح نہیں معلوم ہوتا — کیونکہ اسی آیت میں
 ذکر ہی کہ تسع ایات کے جواب میں فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ میں تو تجھکو سحرزدہ
 سمجھتا ہوں — اور اس سے ثابت ہی کہ وہ احکام فرعون اور اُسکی قوم کے لیئے تھے نہ
 بنی اسرائیل کے لیئے اور “فاسئل بنی اسرائیل ان جاء ہم“ بطور جملہ معترضہ کے آبا ہی
 اُس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ احکام بنی اسرائیل کے لیئے تھے صحیح نہیں ہی *

غرضکہ ہماری تحقیق میں دونوں آیموں میں تسع ایات سے وہ احکام مراد ہیں جو
 حضرت موسیٰ فرعون اور اُسکی قوم کے پاس لیگئے تھے — یہ بات قابل تسلیم کے ہی
 کہ قرآن مجید میں اُن نو احکام کا ایک جگہ شمار نہیں کیا گیا ہی بلکہ جابجا متعدد
 احکام کا ذکر آیا ہی اگر اُن سب پر غور کیا جاوے تو وہ احکام ہماری سمجھ میں مندرجہ
 ذیل معلوم ہوتے ہیں *

۱ — توحید — کما قال اللہ تعالیٰ انی انا اللہ لا الہ الا انا — ۲ — اقرار بالرسالة — کما قال
 انا رسول ربک — ۳ — منع شرک سے — کما قال فاعبدنی — ۴ — اقامت صلوٰۃ — کما قال
 اقم الصلوٰۃ لذکری — ۵ — جزا و سزا — کما قال — تجزی کل نفس بما تسعی — ۶ —
 اعتقاد آخرت — کما قال ان الساعة اتيہ — ۷ — نزول عذاب منکرین پر — کما قال ان العذاب
 علی من کذب وتولی — ۸ — منع تعدی سے بنی اسرائیل پر — کما قال لاتعذبہم — ۹ —
 رہا کرنا بنی اسرائیل کا — کما قال ارسل معاذ بنی اسرائیل *

یہ تمام آیتیں جنکا اشارہ ہم نے کیا عام آیتیں نہیں ہیں بلکہ خاص آیتیں ہیں جو

انہوں نے کہا کہ موسیٰ اور اُسکے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں لوگوں کو جمع کر کے والے بھینچ (۱۸) تاکہ تیرے پاس ہو ایک بڑے جان نے والے جادوگر کو لے آویں (۱۹)

حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے قصہ میں وارد ہوئے ہیں اور اسی سبب سے ہم نے خیال کیا ہی کہ یہ وہ احکام ہیں جو حضرت موسیٰ خدا ہی طرف سے فرعون پاس لیائے تھے *

ششم — قتل اولاد

بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کا قتل توئی اسکا امر نہیں ہی جسکو کسی کوشمہ کی بنا پر قرار دیا جاوے اگرچہ مفسرین نے اُسکی بنا بھی ایک کوشمہ پر دیم کی ہی یعنی بعضوں نے تو یہ کہا ہی کہ کانٹوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کر دینا پس اُس تاریخ میں جو کانٹوں نے مقرر کی تھی جسقدر لڑکے پیدا ہوتے انکو فرعون نے مروا دالا — اور بعضوں نے یہ کہا کہ یہ قتل صرف اُسی تاریخ پر منحصر نہیں تھا بلکہ یہ قتل دوسوں تک جاری رہا اور نوے ہزار لڑکے قتل ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہی کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی 'پھر اُس آگ نے مصر کو گھیر لیا اور تمام دیہاتیں کو جلا دیا اور صرف بنی اسرائیل بچ رہے لوگوں نے اُسکی تعبیر دی کہ اُس شہر سے جہاں سے بنی اسرائیل آئے ہیں ایک شخص آوے گا اُسکے ہاتھ سے مصر کی سلطنت برباد ہوگی اسپر فرعون نے بنی اسرائیل کے مردوں کے قتل کرنے کا حکم دیا *

مگر قرآن مجید میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کا کچھ اشارہ نہیں ہی اور نہ بنی اسرائیل کے قتل کی بنا کسی آڑ کوشمہ پر بیان ہوئی ہی — قرآن مجید سے جو بات پائی جاتی ہی وہ صرف اسقدر ہی کہ بنی اسرائیل

و اِنْ نَجَّيْنَاكَ مِنَ الْفُرْعَانِ
يَسْأَلُونَكَ سَوْمَ الْعَذَابِ يُدَبِّتُونَ
اِبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْتِدُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي
ذَلِكَ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكَ عَظِيمٌ ۲ —
سورة بقرہ — ۳۶ —

اِنْ نَجَّيْنَاكَ مِنَ الْفُرْعَانِ
يَسْأَلُونَكَ سَوْمَ الْعَذَابِ يُقْتُلُونَ
اِبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْتِدُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي
ذَلِكَ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكَ عَظِيمٌ ۷ —
سورة اعراف — ۱۳۷ —

اِنْ تَالِىَ مُوسٰى الْقَوْمَ الَّذِيْنَ
نَعَمَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اِنْ نَجَّيْنَاكَ مِنَ
اَلْفِ فُرْعَانَ يَسْأَلُونَكَ سَوْمَ الْعَذَابِ
وَيُدَبِّتُونَ اِبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْتِدُونَ
نِسَاءَكُمْ وَفِي ذٰلِكَ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكَ
عَظِيمٌ ۱۲ — سورة ابراهيم —

اِنْ فُرْعَوْنَ عَلٰى فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْ
اٰهْلُهَا شُوعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةٌ
مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اِبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَعْتِدِي
نِسَاءَهُمْ اِنَّكَ اَنْتَ مِنَ الْمَقْسِدِيْنَ —

وَمَنْ عَلَى الْاٰلِ الذِّنِّ اسْتَضَعِفُوا فِى
الْاَرْضِ وَنَجَّعْلَهُمْ اٰثَةً وَنَجَّعْلَهُمْ
الْوَارِثِيْنَ — وَمَكَرَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۱۵﴾

وہی فرعون وہاں وجہوں سے فرعون اور اُسکے سرداروں کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ فساد کر کے مصر کی سلطنت کو برباد کر دیں گے اور اُسکے اسناد کے لئے یہ تدبیر کی تھی کہ جو لڑکے پیدا ہوتے تھے اُنکو قتل کروا دالنا تھا تاکہ مرد جن سے نہ بنیں اور فساد نہ ہو۔ اندیشہ تھا زیادہ بہتے پانچ چاندیہ سورہ فصص میں صاف لکھا ہے کہ فرعون کی سلطنت ملک میں بہت زبردست ہو گئی تھی اور اُسکے لوگوں کو گروہ گروہ کر دیا تھا اور ایک گروہ کو بنی اسرائیل کو اُن میں سے ضعیف کر دیا تھا اُنکے لڑکوں کو مار ڈالنا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھنا تھا خدا نے چاہا کہ اُس ضعیف گروہ پر سہرا نپائی کرے اور اُنہیں کو سردار بنائے اور اُنہیں کو وارث کرے اور ملک میں اُنہیں کو قدرت دے اور دکھلاوے فرعون اور اُسکے لشکر کو اُس ضعیف گروہ سے وہ چیز جس سے وہ بڑے تھے۔ اس میں صاف ثابت ہوا ہے کہ پہلی دفعہ یعنی قبل از ولادت حضرت موسیٰ جو فرعون نے قتل اولاد بنی اسرائیل کا حکم دیا تھا وہ صرف اسی خوف سے تھا کہ وہ بسبب کُفر ہونے کے فساد کرے۔ ملک کو نہ چھین لیں — کچھ عجیب نہیں کہ یہ قتل کسی حد تک رہا ہو اور پھر موقوف ہو گیا ہو *

یہ پہلا حکم قتل اولاد بنی اسرائیل کا تھا مگر جب حضرت موسیٰ فرعون کے پاس آئے اور خدا کے حکم پہنچائے اور کہا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دو اُس وقت پھر فرعون کو بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا اور اپنی سلطنت کے زوال کا خوف ہوا اور دوبارہ اُسے تدبیر کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مار ڈالنا چاہیئے چنانچہ سورہ مومن میں خدا نے صاف بیان کیا ہے کہ جب ہمارے پاس سے سچی بات فرعون اور اُسکے سرداروں کے پاس پہنچی تو اُنہوں نے کہا کہ مار ڈالو اُنکے لڑکوں کو جو موسیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اُنکی عورتوں کو زندہ رکھو اور فرعون نے کہا کہ شہر میں موسیٰ کو مار ڈالو نہ مجھ کو خوف ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیگا اور ملک میں فساد پھیلویگا — پس صاف ظاہر ہے کہ اسی خوف سے دونوں دفعہ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کے قتل کا حکم دیا تھا کوئی آڑ غیبی کرشمہ اُسکی بنہا نہ تھا *

اور اُنے جادوگر فرعون کے پاس اُنہوں نے کہا کہ ضرور ہمکو انعام ملے گا اگر ہم غالب ہونگے ﴿۱۱۵﴾

ہفتم قحط — ہشتم طوفان — و جراد و قمل و ضفادع — و دم

یہ تمام امور ایسے ہیں جو ہمیشہ دنیا میں موافق قانون قدرت واقع ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی واقع ہوئے تھے۔۔۔ ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بھی قانون قدرت کے قانع ہی جیسے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہونے میں اس کی حکمت قوم ساد کے فہم میں بالخصوص لکھ پڑے ہیں اس طرح ان واقعات ارضی و سماویٰ کو بھی خدا تعالیٰ نے فرعون اور اُس کی قوم کے گناہوں سے منسوب کیا ہی *

قحط کوئی فنی بات نہیں تھی حضرت یوسف کے زمانہ میں بھی سخت قحط پڑا تھا حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی قحط ہوا جو حضرت موسیٰ کے قصہ میں مذکور ہی *
جراد — دریائے نیل کی زیادہ طغیانی سے ہوجاتا ہی اور کبھی کبھی سینہ اور اولرنگا طوفان بھی اُچاتا ہی شام کے پہاڑوں سے اولے برسے ہوئے کبھی کبھی مصر تک پہنچ جاتے ہیں بتجلی کی چمک اور گرج بھی ہوتی ہی (دیکھو کینو کی دیوکلز سیکلویڈیا ص ۶۰۰) جن ملکوں میں بارش قلیل ہوتی ہی اور اولے اتنا ہی پڑتے ہیں اُن ملکوں میں اسقدر بارش بھی جز اور ملکوں میں معمولی خیال کی جاتی ہی نہایت سخت طوفان کا اثر دکھائی ہی خصوصاً اُس حالت میں جبکہ دریا کی طغیانی بھی اور خصوصاً نیل کیسے دریا کی طغیانی اُس کے ساتھ ہو رہی ہو تو قیامت ہی ہوتی ہی۔۔۔ پس موسیٰ کے عہد میں طوفان کا واقعہ ایک معمولی واقعہ سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔۔۔ جو بزرگی اُس میں تھی وہ صرف یہی تھی کہ اُس زمانہ میں واقع ہوا جبکہ حضرت موسیٰ وہاں تشریف لے گئے تھے *

جراد و قمل و ضفادع — یعنی ٹڈیوں پسوؤں یا اسی قسم کے کسی جانوروں اور میٹھکوں کا کثرت سے پیدا ہو جانا خصوصاً طوفان اور دریائے نیل کے چڑھاؤ کے اترنے کے بعد ایک ایسی بات ہی جو قدرتی طور پر واقع ہوتی ہی حشرات الارض دعا اُس کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں جنکو دیکھ کر حیرت ہوتی ہی۔۔۔ پس حضرت موسیٰ کے عہد میں اُن حشرات الارض کا پیدا ہوجانا جسقدر کثرت سے وہ پیدا ہو گئے ہوں اور کیسی ہی سخت مصیبت اُن کے سبب سے مصریوں پر پڑی ہو کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں ہی جسکو ایک لمحہ کے لئے بھی واقعہ مافوق الفطرت تصور کیا جاوے *

دم کا لفظ الہمہ لوگوں کو حیرت میں ڈالنا ہوگا۔۔۔ بعض مفسرین نے اس بات کو کہ تمام

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِئِنْ الْمُقْرَبِينَ ﴿۱۱﴾

دریا اور حوض اور تمام پانی جو مریضوں میں تھا خون ہو گیا غیر قابل یقین خیال کر کے یہہ لکھا کہ فرعون اور اُس کی تمام قوم کو نکسور پہنچے یعنی ناک سے خون جاری ہونے کی بیماری ہو گئی تھی — گو کہ کسی وبا کا پہلا جاننا خصوصاً قحط و طوفان کے بعد کوئی امر بعید از غفل نہیں ہی — افسوس اصل بات یہہ معلوم ہوتی ہی کہ دریائے نیل کا پانی اذہرچہ معمولاً نیلے رنگ کا رہتا ہی مگر کبھی طغیانی کے زمانہ میں اُس کا رنگ سرخ لال ایفست کے گہرے رنگ کی مانند ہوتا ہی (دیکھو کیونیکلویدیا صلیڈا صلیڈا صفحہ ۵۹۹) اور چیمبرز انسیکلوپڈیا جلد سوم صفحہ ۷۸۶) اور جب کبھی فزائی مادہ کثرت سے آجاتا ہی تو سبز ہو جاتا ہی (دیکھو انسیکلوپڈیا برتیکا صفحہ ۲۲۲) پس اسی قسم کے واقعات کے سہ ب سے اُس کا پانی سرخ ہو گیا ہوا جسکو دم سے تعبیر کیا ہی *

یعنی اوقات پانی میں نہایت تاریک کھڑے سرخ رنگ کے استدر کثرت سے پیدا ہو جاتے تھے کہ تمام پانی کا رنگ سرخ ہو جاتا ہی بتدریج احمر میں بھی اس قسم کی حالت پائی جاتی ہی — بتدریج احمر کے حال میں سالت نے لکھا ہی کہ فزوری کے مہینہ میں ایک دفعہ جہاز کے کونہ کچھہ دور تک سمندر نہایت سرخ ہو گیا چونکہ اس عجیب تبدیلی کا باعث ہم دریافت کرنا چاہتے تھے ہم نے ایک سڑن کو پانی میں ڈالا اور اُس میں بہت سی وہ چیزیں نکالیں جو پانی پر تیر رہی تھیں وہ چیزیں نے مشابہ ایک چیز تھی جس میں نے انہما چھوٹے چھوٹے کھڑے تھے اور ہر ایک کے اوپر ایک سرخ دھبہ تھا یہہ جانور ایک جگہ جمع ہونے سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پانی میں کوئی سرخ چیز گھولدی ہو — ان برگ کو بھی جو ایک بہت بڑا نیچرل فلاسفی کا علم تھا ایسا ہی واقعہ پوش آیا تھا اور اُس نے بھی بتدریج احمر کی اسی حالت ہو جانے کی تصدیق کی ہی *

پس یہی حالت دریائے نیل کی بھی ہو گئی اور جبکہ ثابت ہوا ہی کہ اُس کا پانی بھی کبھی سرخ ہو جاتا ہی تو اُس کی اسی حالت ہو جانے پر زیادہ یقین ہوتا ہی — ان کھڑوں کا بہت کثرت سے پانی میں جمع ہو جانا بلاشبہ لوگوں کو اُس کے استعمال سے باز رکھتا ہوگا اور وہ پانی ناقابل استعمال ہو جانا ہوگا — فرعون کے زمانہ میں بھی دریائے نیل سے گہروں میں اور کھڑوں میں اور حوضوں میں نلوں کے ذریعہ سے پانی لیگئے تھے پس جہاں جہاں اُس کا پانی جانا ہوگا سب جگہ یہی حال ہو گیا ہوگا — اُس پانی کو لوگوں نے بلا خیال برتنوں میں بہرہ لیا ہوگا اور توڑتی دیر بعد دیکھا ہوگا کہ وہ سرخ مثل خون کے ہی —

فرعون نے کہا ہاں اور بے شک تم مقربوں میں سے ہو گے ﴿۱۱﴾

اونچے مقاموں میں جہاں دریائے نیل کا پانی نہجانا ہوگا وہاں یہ، کیفیت نہوٹی ہوگی اور ممکن ہی کہ بغی اسرائیل اونچی زمین پر رہے ہوں جہاں نہل کا پانی نہ جاتا ہو یا اُنکے گھروں میں پانی جانے کے نل نہیں اور اُن کے گھروں میں یہ کیفیت نہوٹی ہو *

نہم — غرق فی البحر

فرعون کا بغی اسرائیل کے تعاقب میں جانا اور بغی اسرائیل کا دریا کے پار اتر جانا اور فرعون کا دریا میں قرب جانا ایک تاریخی واقعہ ہی اور ہم اُس کو نہایت تفصیل سے سورۃ اعراف کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں † پس اس مقام پر زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں *

دہم — اعتکاف مصر میں موسیٰ کا پہاڑ میں

اعتکاف کا واقعہ اُس زمانہ کا ہی جبکہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو فرعون کی قہر و اعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ سے چھوڑا کر اور فرعون کو اور اُس کے لشکر کو دریا میں نہو کر اُس جنگل میں نکال لائے جو بحر احمر کی دونوں شاخوں کے درمیان میں ہی اور جس کا نقشہ سورۃ بقرہ اعراف — ۱۳۸ — کی تفسیر میں بظاہر ہی *

و ان واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ ثم انخذتم العجل من بعده و انعم ظالمون — ۴ — سورۃ بقرہ — ۳۸ — یہ کوئی امر زیادہ بحث کے قابل نہیں حضرت موسیٰ تیس دن کا اعتکاف کرنے کے لیئے پہاڑ پر گئے تاکہ خدا کی عبادت میں مصروف ہوں مگر وہاں چالیس دن لگ گئے — تو بہت میں لکھا ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات موسیٰ پہاڑ پر رہے اور نہ روتی کھائی نہ پانی پیا (سفر توریہ مثنیٰ باب ۹ ورس ۹) زیادہ تو مقصود اس اعتکاف سے یہ تھا کہ خدا کی عبادت اس بات میں چاہوں کہ اس جم غفیر کی ہدایت و انتظام اور خدا کی عبادت کے لیئے کیا قواعد یا احکام قرار دیئے جاویں *

بغی اسرائیل کو چار سو برس سے زیادہ ہو گئے تھے کہ مصر میں رہتے تھے اور گو وہ خدا کو ماننے تھے مگر وہاں کی بت پرستی اور اُسکی شان و شوکت کے عادی ہو گئے تھے اور ظاہر میں بھی معبود کے وجود کے موجود ہونے کی خواہش منزل بت پرستوں کے اُن کے دل میں سما گئی تھی اس لیئے نہایت مشکل بات تھی کہ اُن کو ایک ایسے خدا کے واحد کی

قَالُوا يَمُوسَى اِمَّا اَنْ تَلْقٰى وَاِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فَتَحْنِ الْمَلٰٓئِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

پرسشیں پر متوجہ نہ ہوا جس کا نہ ظاہر میں کوئی وجہ تھی نہ ظاہری وجہ میں اور نہ کسی ظاہری شکل میں آسکتا ہی بلکہ محض بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمونہ — غالباً یہی بات سب سے زیادہ حضرت موسیٰ کو بھی مشکل تھی — اور وہ ضرور اس خیال میں تھے کہ معبد کو ظاہری صورتوں سے اس طرح بنایا جاوے جن کی عبادت تو نہ کی جاوے مگر بنی اسرائیل کی دل بستگی کا ذریعہ ہوں — اور اسی وجہ سے انہوں نے معبد میں کردیوں کی مجسم شکلوں چاندی و سونے کی بنائیں ہم قبول کرتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے حکم سے بنائی ہونگی مگر بنائیں — جس کا سبب بجز مذکورہ بالا امر کے اور کچھ نہ تھا — اور اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو سچی اور ٹھیک خدا پرستوں نے اسی طرح بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمونہ طریقہ پر جوہا کہ وہ معبود حقیقی ہی محتوم رسول اللہ صاعم نے قائم کی موسیٰ ... بارچون اس شان و شوکت کے قائم نہیں ہو سکی نہ ہمکو کردیوں کی حاجت تھی نہ ہائی پوہست کی نہ کسی معبد کی نہ قربانی سوختن کی نہ بنڈور کی اور نہ آتش دان کی نہ خاص پوشاک اور سینہ بند کی ہم سچے خدا کی پرستش جنگل میں دریا میں پہاڑ میں گہر میں بازار میں آندھیرے میں اُحالے میں کپڑا پہنے بن کپڑا پہنے کر سکتے ہیں ہمارا دل ہی خدا کا معبد ہی ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہی اور ہم خدا کے ساتھ اور یہہ ایسا ساتھ ہی کہ نہ کبھی ہم اُس سے چھوٹ سکتے ہیں اور نہ وہ ہمکو چھوڑ سکتا ہی -- سبحانہ و تعالیٰ شانہ والحمد لله رب العالمین *

یازن ہم — حقیقت کلام خدا یا موسیٰ

کلام خدا کا جب تک نہ سنیں یہہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کیسا ہوتا ہی — مگر انسانوں کا کلام جو سننے میں آتا ہی وہ تو یہہ ہی کہ زبان اور ہونٹ دلتے ہیں اُس سے بمدد ہوائے محفوظ کے ایک آواز کان تک پہنچتی ہی ہر ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ بلکہ ہر لفظ کے پہلے حرف کے بعد دوسرا حرف نکلتا ہی اور حرفوں سے ملکر لفظ اور لفظوں سے ملکر جملہ ہوجاتا ہی — پھر کیا خدا کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہی ؟ *

علمائے اسلام نے کہا ہی کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے خدا کو متکلم کہا ہی اور اُس کے کلام کو ثابت کیا ہی پس اُسکا متکلم ہونا اور خدا کے لئے کلام کا ہونا تو ثابت ہو گیا — مگر انہوں نے یہہ نہ بتایا کہ ایسا ہی کلام جوہا ہمارا ہمارا ہی یا کسی آرزو طرح کا لیکن انہوں نے اُسپر دوسری بحث قدیم اور حادث ہونے کی چھوڑ دی یعنی اسباب کی کہ

فرعون کے جانور گروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا نو نو قال اور یا ہم ثالث والے ہیں ۱۱۲

خدا کا کلام قدیم ہی یا حادث — ہم اُس بحث کو اس مقام پر لکھتے ہیں اور اُمید ہے کہ اُسی سے رہت لگ جاویگا کہ اُسکا کلام کیسا ہوتا ہے *
قاضی عضد اور علامہ سید شریف شرح مواقف میں تصریح فرماتے ہیں کہ خدا کے کلام کے قدیم و حادث ہونے پر دو منقاض قیاس ہیں — ایک قیاس یہ ہے کہ — خدا تعالیٰ کا کلام خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے — اور جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہی — پس خدا کا کلام قدیم ہی *
دوسرا قیاس جو اسکے برخلاف ہے وہ یہ ہے کہ — خدا کا کلام 'حرفوں و لغتوں کی ترتیب سے' مانا جاتا ہے جو ایک بعد دوسرے کے وجود میں آئے ہیں — اور جو چیز اس طرح پر بنی ہو وہ حادث ہوتی ہے — پس خدا کا کلام بھی حادث ہے *
حنبلی پہلے قیاس کو ٹھوٹ بناتے ہیں اور اسباب کے قابل نہیں کہ خدا نے کلام میں حرف بھی ہیں اور آواز بھی ہے اور وہ دونوں اپنے آپ قائم ہیں اور قدیم ہیں پس کلام خدا کا بھی قدیم ہے — پس گویا حنبلی دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ نو کہ جو چیز اس طرح پر بنی ہو وہ حادث ہوتی ہے " نہیں مانتے *
قاضی عضد اور علامہ سید شریف دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حنبلیوں کا دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو نہ ماننا قطعاً غلط ہے کیونکہ ہر ایک حرف اُن حروف میں سے جن سے اُن کے نزدیک کلام خدا کا مرکب ہے ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے تو وہ دوسرا حرف قدیم نہوا اور جو پہلے حرف کے لیئے بھی ختم ہونا ہی تو وہ بھی قدیم نہوا اور جو کلام کہ ان سے مرکب ہو رہا ہے وہ بھی قدیم نہوا *
کرامیہ فرقہ اسباب میں کہ خدا کے کلام میں حرف، آواز ہی حنبلیوں کے ساتھ متفق ہیں مگر وہ اُسکو حادث مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی ذات میں قائم ہی کیونکہ وہ اسباب پر یقین کرتے ہیں کہ خدا کی ذات میں حوادث کا قائم ہونا جائز ہے — پس گویا کرامیہ دوسرے قیاس کو تو صحیح مانتے ہیں اور پہلے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ " جزو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہی " نہیں مانتے *
معتزلی خدا کے کلام میں آواز اور حرف کو اُسی طرح پر مانتے ہیں جس طرح کہ حنبلی اور کرامیہ مانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ آواز اور حرف خدا کی ذات میں قائم نہیں ہیں بلکہ خدا اُسکو درستی چھڑ میں پیدا کر دیتا ہے مثلاً لوح محفوظ میں یا جنہ ٹول

قَالَ الْقَوَّاءُ فَلَمَّا الْقَوَّاءُ سَكَرُوا أَعْيَنَ النَّاسِ وَاسْتَوْهَبُوا هَمَّ

وَجَاءَ وَبَسِطَ عَظِيمٍ



میں یا فنی میں اسلمیئے خدا کا کلام حادث ہی پس معتزلی دوسرے قیاس کو صحیح سمجھتے ہیں اور پہلے قیاس کے پہلے جملہ کو کہ "خدا تعالیٰ کا کلام خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہی" نہیں مانتے *

اسپر قاضی عضد اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں کہ جو کچھ معتزلی کہتے ہیں ہم اس سے انکار نہیں کرتے بلکہ ہم بھی وہی کہتے ہیں مگر اسکا نام کلام لفظی رکھتے ہیں اور اسکو حادث مانتے ہیں اور ذات خدا تعالیٰ میں قائم نہیں کہتے — اس کے سوا ہم ایک آڑ امر ثابت کرتے ہیں اور وہ معنی میں قائم بالنفس جسکو کہ لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہی اور وہی حقیقت میں کلام ہی اور وہی قدیم ہی اور وہی خدا تعالیٰ کی ذات میں قائم ہی — پس دوسرے قیاس کا جو دوسرا جملہ ہی کہ "خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترتیب سے ملکر بنا ہی" اسکو نہیں مانتے — اور ہم یقین کرتے ہیں کہ معنی اور عبارت ایک نہیں ہیں کیونکہ عبارت نو زمانہ میں اور ملک میں اور قوموں میں مختلف ہو جاتی ہی اور معنی جو قائم بالنفس ہیں وہ مختلف نہیں ہوتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان معنوں پر دلالت کرنا بھی لفظوں ہی میں منحصر نہیں ہی کیونکہ ان معنوں پر کبھی اشارہ سے اور کبھی نفاذ سے اسی طرح پر دلالت کی جاتی ہی جوسیکہ عبارت سے — اور مطلب جو کہ ایک معنی ہی قائم بالنفس وہ ایک ہی ہوتا ہی اور کچھ متغیر نہیں ہوتا باوجودیکہ عبارتیں بدل جاتی ہیں اور دلالتوں مختلف ہو جاتی ہیں اور جو چیز متغیر نہیں ہوتی وہ اس چیز کے سوا ہی جو متغیر ہو جاتی ہی — یعنی جو چیز کہ متغیر نہیں ہوتی وہ تو معنی قائم بالنفس ہیں اور وہ اس چیز سے جو متغیر ہو جاتی ہی یعنی عبارت سے علاحدہ ہیں — (انتہی ملخصاً) *

جو کچھ کہ قاضی عضد اور علامہ سید شریف نے فرمایا یہی مذہب اہل سفت و جماعت کا ہی — اس سے پہلے کہ ہم اپنی تحقیق بیان کریں مناسب ہی کہ جو باتیں ان بزرگوں نے چھپا رکھی ہیں ان کو کھول دیں تاکہ لوگوں کو صاف معلوم ہو جاوے کہ ان اصول کے ماننے سے جو ان بزرگوں نے توار دیئے ہیں کھا نتیجہ پھدا ہوتا ہی *

معتزلیوں نے کہا تھا کہ آواز اور حرف دونوں خدا کی ذات میں قائم نہیں ہیں بلکہ

دوسری نے کہا تم قالو یہو جب انہوں نے قالو مولوگوں کی آنکھوں پر چاندو کردیا اور اُن کو

تدرايا اور لائے بڑا چاندو ﴿۱۱۳﴾

وہ اُن کو دوسری چھوڑ میں بھدا کردیتا ہی قاضی صاحب اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں یہہ صحیح ہی مگر ہم اُس کا نام کلام لسانی رکھتے ہیں۔۔۔ مگر یہہ نہیں فرماتے کہ نفس کا کلام بعضی خدا کا یا اُس کا جس میں خدا نے اُس کو بھدا کردیا تھا *
یہو اُس پر زیادہ تحقیق یہہ کرتے ہیں کہ صرف معانی قائم بالنفس اور غور متغیر ہیں اور درحقیقت وہی کلام ہی اور وہی قدیم ہی اور اُس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترکیب سے بنا ہی *

اس بیان میں صریح یہہ نقش ہی کہ اگر اُس کو تسلیم کرلیا جاوے تو جو الفاظ قرآن مجید کے ہیں وہ خدا کے لفظ نہیں رہتے بلکہ اُس کے لفظ ہوتے ہیں جس میں وہ پیدا کیئے ہیں خواہ وہ جبرئیل ہوں یا نبی اور جو کہ وہ کلام انہی لفظوں سے مرکب ہوا ہی تو وہ کلام یہی اسی شخص کا ہوا نہ خدا کا *

دوسری تحقیق میں پہلا قیاس صحیح ہی اور میں خدا کے کلام کو اُس کی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات خدا کو قدیم ماننا ہوں اور اسی لئے خدا کے کلام کو ہی قدیم یقین کرتا ہوں۔۔۔ مگر حنفیوں اور کرامیوں سے اس بات میں مختلف ہوں کہ خدا کے کلام میں آواز ہی اور اہل سنت و جماعت کے اس مسئلہ سے مختلف ہوں کہ صرف معانی قائم بالنفس ہوں اور وہی درحقیقت کلام ہی اور وہی غور متغیر ہی بلکہ دوسرے نزدیک معانی اور لفظ دونوں قائم بالنفس ہوں اور دونوں قدیم و غیر متغیر ہوں *

لفظ بھی حقیقت میں ایک مقصد یا مختص معانی ہوں جن پر بولے جانے کے بعد ہم لفظ کا اطلاق کرتے ہیں۔۔۔ انسان جو گفتگو کرتا ہی اُس وقت بھی الفاظ اُس کے نفس میں اُن کے بولے جانے کے قبل موجود ہوتے ہیں۔۔۔ مگر صرف معانی کو قائم فی الذات ماننے اور معانی اور لفظ دونوں کو قائم فی الذات ماننے میں یہہ فرق ہی کہ پہلی صورت میں اُن معانی کو الفاظ مختصہ میں تعبیر کرنا لازم نہیں آتا اور دوسری صورت میں بجز الفاظ معینہ مختصہ کے اور کسی الفاظ سے تعبیر نہیں ہو سکتے۔۔۔ مثلاً الحمد لله کلام خدا ہی یہہ ذات باری میں مع معانی و الفاظ کے اس طرح پر قائم ہی کہ جب تلفظ میں آویکا تو الحمد لله ہی اُس کا تلفظ ہوگا الحمد لله اُس کا تلفظ نہیں ہونے کا نہ ثناء الله اُس کا

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَتِيَ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ



تلفظ ہوگا اور ہم قرآن مجید کو اسی معنی کو معہ معانی اور الفاظ کلام خدا کہتے ہیں اور قدیم تسلیم کرتے ہیں *

لفظوں کے قائم بالذات ہونے میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا۔ اس کو مثال دیکر سمجھانا بلا شبہ مشکل ہی مگر اس طرح پر سمجھ میں یا خیال میں آسکتا ہی کہ اگر جس طرح اُن الفاظ کے نقش کو آئینہ کے سامنے رکھنے سے وہ سب معاً بلا تقدم و تاخر اُٹھنے میں منقش معلوم ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے بھی بمعنی مذکورہ قائم فی الذات ہونے میں تقدم و تاخر لازم نہیں آتا — ذات باری کی نسبت ہم ثابت کرچکے ہیں کہ وہ علۃ العلل تمام چیزوں کی ہی جو ہو چکیں اور ہرتی ہیں اور ہونے والی ہیں — اس لئے ضرور ہی کہ وہ تمام چیزیں ذات باری میں قائم ہوں اُن کے ظہور کے زمانہ کے مختلف ہونے اور تبدیل کیفیت و کمیت سے اُس چیز میں جو قائم فی الذات ہی حدوث لازم نہیں آتا *

اس صورت میں قاضی عضد اور علامہ سیّد شریف کا یہ کہنا کہ ہر ایک حرف اُن حرفوں میں سے جسے کلام خدا مرکب ہو ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہی تو وہ دوسرا حرف قدیم نہوا (الی آخرہ) صحت میں نہیں رہتا اسلئے کہ اس امر کا وقوع اُس وقت ہوتا جبکہ ہم کلام خدا میں حرف اور آواز دونوں مانتے ہوئے جب ہم کلام خدا میں آواز کو تسلیم نہیں کرتے تو نقص مذکورہ لازم نہیں آتا *

آواز کی کوئی دوسری حقیقت بجز اس کے کہ ہوا کی مدد اور زبان اور ہوتوں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہی ہم نہیں جانتے پس اُس کو بجنسہ خدا کی صفت قرار دینا اور یہ خیال کرنا کہ خدا کے منہ سے بھی مثل ہمارے منہ کے ایک حرف دوسرے حرف کے بعد نکلتا ہی بقاء فاسد علی الفاسد ہی — پہلے ایک غلط امر کو تسلیم کیا ہی پھر اُس کی بنا پر دوسری غلطی قائم کی ہی *

جبکہ ہم کسی پر خوارہ و جبرئیل ہو جو حسب اعتقاد جمہور مسلمین خدا اور انبیاء میں مثل ایلیٰ کے واسطہ ہی اور خوارہ و خود نبی مبعوث ہو جیسا کہ میرا خاص اعتقاد ہی خدا کے کلام کا قائل ہونا کہتے ہیں تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ خدا نے اُس کے دل میں بجنسہ وہ الفاظ جن کو بعد اُس کے وہ تلفظ کریگا معہ اُن کے معنی کے جو مقصود

زبان زیرا که اگر گوش از زبان متمم بود و سماع کلام بهیچون حاصل
 نمائند و شایان ارتباط مرتبه بهیچون نگشتی لایستمال عطای الملک
 الاطایة غایة مافی الباب آن معنی متلقي از راه روحانیت اخذ نموده
 بود ثانیاً در عالم خیال که آن در انسان نمثال عالم مثال است بصورت
 حروف و کلمات مرتبه متمثل میگردد و آن تلقی و القا بصورت سماع
 و کلام لفظی مرتسم میشود چه هر معنی را در آن عالم صورتی است اگرچه
 آن معنی بهیچون بود اما ارتسام بهیچون هم آنجا بصورت چون است که
 فهم و افهام بآن مربوط است که متصور از آن ارتسام است و چون سالک
 متوسط در خون حروف و کلمات مرتبه می یابد و سماع و کلام لفظی
 احساس می نماید خیال میکنند که این حروف و کلمات را از اصل
 شهوده است و بجه تفاوت از آنجا اخذ کرده نمی دانند که این حروف
 و کلمات صور خیالی آن معنی متلقي است و این سماع و کلام لفظی
 تمثال سماع و کلام بهیچونی عارف نام المعرفة را باید که حکم هر مرتبه
 را جدا سازد و یکی را بدیگری ملتبس نگردانند پس سماع و کلام این الگو
 که مرتبه بهیچونی مربوط است از قبیل تلقی و القاء روحانی است
 و این کلمات و حروف که تعبیر از آن معنی متلقي بآن می نماید از علم
 صور مثالی و گروهی که گمان برده اند که ما حروف و کلمات را از آن
 حضرات جل سلطانه استماع می نمائیم دو فریق اند یکی از آن دو فریق
 که احسن حال اند میگویند که این حروف و کلمات حادثه مسموعه دال
 اند بر آن کلام نفسی قدیم و فرق دیگر اطلاق قول بسماع کلام حق جل
 شانه می نماید و همین حروف و کلمات مرتبه را کلام حق میدانند
 حل و علا و فرق نمیکنند هر میان آنکه لایق نشان او تعالی کدام است
 و کدام است که شایان جذاب قدس او نیست سبحانه و هم الجبال
 الباطل لم یعرفوا ما یجوز علی الله سبحانه عما لا یجوز علیه تعالی سبحانک
 لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت السميع العليم الحکیم والصاراة والسلام
 علی خیر البشر و آله و اصحابه الاطهر *

متعلق صفحہ ۲۳۹

اس صفحہ کی بائیسویں سطر کے بعد اس عبارت کو پڑھنا چاہئے
 کلام الہی کی نسبت جو کچھ خدا نے مہارے دل میں ڈالا ہے
 بعینہ وہی ہے جو حضرت مولانا و مرشدنا حضرت شیخ احمد
 سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا ہوا تھا
 چنانچہ اس باب میں جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے ذیل میں
 مندرج ہے *

حضرت ممدوح نے مکذوب نود و دوم جلد سوم میں جو مقام فقیر
 ہاشم کشمی تحریر فرمایا ہے اس طرح پر لکھا ہے — پوسیدہ بودند
 آنکہ بعض عرفاء فرمودہ اند کہ ما کلام حق را می شنویم و یا ما را با او
 تعالیٰ مکالمہ میشود چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ منقول است کہ گفت ما زلت اردد الایۃ حتی سمعتها من المتکلم بہا =
 و نیز از رسالہ غوثیہ کہ منسوب بہ حضرت شیخ عبدالقادر جہلی است
 قدس سرہ مفہوم میگردد کہ چہ معنی است و تحقیق آن نزد تو چیست
 بدان ارشدک اللہ تعالیٰ کہ کلام حق جل و علا در رنگ ذات حق
 و سایر صفات حق جل شانہ بیچون و بیچگون است و سماع آن ظلم
 بیچون و نیز بیچون است زیرا کہ چوں را بہ بیچون راہ نیست پس
 این سماع مربوط بہ خاصہ سمع نباشد کہ سراسر چون است آنجا اگر از
 بحدۃ استماع است یا بملقی روحانہست کہ نصیبی از بیچونی دارند
 و بے واسطہ حروف و کلمات است و نیز اگر از بحدۃ کلام است ہم بالقامہ
 روحانی است بے حروف و کلمہ و این کلام نصیبی از بیچونی دارد کہ
 مسموع بیچون میگردد یا آنکہ گوئیم کہ کلام لفظی کہ از بحدۃ صادر میشود
 حضرت حق سبحانہ تعالیٰ آنرا نیز بسمع بیچونی استماع میفرماید
 و بے توسط حروف و کلمات و بے تقدیم و تاخیر آنرا موشنود ان لا یجری
 علیہ تعالیٰ زمان یسع فیہ التقدیم والتاخر و در ان موطاں کہ از بحدۃ
 سماع است بکلمت سماع و اگر کلام است ہم بکلیۃ متکلم تمام گوئی
 و تمام زبان است روز مہتاق ذرات مخرجہ قول الست بریکم را بے واسطہ
 بکلمت خود شنودند و بکلمت خود جواب بے گفتند تمام گوش بودند و تمام

اور وحی کی ہمہ موسیٰ کی طرف کہ قال نے اپنی لائے پہر وہ یکایک نکل جا رہی

جو کچھ انہوں نے نہ پایا کیا ہی ﴿۱۱۲﴾

ہیں پیدا کیا ہی یا القا کیا ہی اور وہی لفظ بحقیقہ نبی نے تلفظ کیا ہے ہیں پس گو اُس
مبی کا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہو مگر وہ الفاظ معہ اُن کے معنی کے با وہ معنی مفید
جائز تعلق بہ جز اُبی اللہ کے نہیں ہو سکتا تھا ندیم اور کلام خدا ہوں اور یہی میرا اسمان
قرآن مجید کہ نسبت ہی کہ وہ بالظن معہ معانیہا قدیم و کلام خدا ہی اور چون خدا نے
اپنا کلام پیغمبر خدا میں بلا واسطہ پیدا کیا ہی جیسا کہ میرے کسی مقام پر کہا ہی —
۱۔ جبریل امین قرآن بہ پیغامہ فیخبرناہم * ۲۔ گفنا معشوق است قرآنے کہ میں دارم
مگر پیغمبر خدا کا یا ہمارا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہی *

اس مضمون کو بذریعہ کسی مثال نے معذیان بلا شبہ نہایت مشکل ہی مگر ہم ایک
دریغ ترین مثال سے اُس کو سمجھاتے ہیں — فرض کرو کہ ایک شخص کسی سبب سے
بول نہیں سکتا مگر ایک اپنی تحریر ہمارے سامنے پیش کرنا ہی جس کو ہم پڑھتے ہیں
پس گو اُس تحریر میں آواز نہیں ہی مگر جو لفظ مطابق اُس تحریر کے ہماری زبان سے
نکلے ہیں وہ لفظ بلا شبہ اُسی کے ہیں جس نے اُن کو لکھا ہی اور ہم صرف اُن لفظوں کا
تلفظ کرتے ہیں مگر نہ حقیقت وہ ہمارے لفظ نہیں ہیں — اور یہہ یہی نہیں کہہ سکتے
کہ وہ لفظ ہر وقت ہمارے تلفظ کے پیدا ہوئے ہیں *

ہم اس بات سے انداز نہیں کرتے کہ انبیاء اور اولیاء کوئی عہدی آواز نہیں سنتے —
سنتے ہو گئے مگر وہ خدا کی آواز نہیں ہی بلکہ وہ اُس القا کا اثر ہی جو اُن پر ہوا ہی
اور وہ انہی نے نفس کی آواز ہی جو اُنکے کان میں آئی ہی — وہ بیداری میں اسطرح
آواز کو سنتے ہیں جیسیکہ سونے میں خواب دیکھنے والا سنتا ہی — یا جیسیکہ بعضی دفعہ
لوگوں کو جو کسی خیال میں مستغرق ہیں بیدار کسی بولنے والے کے کان میں آواز
آتی ہی *

حضرت موسیٰ اپنے مقام سے مہ اپنے گھر والوں کے مصر کو روانہ ہوئے — جو جو خیالات
حضرت موسیٰ کو نسبت اُن مشکلات کے ہونگے جو مصر میں پیش آنے والی تھیں — اور
اپنی قوم کو فوجوں کے ظلم سے نجات دینے کی مشکلات نے اُن کے دل کو کس قدر غمگین اور
منفک کیا ہوگا اور ان تمام حالتوں کے سبب اُنکو ذات باری میں کس قدر استغراق رہا ہوگا

فَوْقَ الْحَقِّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۵﴾

کیونکہ ایسی مشکلات الینکل کے حل کرنے میں بجز ذات باری پر بھروسہ کے دوسرا کوئی بھروسہ نہ تھا — یہ تمام اسباب تھے حضرت موسیٰ کو ذات باری میں کامل طور پر مستغرق ہو جانے لے۔ اور نظرت نبوت جو خدا نے اُن میں پیدا کی تھی سب سے زیادہ اس استغراق کا باعث تھی *

اتفاق سے وہ رستہ بھول ہوئی تھے جب اُنہوں نے ایک طرف آگ دیکھی تو اُس طرف گئے — جب اُن کے قریب پہنچے تو اُنہوں نے اُس جنگل کو پہچانا کہ وہ نو وادی ایمن یا ندی ہی جو یہاں سے نہایت مقدس اور مبارک اور خدا کی جگہ سمجھا جاتا تھا — دفعہ اسباب کے معلوم ہونے سے خدا کی طرف طبیعت کا دوق اور خدا کا شوق بھڑک اُٹھا — اور اُن کے کان میں آواز آئی — یا موسیٰ انی انا ربک — اِنَّ اِنَّا لِلّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ — انی انا اللہ رب العالمین — فاخلع نعیمک انک بالوادی المقدس طوی — یہ آواز کسی بولنے والے کی نہ تھی نہ خدا کی آواز تھی کیونکہ جیسا ہم نے ابھی بیان کیا خدا کے کلم میں آواز نہیں ہرتی — بے شک خدا نے یہ الفاظ جو کلام خدا تھے موسیٰ کے دل میں ڈالے اور خود موسیٰ کے دل کی آواز اُس کے کان میں آئی جو خدا کے پکارنے سے تعبیر کی گئی *

اُسی جوش دلی اور استغراق قلبی کا سبب تھا جس سے حضرت موسیٰ کو اپنی حیثیت کا ڈھول ہول اور اپنی حیثیت سے بڑے کر کہنے لگے — رب ارنی انظر الیک — خدا نے جواب دیا نہ اپنی آواز سے اور نہ کسی فانی جسم میں آواز ڈالنے سے بلکہ خود موسیٰ کے دل میں اپنا کلام ڈالنے سے کہ — لن ترانی — جہاں جہاں خدا اور موسیٰ کلام ہونے کا ذکر ہی اُسکی یہی ماہیت ہی — اور کلم اللہ موسیٰ نکلیما — کی یہی حقیقت ہی خدا ما افہمنی اللہ حقیقۃ کلامہ العظیم وھوالہادی الی الصراط المستقیم *

دوازدهم — حقیقت تجلی للجبیل

پہاڑ پر خدا کی تجلی ہونے اور آگ کی صورت میں نزل فرمانے کی نسبت تفسیروں میں بہت کچھ بھرا ہوا ہے مگر قرآن مجید میں یہ واقعہ نہایت صاف صاف اور سیدھے لفظوں میں بیان ہوا ہے جس میں کچھ بھی پہچاننے کی بات نہیں ہے چنانچہ سورۃ طہ میں خدا نے فرمایا کہ کیا تجھے تک موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے — جبکہ اُس نے آگ کو دیکھا پھر اپنے ہر

و هل افاک حدیث موسیٰ —
اد رای فارا فقال لاهلہ امکنوا
انی اسمت نارا — لعلی اتیکم
منہا یقبس او اجد علی النار
ہدی — فلما اناھا نودی یا
موسیٰ — انی انا ربک فاخلع

پھر ثابت ہو گیا سچ اور غلط ہو گیا جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۱۱﴾

تعلیمک انک بالوادی المقدس والوں سے کہا نہ تیر حذر مجھکو آگ دکھائی دی ہی شاید طویل — ۳۰ — طہ — ۸ — ۱۲ میں تمہارے لئے اُس میں سے جتنی ہوئی لکڑی اے اُس یا اُس آگ پر کسی راہ بتانے والے کو پاؤں — پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے اُسکو پکارا گیا یعنی آواز آئی کہ اے موسیٰ بے شک میں تمہارا خدا ہوں اپنی جہنی باڑی سے اتار بے شک تو پاک میدان طویل میں ہی *

یہی مضمون کسب قدر انفاذ کی تبدیلی سے سورة نمل میں آیا ہی کہ — جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھکو آگ دکھائی دی ہی میں اب وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے لئے چلتی لکڑی لاتا ہوں تاکہ تم تاپو — پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آیا تو آواز دی گئی کہ برکت دی گئی اُسکو جو آگ کے قریب ہی (یعنی موسیٰ کو) اور اُس کو جو اُس کے گرد ہی (یعنی ہارون کو جو موسیٰ کے گھر کے لوگوں کے ساتھ تھے) اور پاک ہی اللہ پروردگار عالمین کا اے موسیٰ تھیک بات یہہ ہی کہ میں ہوں خدا زبردست حکمت والا *

فلما قضی موسیٰ الاجل وسار فلما انس من جانب الطور باہلہ انس من جانب الطور نارا قال لاہلہ امکتوا انی انسٹ نارا لعلی آتیکم منہا بخبر او جزوة من النار لعلکم تصطلون — فلما اتا ہا نودی من شاطئی الواد الایمن فی البقعة المباركة من الشجرة ان یا موسیٰ انی انالہ رب العالمین — ۲۸ — قصص — ۲۹ و ۳۰

اور سورة اعراف میں یوں آیا ہی کہ — جب موسیٰ ہماری مقرر کی ہوئی جگہ میں آیا اور اُس کے پروردگار

ولما جاء موسیٰ لمہقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارني انظار الک

فَغْلِبُوا هَٰنَاكُ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ﴿۱۱﴾

قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَٰكِنْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اَسْمَقُوْا مَكِدَهٗ فُوسَفْ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ وَهٖ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دُخَانٍ وَخَرَّ مُوسٰى صَعَتًا - فَلَمَّا اَفْتَقَ الْوَالِی سَمِیْعًا لِّتَبَتِ الْهٰکِ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمَوْدُوْنِ — ۷
سورة اعراف — ۱۳۹ - و ۱۴۰

میں نے اُس سے کلام کیا تو موسیٰ نے کہا اے پروردگار اپنے تئوں مجھے دکھلا دے خدائے کہا کہ تو مجھے ندیکہ لکھا مگر اس پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر تو اپنی جگہ پر قائم رہے تو تو مجھ کو بھی دیکھ لکھا — پھر جب اُس کے پروردگار نے پہاڑ کے لئے تجلی کی تو اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گرہنے موسیٰ پر ہوش ہو کر — پھر جب ہوش آیا تو کہا کہ پاک ہی تو معافی مانگتا ہوں تجھ سے اور میں پہلا ایمان والوں میں ہیں *

اگر اُن قصوں اور کہانیوں پر قطع نظر کی جاوے جو یہودیوں نے اُسکی نسبت بگایا ہے اور اُنکی کتابوں میں مندرج ہیں اور جنکی پیروی کر کے ہمارے ہاں کے منسروں نے اُنہی قصوں کو مستحکم طرز پر اپنی تفسیروں میں بھر دیا ہے اور صرف قرآن مجید کی آیتوں پر غور کیا جاوے تو ان آیتوں سے مندرجہ ذیل امور پائے جاتے ہیں *

۱ — موسیٰ نے جو آگ دیکھی تھی حقیقت میں وہ آگ ہی تھی نہ خدا تھا اور نہ خدا کا نور اور نہ ہرے سبز درخت میں سے وہ آگ روشن ہوئی تھی اور درخت ہمیں چلتا تھا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ صرف بات اسقدر تھی کہ حقیقت حضرت موسیٰ نے پہاڑ کی جانب آگ چلتی ہوئی دیکھی — رستہ پر آگ چلنا پرانی قوموں کا دستور تھا۔ رات کا وقت اور موسم سردی کا تھا اور جنگل میں حضرت موسیٰ رستہ بھی بھول گئے تھے اُنہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم تہرو میں وہاں جانا ہو یا وہاں کوئی شخص رستہ بتانے والا مل جاوے گا — یا میں تمہارے لئے وہاں سے کوئی چلتی ہوئی لکڑی لے آؤں گا جس سے تم تاپنا تاکہ سردی سے بچو *

یہ واقعہ کوہ سینا یا کوہ طور کے قریب موسیٰ پر گذرا تھا جبکہ وہ مدین سے اپنے گھر کے لوگوں کو لیکر مصر کو جاتے تھے — ہم نے سورة بقرہ کی تفسیر میں † اسبات کو کامل تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ طور سینا اُنہیں پہاڑ تھا اُس میں سے جو لو نکلی ہوگی اُسکو حضرت موسیٰ نے دیکھ کر یہ بات کہی کہ میں نے آگ دیکھی ہے وہاں سے کوئی خبر یا تہری سی آگ لیکر آتا ہوں *

پھر اُس جگہ وہ مملوب ہو گئے اور آگے بڑھے ذلّٰل ہو کر (۱۱۶)

۲۔ اُن آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب آواز موسیٰ کو وہاں آئی یا جو ظم خدا نے سرزمین سے کیا اُس آگ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سورہ طہ اور سورہ نمل میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس آئے تو اُنکو آواز دی گئی۔ نہ وہاں یہ بیان تھا کہ آگ نے آواز دی نہ یہ بیان ہوا ہے کہ آگ میں سے آواز آئی بلکہ موجودہ آگ کا ذر وہاں موجود ہی رہا اور اُسی صیغہ "خروج" کا آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس آواز یا ظم کو آگ سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ مثلاً ایک شخص دریا میں سے پانی بہرے جاوے اور وہ لے کہ جب میں دریا کے قریب پہنچا تو میں نے بکارتے کی آواز سنی۔۔۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حواہ ستورا دریا میں سے وہ آواز آئی۔۔۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ آگ کے قریب پہنچے تو اُن کے کان میں آواز آئی۔۔۔ پس اس بات کا قرار دینا کہ وہ آواز آگ میں سے آئی نہیں کسی طرح قرآن مجید سے نہیں ملتا

بیان *

لہٰذا اُن کے سورہ قصص میں بیان ہوا ہے کہ مبارک جنگل کے غبارہ سے ایک نکتہ سی طرف سے وہ آواز آئی تھی اور یہ آیت نص صریح اس بات کی ہے کہ آگ میں سے آواز نہیں آتی تھی *

سورہ قصص کی آیت میں آواز کا آنا من الشجر بیان ہوا ہے لہٰذا اس سے خاص درخت میں سے آواز کا آنا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس آیت میں خود خدا نے جانب کے معنی کی تصریح کر دی ہے جہاں فرمایا ہے من جانب الطور۔ اور اُسی تصریح پر من شاطئ الواد الايمن۔ ای من جانب الشاطئ والوان الايمن۔ من الشجر ای من جانب الشجرہ معمول کا دیا گیا ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ یہ شجر وہ شجر تھا جس میں آگ روشن ہوئی تھی اور نکتہ سبز کا سبز تھا اور نہیں چلنا تھا اور حضور صلی نے اسی سبز درخت میں آگ دیکھی تھی یہودیوں نے کتابوں کی مہابیاں اور بے ثبوت قصہ میں قرار محدود سے مطاق ثابت نہیں ہے۔ سورہ یس میں ہے جو آنا ہے من الشجر الاخضر باراً۔ اُس وقت موسیٰ نے قصہ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہی *

۱۔ تعالیٰ للجلل کی نسبت بہت نفرتی لفظ کو کہنے کی ضرورت موسیٰ نے یہ کہا۔ رب ارفی انظر الیک۔ اسکی تفصیل سورہ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے کہ کس حالت

وَالْقَى السَّحَرَةُ سَجِدِينَ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۷﴾

ذہول میں حضرت موسیٰ نے یہ ناممکن خواہش خدا سے کی تھی اُسکا جواب خدا کی طرف سے بجز - ان ترانی - کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا - مگر جو کہ خدا کا وجود اُسکی تمام مخلوقات سے اور خصوصاً ایسی مخلوق سے جو لوگوں کی آنکھ سے زیادہ تر عجیب ہیں ثابت ہوتا ہی اس لئے خدا نے حضرت موسیٰ کو اُس عجیب مخلوق کی طرف متوجہ کیا جو اُنکے قریب موجود تھی اور جس سے خدا کی شان و قدرت ظاہر ہوتی تھی - یعنی اُس آتشوں پہاڑ کی طرف جو روشن ہونا شروع ہوا تھا اور جسکی لو کو حضرت موسیٰ دیکھ کر آگ اپنے درزے تھے مگر جب وہ پہاڑ بھڑکا اور گرنا اور اُسکے پتھر ٹکرے ٹکرے ہو کر اوتے تو حضرت موسیٰ غش کھا کر گرے - پھر جب ہوش ہوا تو اُس سوال سے توبہ کی اور کہا انا اول المومنین *

تجلی خدا کی اُسکی تمام مخلوق میں موجود ہی جیسا کہ ہم نے سورۃ بقرہ میں بیان کیا ہے † پس - فلما تجلی ربہ للنہل - کے معنی یہ ہیں کہ - فلما ظهر شان ربہ وکمال قدرتہ علی النہل استوہب موسیٰ و خروصعا *

سورۃ ہم - بیان کہ بت فی الالواح

یہ لوحیں پتھر کی تختیاں ہیں جن پر وہ احکام لکھے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل

کے لئے خدا نے دیئے تھے تو ریت میں ایک جگہ لکھا ہے

کہ جب خدا نے موسیٰ کو سب احکام بتا دیئے تو موسیٰ

نے اُن تمام حکموں کو جو خدا نے دیئے تھے لکھ لیا -

(سفر خروج باب ۲۴ درس ۴) اُس سے اُس قدر

ثابت ہوتا ہی کہ حضرت موسیٰ کو لکھنا انا تھا - دوسری

جگہ لکھا ہے کہ - خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میرے پاس

پہاڑ پر آ تاکہ پتھر کی لوحیں اور توریت اور احکام

جو میں نے لکھے ہیں تجھکو دوں تاکہ بنی اسرائیل کو

تعلیم کرے (سفر خروج باب ۲۴ درس ۱۲) اور ایک

اور مقام پر لکھا ہے کہ - جب خدا موسیٰ سے بات

چیت کرچکا تو لوحیں شہادت کی یعنی پتھر کی لوحیں

قال یا موسیٰ ائتني اصطفيك

على الناس بوسلاتي و بكلامي

فخذ ما اتيهتك و كن من

الشاكرين و كتبنا له في الالواح

من كل شئ موعظة و تنصيلا

لكل شئ فخذها بقوة و امر

قومك ياخذوها باحسبها ساوركهم

دار الفاسقين -

سورۃ اعراف - ۳۱ و ۳۲

و لما رجع موسی الى قومه

غضبان امثال بنسما خلفتموني

من بعدي اعجلتم امر ربكم و

اور گرا دیئے گئے ساحر سجدہ کرتے ہوئے (۱۷) بولے کہ ہم ایمان لائے عالموں کے پورے دگر پر (۱۸)

القی الاواج واخذ براس اخيه
بجبره اليه - ولما سكت عن
موسى الغضب اخذ الاواج و فى
نسختها هدى و رحم للذين هم
لربهم يرهبون - ۷ - سورة
اعراف - ۱۲۹ - ۱۵۲ -

جو خدا کی اُنکلی سے لکھی ہوئی تھیں موسیٰ کو سپرد
کھیں :- (سفر خروج باب ۳ ورس ۱۸) - اور ایک
جگہ پھر لکھا ہے کہ - چالیس دن رات پہاڑ پر رہنے کے
بعد خدا نے دو پتھر کی لوحیں جو خدا کی اُنکلی سے لکھی
گئی تھیں موسیٰ کو دیں اور جو کچھ خدا نے پہاڑ میں
بنی اسرائیل کے سرداروں سے آگ کے بیج میں سے کہا تھا

لکھا گیا تھا - (سفر توریہ متنی باب ۲۴ ورس ۱۰ و ۱۱) بعد اُس کے جب حضرت موسیٰ
اُن لوحوں کو لیکر آئے اور عارون پر خفگی ہوئی حالت میں اُنکو پھینک دیا اور وہ ٹوٹ
گئیں تو خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ - اپنے لیے پتھر کی دو لوحیں پہلی لوحوں کی مواز
بنائے اور میرے پاس پہاڑ میں لی آ اور اُنکے لئے لکڑی کا ایک صندوق بنا - جو کلمات
کہ پہلی لوحوں پر لکھے ہوئے تھے وہ میں پھر ان لوحوں پر لکھ دوں گا - موسیٰ نے ایسا ہی
کیا اور خدا نے پہلی تصویر کے موافق اُن دس کلموں کو جو خدا نے بنی اسرائیل سے پہاڑ
پر آگ کے بیج میں سے کہے تھے لکھ دیئے اور لوحوں موسیٰ کو دیدیں موسیٰ نے احتیاط سے اُنکو
صندوق میں رکھ چھوڑا - (سفر توریہ متنی باب ۲۰ ورس ۱ لغایت ۵) - یہ بات
ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ خدا کی شان اور اُسکے تنزه سے بعید ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ یا اپنی
اُنکلی سے مثل ایک سنگتراش کے پتھر پر عبارت کندہ کرے یہودی اور عیسائی اور وہ تمام
لڑگ بھی جو ایسے واقعات کو ہمشہ ایک عجیب پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان
لفظوں کے جو تورات میں ہیں ظاہری معنی نہیں لیتے بلکہ یہ سمجھنے میں کہ ان لفظوں
سے یہ مراد ہے کہ خدا کی قدرت سے وہ کلمات اُس پر تھ گئے تھے - تمام حالات سے اور اُس
طرز بیان سے جو تورات میں آیا ہے بخوبی پایا جاتا ہے کہ وہ لوحیں خود حضرت موسیٰ نے
بنائی تھیں اور جو احکام خدا نے اُنکو دیئے تھے وہ خود حضرت موسیٰ نے اُنپر کندہ کئے تھے *

ہمارے علماء مفسرین نے اسبات پر بحث کی ہے کہ وہ لوحوں کس چیز کی تھیں
اور نے انہیں بعضوں نے کہا دس تھیں بعضوں نے کہا سات تھیں کسی نے کہا زبرد کی تھیں
وقال وهب كانت من صخرة
صالحه لله للموسى عليه السلام
(تفسیر کبیر)

کسی نے کہا کہ سبز زبرد کی اور سرخ یا قوت کی تھیں -
حسن نے کہا کہ لکڑی کی تھیں جو آسمان پر سے اُترتی
تھیں اور وہب کا قول ہے کہ وہ سخت پتھر کی تھیں

دب موسی و ہارون

اُنکو خدا نے موسیٰ کے لئے نرم کر دیا تھا •

بہر حال وہ لوحوں کسی چیز کی ہوں وہ چنداں بحث کے قابل نہیں ہی جو امر بحث طلب ہی وہ یہ ہی کہ اُن پر لکھا اس نے تھا ہمارے علمہ نے درحقیقت اس میں سکوت اختیار کیا ہی اگرچہ بعضوں کا قول ہی کہ جبرائیل نے لکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں قول فیصل یہ لکھا ہی کہ آیت کے لفظوں سے کتابت فی الالواح کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی پس اگر اور کسی قوی دلیل سے اُس کی کیفیت معلوم نہ تو سکوت کرنا چاہئے •

واما كيفية الكتابة فقال ابن جرير فيها جبرئيل بالقلم الذي كتب به الذكر واستمد من نبي الله و اعلم انه ليس في لفظ الآية ما يدل على كيفية تلك الالواح وعلى كيفية تلك الكتابة فان ثبت ذلك التفصيل بدليل منفصل قوي وجب القول به والا وجب السكوت عنه (تفسير کبیر)

میں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ آیت کے لفظوں سے یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہی کہ خدا تعالیٰ اُن لوحوں کا کاتب نہ تھا کیونکہ تمام قرآن مجید میں لفظ "کتبنا" کا جہاں آیا ہی اُس سے خدا کی نسبت فعل کتابت کی مراد نہیں لیکن بلکہ مقرر کرنے فرض کر کے معنی لیئے گئے ہوں چنانچہ "کتبنا علیہم" کے ہر جگہ سب علماء نے یہی معنی قرار دیئے ہیں "علی" اور "لہ" جو کتابت کے صلہ میں آنا ہی اُس سے کچھ تغیر معنی میں نہیں ہوتا — بلکہ "فی" کے صلہ میں آنے سے بھی کچھ تغیر واقع نہیں ہوتا چنانچہ سورہ انبیاء کی ایک سو پانچویں آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادي الصالحون" یہ بات ظاہر ہی کہ زبور کا لکھنا یعنی فعل کتابت کسی نے بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کیا پس اس کے معنی یہی ہیں کہ "فرضا فی الزبور" پس قرآن مجید کی کوئی آیت اسمیات پر اشارہ بھی نہیں کرتی کہ اُن لوحوں کا کاتب خدا تھا — بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ کبھی بقدوس کے اور اشواء کے بعض افعال کو اپنی طرف نسبت کرتا ہی اس طرح بھی فعل کتابت الواح کا خدا نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا •

اب رہی یہ بات کہ پھر اُن پر کس نے لکھا تھا حضرت موسیٰ کے سوا وہاں اور کوئی لکھنے والا نہ تھا — وہب نے جو یہ کہا ہی کہ وہ سخت پتھر کی لوحوں تھیں خدا نے موسیٰ کے لئے اُنکو نرم کر دیا تھا — اس سے صاف پایا جاتا ہی کہ وہب کے نزدیک یہی حضرت موسیٰ ہی اُنکے لکھنے والے تھے •

موسیٰ و ہارون نے پروردگار پر [۱۱۹]

حضرت موسیٰ ایک مہینہ میں واپس آنے کا اقرار تو کرے پہاڑ پر گئے تھے اُنکو جو مہینہ
 اور عبادت میں مشغول رہنے کا حکم ہوا وہ اُسکو معاد مقامے احکام سمجھے حالانکہ احکام
 اُسکے بعد ملتے تو تھے چنانچہ دس روز میں وہ احکام ملے یا اُنکے کھردنے میں دس دن
 لگ گئے غرضیکہ چالیس دن رات ہو گئے خدا نے جبر احکام اُنکو وحی سے بتائے تھے اُنہوں نے
 چاہا کہ اُسکو پتھر کی لوحوں میں کتبہ نازل ہو یہی اسرائیل کو چاکر دیکھائیں۔ وعدہ
 سے دس دن زیادہ لگ جانے سے یہی اسرائیل کو اُن کے واپس آنے کی توقع جانی رہی اور
 اُنہوں نے اپنے اپنے بطور دیوتا کے بچھڑا بنا لیا اور اُسکی پوجا کرنے لگے *

چہار دھم — استغاث عاجل

بچھڑا بنانے کا کچھ مختصر سا ذکر ہم نے سورۃ بقرہ کی تفسیر میں لکھا ہی مگر اس
 مقام پر اُسکی متعلق خاص باتوں سے بحث کرنی چاہئے ہیں
 اور اول اُن آیتوں کو لکھتے ہیں جنسے وہ بحث منعقہ ہے *
 خدا نے سورۃ اعراف میں فرمایا ہے — اور بنایا موسیٰ
 کی قوم نے موسیٰ کے پہاڑ پر جانے کے بعد اُنکے گھٹوں سے
 بچھڑا مجسم کہ اُس کے لئے آواز بھی یعنی اُس میں
 سے آواز بھی نکلتی تھی *
 اور سورۃ مائے میں فرمایا ہے کہ — موسیٰ کیا چیز نیچے کو
 تھری قوم سے چھڑا کر ایسی جلدی لی آئی — موسیٰ نے کہا کہ
 وہ لوگ میری پیروی نہ کریں اور میں جلد چلا آیا تیرے
 پاس ناکہ تو راضی ہو — خدا نے کہا کہ بے شک میں نے
 تیری قوم کو تیرے پیچھے آفت میں ڈالا ہے اور سامری
 نے اُسکو گمراہ کیا ہے — پھر لوت آیا موسیٰ اپنی قوم کے
 پاس غصہ میں بھرا ہوا غمگین — کہا اے میری قوم کے
 لوگوں کا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا
 تھا — کہا تم پر لڑی مدت گذر گئی یا تم نے یہ چاہا کہ
 تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو پھر تم
 نے میرے وعدہ کے برخلاف کیا — اُنہوں نے کہا کہ ہم نے

واتخذ قوم موسیٰ من بعده
 من حلہم عجلۃ جسدالہ خوار
 الم یروا انہ لایعلمہم ولایہدہم
 سبیلہ ۷ — سورۃ اعراف — ۱۲۶
 وما اعجلک عن توسک یا موسیٰ
 قال ہم اولاء علی ائہی وعجلت
 الیک رب لنرضی قال فانما قد
 فتننا فرمک من بعدک واضلہم
 السامری فرجع موسیٰ الی قومہ
 غضبان اسفا قال یا قوم الم یعد
 کم ربکم وعدا حمنا افضال علیکم
 العہد ام اردتم ان یصل علیکم
 غضب من ربکم فاخلفنم موعدی
 قالوا ما اخلفنا موعدک بملکنا
 ولکننا حملنا اوزارنا من زینۃ القوم
 فقد فتنناہا فذلک الی السامری
 فاخرج لہم عجلۃ جسدالہ خوار
 فقالوا هذا الہکم والہ موسیٰ ففسی
 فلا یرون الا یرجع الہم قولا ولا

قَالَ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اَدْنَا اَكْم

اپنے اختہار سے تمہارے وعدہ کے برخلاف نہیں کہا، لہٰذا ہم سے فرعون کی قدم کے گھنوں کا بوجھ اوتھرایا گیا پھر ہم نے اُسکو پھینک دیا اور اسطرح سامری نے قالدیا (آگ میں) پھر اُس نے اُنکے لہنے ایک بچہ پڑا، لہٰذا مجسم کہ اُسکے لہنے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی — پھر اُن لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا پروردگار اور موسیٰ کا پروردگار ہی پھر موسیٰ بھول گیا ہی — کہا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ پھر کر اُنکی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ اُسکے اختیار میں اُنکے لہنے ضرر پہنچانا ہی نہ فائدہ — بے شک اس سے پہلے ہارون نے اُن سے کہا تھا کہ اے مہدی قوم تم اُسکے سبب سے آفت میں پڑے ہو اور بے شک تمہارا پروردگار خدا اے مہدیان ہی پھر تم مہدی پھر دی کرو اور مہدی حکم کو بجا لاؤ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو اُسکے گرد بٹھے رہیں گے جب تک پھر ہمارے پاس موسیٰ آوے — جب موسیٰ

یملک لہم ضرا رائفعا واند قال لہم ہارون من قبل یہ قوم انما فتقم بہ وان ربکم الرحمن فانبعونی واسطعوا امری قالوا ان ندرج علیہ عائدون حتی یرجع الہنا مرسی قال یا ہارون ما نفعک ان راینہم شلوا الا ننبین افعیت امری قال یا بؤم لا اخذ بلسختی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی قال فما خطبک یا سامری قال بصوت بمالم یصروا بہ فنبیت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتہا کذلک سولت لی نفسي — ۲۰ سورہ صہ ۱۵ لغایت ۹ —

آئے تو اُنہوں نے کہا اے ہارون کس چیز نے تجھکو اسباب سے روکا کہ جب تو نے اُنکو گمراہی میں دیکھا تو تو مہدی پھر دی کرے کہا تو نے مہدی حکم کی نافرمانی کی — ہارون نے کہا اے مہدی ماں جائے (بھائی) تم مہدی تازہ ہی اور مہدی سر کے بال مت پکڑو بے شک میں اسباب سے ڈرا کہ تم یہ نہ کہو تو نے تفرقہ ڈال دیا بنی اسرائیل میں اور مہدی بات کو فکاء فرکھا — موسیٰ نے کہا اے سامری تمہارا کہا حال ہی اُس نے کہا کہ مجھے ایسی بات سوچھی چو کہو کہ وہ نہ سوچھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم سے (یعنی حضرت موسیٰ کے نقش قدم سے جبکہ وہ پہاڑ کو جاتے تھے) مٹی کی مٹی بھر لی پھر اُسکو بچھڑے میں میں نے قالدیا اور اس طرح مہدی نفس نے مجھکو دھوکا دیا *

قرآن کے لفظ ہم نے اس مقام پر لکھے ہیں اور اُنکا مطالب بھی جو صاف صاف قرآن کے لفظوں سے نکلتا ہی لکھ دیا یا اب ہمارے عجایب پوست منسروں نے اُسپر لغو و بیہودہ قصوں پر قصی باندھ دیئے ہیں — پہلے تو یہ قرار دیا کہ اُس بچھڑے میں اسی طرح کی آواز تھی جس طرح کہ سچ سچ کی اور خدا کی پودا کی ہوئی بچھڑے میں آواز ہوتی ہی —

فرعون نے کہا کہ تم ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمکو اجازت دوں

پھر ضرور ہوا اُسکا کوئی سبب بھی قرار دیں اِسٹھمے ”الرسول“ کے لفظ سے تو جبرئیل مراد آئے ۔۔۔ ”بصرت“ سے یہاں معنی آئے کہ سامری نے جبرئیل کو دیکھا تھا اور آؤر کسی نے نہیں دیکھا تھا اور وہ کہاں عین اُسوقت جبکہ بختہر احمر سے بنی اسرائیل گذر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں تھا اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل کے لشکر کے درمیان میں جبرئیل آگئے تھے اُسوقت سامری نے اُنکو دیکھا اور پہچان لیا اور نہایت دور اندیشی سے اُنکی یا اُنکے گھوڑے کے (کھونکے بعض مفسرین کے نزدیک اُسوقت جبرئیل گھوڑے پر چڑھے ہوئے تھے) پاؤں تلے ٹپی مٹی اوتھالی کہ کسوقت کام آویگی اور یہیں اُسکو کام میں لایا اور بچھڑے کے منہ میں ڈال دی وہ سچ سچ کے خدا کے ہوتے ہوئے بچھڑے کی مانند بولنے لگا *

ان خرافات و لغویات کا کچھ نہ کہنا ہی کسے جبرئیل وہ کہاں تھے کچھ سمندر کہاں کی بات کہاں لی دوزخ سمندر میں جبرئیل کا آنا کھسا اُنکا گھوڑے پر سوار ہونا کیسا اللہ کے رسول یعنی موسیٰ وہاں موجود تھے جنکی طرف صاف اشارہ ہی ہمارے مفسرین خدا اُنکو بخششی اُنکو چھوڑ کر سمندر میں جا دے *

ایک لفظ بھی قرآن مجید کا اسبات پر دلالت نہیں کرتا کہ اُس بچھڑے میں سچ سچ کی اور خدا کے پیدا کئے ہوئے بچھڑے کی مانند آواز نہی بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہی کہ سامری نے اُس بچھڑے کو اس طرح بلایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی ہزاروں جانور اب بھی کاریگر اس طرح سے بگاتے ہیں کہ وہ آرتے ہیں مینے میں حرکت کرتے ہیں بولتے ہیں ۔۔۔ سامری نے بھی اُس بچھڑے کو ایسی کاریگری سے بلایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی سو وہ مطلب کو ڈوڑھا کرنا ہمارے مفسروں کی عجیب پستی اور یہودیوں کی تقلید کے سوا کچھ نہیں ہی مذہب اسلام اور خدا کا کلام یعنی قرآن مجید ان سب لغویات سے پاک ہی *

یہی قول معتزلی عالموں کا بھی ہی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ — اکثر وقال اکثر المفسرین من المعتزلة انه كان قد جعل ذاك العجل معجونا و وضع في جوفه الانابيب و بظهر منه مروت مخصوص يشبه خوار العجل وقال اخرون انه جعل ذاك التمثال اجوف وجعل

معتزلی مفسروں کا یہ قول ہی کہ سامری نے وہ بچھڑا اندر سے کھوکھلا بنایا تھا اور اُس کے اندر نلہاں لگائی تھیں اُن سے آواز بچھڑے کی آواز کے مشابہ نکلتی تھی اور آؤر مفسروں نے یہ کہا کہ وہ مورت کھوکھلی تھی اور جہاں وہ بچھڑا کھڑا تھا اُس کے نیچے ایک ایسا مقام تھا

اِنْ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ

جہاں ایک شخص کھڑا ہو کر اُس میں یہونکنا تھا اور لوگ اُس کو نہیں جانتے تھے اُس کے دوست میں سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز ملنے لگا۔ اُس قول کے قابل نے کہا کہ اب بھی لوگ اُن مورتوں میں جن میں پانی کے فوارے چھوٹتے معلوم ہوتے ہیں اور اسی قسم کی چھڑیں معلوم ہوتی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں۔ پس اسی طرح اُس بچھڑے کی مورت سے آواز نکالی تھی یہ لوگوں کو بتایا کہ یہ بچھڑا اُن کا خدا اور موسیٰ کا خدا ہی *
تفسیر • مجمع البیان میں لکھا ہے کہ جبائی نے بچھڑے کی آواز کی نسبت بیان کیا ہے کہ سامری نے بچھڑا بنایا اُس کو اندر سے خالی رکھا اُس میں ہوا جاتی تھی اور اُس سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز نکلتی تھی اور اُس نے لوگوں سے اُس کی پوجا کرنے کو کہا اُن لوگوں نے مان لیا اور اُس کی پوجا کی *

اور اسی تفسیر میں زجاج اور جبائی اور بلخی کا قول ہے کہ سامری نے بچھڑے میں ہوا کے بھر دیئے سے فریب رکھا تھا جس طرح اس قسم کی چھڑیں دھوکا دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں *

اور اسی تفسیر میں زجاج اور جبائی اور بلخی کا قول ہے کہ سامری نے بچھڑے میں ہوا کے بھر دیئے سے فریب رکھا تھا جس طرح اس قسم کی چھڑیں دھوکا دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں *

تحتہ فی الموضع النبی نصب فیہ العجل • بن یفخ • وہ • من حوث لا یسمع بہ الناس فسمعوا الصوت • من جوفہ کاخوار • قال صاحب هذا القول والناس • يفعلون الا ان فی هذه التصاویر التي یجرون فہا الماء علی سہل النوارات • ما یبہدہ ذلک فہذا الطریق وغیرہ اظہر الصوت من ذلک المثل ثم القی الی الناس ان هذه العجل الہم والہ موسیٰ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)
قائل الخوار علی ان السامری ساف عجلًا وجعل فیہ خرقًا یدخلہ الريح فیکخرج منها صوت کاخوار • دعاهم الی عبادتہ فاجابوہ وعبدوہ • عن الجبائی وقیل انه احتال بادخال الريح کما یعمل هذه الآلات التي تصوت بالتحیل عن الزجاج والجبائی والبلخی (تفسیر مجمع البیان)

بات صرف استقدر ہی کہ مصر میں رہنے سے بنی اسرائیل کے دل میں بہت ہوسنی کا خہال جما ہوا تھا وہ چاہتے تھے کہ اُنکے لئے کوئی دیوتا بنایا جاوے حضرت موسیٰ سے بھی اُنہوں نے چاہا تھا کہ اُنکے لئے ایک دیوتا بناوے اُنہوں نے اُنکو دھمکا دیا جب وہ پہاڑ پر چلے گئے تو حضرت ہارون کا اتنا خوف اُنکو نہ تھا اُنکے منع کرنے سے اُنہوں نے نماں سے مصر میں ایک دیوتا کیا جسکا نام "نوس" تھا اور اُسکی صورت بچھڑے کی سی تھی اُسکی صورت کا اُنہوں نے بچھڑا بنایا اور بنانے والے نے اُس میں ایسی ترکیب رکھی کہ اُس ترکیب سے بچھڑے میں آواز نکلتی تھی اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت موسیٰ کے پاؤں تلے کی مٹی حقیقتاً یا صرف دھوکا دینے کو اُس مٹی کو حضرت موسیٰ کے پاؤں تلے

یہ نیک پہلے ایک سکر ہی کہ تم نے کیا ہی اس شہر میں

کی مٹی بھان کر کے بچھڑے میں ڈال دی — سون قرآن مجید میں سامری کا قول ماقبل
ہی کہ — کذلک سولت لی نفسی — یعنی اس طرح اُسکے نفس نے نہو کا دیا *

اس مقام پر قابل غور یہ بحث ہی کہ بچھڑا بنائے والا کون تھا توریت میں لکھا ہی
کہ خود حضرت ہارون بچھڑا بنائے والے تھے اور خون اُنہوں نے ہی بچھڑے کی پرستش
کروائی — مگر جب ہم خون تبرکت کے مناموں پر خیال کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا
ہی کہ خدا نے ہارون کو بھی تبرکت دی تھی اور تمام احکام جو خدا نے موسیٰ کو دیئے تھے
اُنکی حضرت ہارون ہی تعمول کرتے تھے بلکہ حضرت موسیٰ تو صرف نام ہی کے تھے خدا
کے تمام احکام بدریغ حضرت ہارون پر پڑے پڑے تھے تو ہم اسبات کو کہ حضرت ہارون اُس
بچھڑے کے بنائے والے اور دست پرستھی کی اجازت دیئے والے تھے جیسا کہ توریت میں لکھا
ہی صحیح تسلیم نہیں کرسکتے — یہ بات ممکن ہی کہ یہ بچھڑا اُس زمانہ میں بنایا
گیا جبکہ حضرت موسیٰ پہاڑ پر تھے اور حضرت ہارون کو تمام بغی اسرائیل پر سردار برگئے
تھے اور اُنکے عہد سرداری میں یہ بچھڑا بنا اسلئے حضرت ہارون کی طرف منسوب کیا
گیا — مگر یہ بات کہ خون حضرت ہارون اُسکے بنائے والے تھے کسی طرح صحیح منصور
نہیں ہوسکتی *

قرآن مجید نے صاف صاف بتا دیا کہ حضرت ہارون نہیں بلکہ سامری اُسکا بنائے والا
تھا — ہمارے مفسرین کی جیسی عادت ہی کہ تفسیروں میں طبر و تیس صحیح و
غلط روایتوں کو دیئے ہیں اسی طرح سامری کی نسبت بھی روایتوں کو دیئے ہیں جن
میں سے بعض میں کچھ اصلیت بھی ہی مگر ٹھیک داور پر بیان نہیں کریں — اور
بعضوں نے نہایت غلطی سے سامری خاص نام بنائے والہکا سمجھا ہی جو صریح غلط ہی *

عہد سانی علماء نے یہ بات چاہی ہی کہ قرآن مجید کی غلطی ثابت کریں مسٹر سلیمان
نے کہا کہ در اصل ہارون اور سامری ایک ہی شخص ہی تھے نالہ آنحضرت صلعہ نے غلطی
سے اُنکو دو سمجھا ہی — سمر یا سامر عبری لفظ ہی اور اُسکے معنی محافظ کے ہیں اور
جبکہ موسیٰ پہاڑ پر گئے تھے تو ہارون بغی اسرائیل کے محافظ ہوئے تھے اور اسلئے وہی
سامر تھے *

مگر مسٹر سلیمان کا یہ تھاس محض غلط ہی اسلئے کہ اگر یہ لفظ قرآن مجید میں
اخذ کیا جاتا تو اُسکے ساتھ ہمارے نسبت کسی طرح نہیں آکتی تھی — اور اگر وہ علم

لَتَخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۲﴾

﴿۱۲﴾

یعنی خاص شخص کا نام متعین ہوتا تو اُس پر الگ نام نہیں آسکتا تھا حالانکہ قرآن مجید میں یسے نسبت اور الگ نام دونوں موجود ہیں یعنی " السامری " آیا ہی پس یہ دونوں خیال متعین غلط ہیں *

مفسرین امر جسکو ہماری مفسرین نے بھی بیان کیا ہی یہ ہی کہ بچہ بچے کا بنانے والا سمارتین والوں کا ایک شخص تھا جسکا نام بیان نہیں ہوا پس " السامری " کے معنی یہ ہیں کہ " رجل من الذین ہم السامریة " مسٹر سول نے اس پر یہ اعتراض کیا ہی کہ اُس زمانہ میں سمارتین قوم موجود نہ تھی بلکہ اُسکے بہت زمانہ بعد وہ قوم بنی تھی *

مگر اس اعتراض میں بھی غلطی ہی قرآن مجید کے الفاظ سے اُس قوم کا اسوقت یہی نام ہونا لازم نہیں آتا — بنی اسرائیل کے بارہ سبط تھے اور سب ایک سلطنت کے ماتحت تھے مگر جب " رحبہام " حضرت سلیمان کا بیٹا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کے دس سبط نے اُس سے بغاوت کی " یاربہام " پسو نبط کو اپنا بادشاہ بنایا اُس نے اپنے ملک میں بمقام بیت ایل اور دان کے سونیکے بچہ بچے بنائے (دیکھو اول سلاطین باب ۱۲ ورس ۲۸ و ۲۹) اور اُنکی پرستش شروع کی — جبکہ " عمروی " اُن لوگوں پر بادشاہ ہوا تو اُس نے کوہ شومرون کو اُسکے مالک سے جسکا نام " شمر " تھا خرید لیا اور وہاں شہر بنایا جو دارالصلانہ ہو گیا (دیکھو اول سلاطین باب ۱۶ ورس ۲۳ لغایت ۲۵) اور اُسی سبب سے وہ لوگ سمارتین یا سامری یا سامری مشہور ہوئے اور وہ قوم جس میں کے شخص نے بنی اسرائیل کے لیئے بچہ بچہ بنایا تھا قرآن مجید کے بہت پہلے سے سامری کے نام سے کہلاتی تھی — قرآن مجید میں السامری کہنے سے صرف یہ اشارہ ہی کہ اُسکا بنانے والا اُس قوم میں سے تھا جنہوں نے آخر کار یاربہام کی اطاعت کر کے سونے کے بچہ بچوں کی پرستش کی تھی اور جو لوگ سامری یعنی سمارتین کے لقب سے مشہور ہیں *

جو لوگ کہ توریت کے اُن مقامات کو جو قرآن مجید کے بیان کے مخالف ہیں قرآن مجید کی غلطی ثابت کرنے کو پیش کرتے ہیں اُنکو ایسی جرأت کرنے سے پہلے توریت کے تمام مضامین مندرجہ کی صحت ثابت کرنی چاہئے — اور اُنکو اسباب کا بھولنا نہیں چاہئے کہ اب تک یہ ہی تصدیق نہیں ہوا ہی کہ موجودہ توریت کس نے لکھی اور کب لکھی گئی خود توریت سے ثابت ہوتا ہی کہ اُسکے مضامین یاد سے اور کچھ تحریروں سے اخذ کیئے گئے ہیں اور بہت سی باتیں جو اُس زمانہ میں جبکہ وہ لکھی گئی یہودیوں میں

لَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ

مذہبی مومن دکھائی دے سکتا ہی — بہت سے عابد و زاہد دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ان آنکھوں سے دیکھا ہی مومن خدا کو دیکھا ہی — بہت سے کہتے ہیں کہ ان آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہی — انہوں نے دیکھا دکھایا کچھ نہیں بلکہ خوں آنکھی کا خیال یا ایقان ہی جو انہیں بے دیکھا ہوگا — عتبیٰ میں بھی اگر خدا کا دیکھنا تسلیم کیا جاوے تو وہ بھی خدا کا دیکھنا نہوگا بلکہ خوں آنکھی کا ایقان آنکو دکھائی دیکھا نہ خداے بیچون و بینچگون و بے مثل و بے نعم *

علمائے ظاہر جو اس مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھتے صرف لفظوں پر بحث کیا کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کی حقیقت کے سمجھنے کے لائق ہی نہیں ہیں — ہاں علمائے ربانی حنفیوں نے اپنے نفس پر اور انسان کے فوج پر غور کی ہی انکی سمجھ اس مسئلہ کی نسبت علمائے ظاہری کی سمجھ سے زیادہ اعتبار کے قابل ہی اور ان مومن سے بھی بالخصوص انکے جو باوجود علم باطنی کے علم ظاہری مومن بھی بہت بڑا درجہ کمال کا رکھتے تھے — اس مسئلہ کی تحقیق میں موشنا و مولانا عالم ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی تشبہدی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہی بیچسہ اس مقام پر لکھا جاتا ہی *

حضرت ممدوح قدس سرہ نے جلد سوم مکتوب فہم مومن جو مقام فقور ہاشم کشمی لکھا ہی اور جس مومن در باب کیفیت مشاہدہ قلب عرفا حق جل و علا کو سوال کیا گڑا تھا اس طرح ارقام فرمایا ہی — “ پرسیدہ بودند کہ بعضی از متحققان صوفیہ اثبات رویۃ و مشاہدہ او تعالیٰ بدیدہ دل در دنیا میفرمایند کما قال الشیخ العارف فی کتابہ العوارف — موضع المشاہدۃ بصر القلب الخ و شیخ ابو اسحق تلابادی قدس سرہ کہ از قدماء این طایفہ علیہ است و از رسائے ایشان در کتاب تعرف می آرد اجموعاً علیٰ انہ تعالیٰ لاری فی الدنیا بالابصار ولا بالتلویب الامن جہۃ الایقان توفیق میان این دو تحقیق چیست و رائے تو بہ کدام و اجماع باوجود اختلاف بچہ معذومت بدان ارشدک اللہ تعالیٰ کہ مختار این فقیر در این مسئلہ قول صاحب تعرف است قدس سرہ و میدانند کہ قلب را در این نشاء ازاں حضرت جل سلطانہ غور از ایقان نصیبی نیست آن را رویتہ انکارند یا مشاہدہ و چون قلب را رویتہ نبود ابصار را چہ بود کہ او درین نشاء در این معاملہ بیکار و معطل است غایۃ مافی الباب معنی ایقان کہ قلب را حاصل شدہ است در عالم مثال بصورت رویۃ ظاہری شود و موثق بہ بصورت

بے شک میں کائنات الہیہ کا نہ ہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں پر خدائی سے

سورٹی چہ در عالم مثال ہو معنی را صورتیست مناسب و چوں در عالم شہادت کمال یقین
در رویت است ان ایقان نیز بصورت رویت در مثال مظهری گردد و چون ایقان بصورت
رویت مظهر شود متعلق آن کہ سورتی بہ است ناچار بصورت سورتی آنجا مظهر گردد و چون
سالک انرا در مرآت مثال مشاہدہ می نماید از توسط مرآت ذہل گشتہ و صورت را
متصہیت دانستہ می انکار کہ حقیقت رویت انرا حاصل گشتہ است و سورتی پیدا آمدہ
نمی داند نہ ان رویت صورت ایقان درست و ان سورتی صورت سورتی بہ او — ایں از
اعلاط صوفیہ است و از تالیفات سوز بختیاری — و ہمیں دید چوں غالب می آید راز
باطن بظاہر می تواند سالک را در توہم می اندازد کہ رویت بصری نیز حاصل گشت
و مطلوب از گوش بہ آغوش آمد نموداند کہ حصول ایں معنی چوں در اصل کہ بصورت
است نیز معنی ہو توہم و التباس است بہ تصور کہ درین نشاء فرخ آہ است چہ رسد و رونم
انرا از کجا حاصل شود در رویت تلویج جم غفیر از صوفیہ در ہم افادہ اند و حکم بتوقع ان
کردہ و در رویت بصری مگر فاقصی ازین طائفہ در توہم و توج آن افادہ باشد کہ مخالف
اجماع اہل سنت و جماعت است شکر اللہ سعیم *

سوال سورتی بہ را چوں صورت در مثال پیدا شد لازم آمد کہ حق را سبحانہ انجا
صورت ہوں *

جواب تجویز نمودہ اند کہ حق را سبحانہ مظهر منہ نیست اما مثال است و روا
داشته اند کہ در مثال بصورتی ظہور فرماید چنانچہ صاحب خصوص قدس سورہ رویت
آخری را نیز بصورت جامعہ لطیفہ مثالیہ مقرر ساختہ است و تحقیق ایں جواب است
کہ انصورت سورتی بہ صورت حق نیست سبحانہ در — دل بانکہ صورت مکشوف صاحب ایقان
است کہ ایقان او بان تعلق گرفتہ است و آن مکشوف بعض وجوہ و اعتبارات ذات حق
است سبحانہ نہ ذات حق جل و علا لهذا چوں معاملہ عارف بذات مہرشد جل سلطانہ
ایں قسم تکیلات پیدا نمی شود و هیچ رویت و سورتی مستحیل نمیکرد کہ ذات اندس سبحانہ
را در مثال صورتی کائن نیست تا انرا بصورت سورتی را نماید و ایقان انرا بصورت و نماید
یا آنکہ گردیم در عالم مثال صور معانی است نہ صورت ذات و چوں عالم بتمامہ مظاهر اسماء
و صفات است و از ذاتیہ بہوہ ندارند چنانچہ تحقیق انرا در مواضع متعددہ نمودہ ایم پس
ناچار بتمامہ از قسم معانی باشد و در مثال انرا صورتی کائن ہوں و در کمالات و چوہی ہرجا

ثُمَّ لَاصِبًا نَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۱﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۱۲۲﴾
 وَمَا نَنْقِمُ مِنْهَا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْ بَنَّا رَبَّنَا أَفْرِغْ
 عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
 أَتَنْذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ
 قَالَ سَنَقْتُلُنَ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ
 قَاهِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ
 الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۵﴾

صفت و شان است که دوام بذات دارد از قبول معانی است که اگر انرا در مثال صورتی بود ولو
 بالنقص گنجایش دارد اما ذات او را سببخانه حاشا که در مرتبه از مراتب صورت بود چه صورت
 مسنلزم تعدید و تنقید است در هر مرتبه که باشد مجوز نیست مراتب همه که مخلوق
 اویند سببخانه کجا گنجایش دارند که خالق را محدود و مقید سازند هر که تجویز مثال
 در آن حضرت جل شانه نموده است باعتبار وجوه و اعتبارات است نه باعتبار عین ذات
 تعالی و هر چند تجویز مثال در وجوه و اعتبارات حضرت ذات تعالی هم بدین فقود گران
 است مگر آنکه در ظالی از اطلال بعده ان تجویز نموده آید ازین بیان واضح گشت که در عالم
 مثال ارتسام صور معانی و صفات را کائن است نه ذات تعالی را پس آنچه صاحب
 فصوص تجویز رویت اخروی بصورت مثالی نموده است چنانچه گذشت ان رویت
 حق نیست تعالی بلکه رویت صورت حق هم نیست سببخانه چه او را سببخانه صورتی
 نیست تا رویت بان تعلق پودا کند و اگر در مثال صورتی هست ظالی از اطلال
 بعده او را کائن است پس رویت ان رویت حق چرا باشد سببخانه شوخ قدس سره در نفی
 رویت حق جل و علا از معتزله و فلاسفه هیچ کم پایینی نمیکند بلکه اثبات رویت بر نهی
 مینمایند که مسنلزم نفی رویت است و آن ابلاغ در نفی است از صریح نفی لان الکناية ابلاغ

پھر ضرور تمکو سواہی دیدونگا تم سب کو ﴿۱۲۱﴾ انہوں نے کہا ہے شک ہم اپنے پروردگار کے پاس
 پھر جانے والے ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور تو ہمکو سرا نہیں دینا مگر اس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں
 اپنے پروردگار کی نشانیوں پر جبکہ وہ آئیں ہمارے پاس اے ہمارے پروردگار ہمکو صبر سے
 دو دے اور مار ہمکو مسلمانی میں ﴿۱۲۳﴾ اور کہا قرآن فرعون کے سرداروں نے کہ کیا تو چہوڑ
 دیگا موسیٰ کو اور اُس کی قوم کو ناگہ ملک میں نساں کر دے اور قتلہ کر دے معبود
 دوسوں کو چہوڑ دے (فرعون نے) کہا کہ ابھی ہم اُن کے ہوتے تو (یعنی مردوں کو)
 مار ڈالیں گے اور اُن کی عورتوں کو ہم زندہ رکھ دیتے اور بے شک تم اُن پر سبب ہو ﴿۱۲۴﴾
 موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو بے شک تمام زمین اللہ کی
 ہی اُس کا وارث کرتا ہی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہنا ہی اور اخیار کو بیٹائی
 پر صیغہ قرآن کے لئے ہے ﴿۱۲۵﴾

من المتبرع فضیحة مقبولة است این قدر فرق اسماء کہ مقتدا ہے انتہائیت عقل شان است
 و ممدای شیخ کشف بعد از صحبت مانا کہ اذک غیو تامہ مخالفین کہ در متنبیہ شیخ
 تہمتہ دون تشبہ اورا بیہ درام مسئلہ از صواب متصرف گردانیدہ است و سائل مذہب
 شان ساختہ چون از اہل سنیہ بود صورت اثبات نمودہ است و بان اکتفا بردہ و انرا روایت
 اہل تشیعہ ربما لا تواخذنا ان نسیمنا او اخطانا و تحقیق این مسئلہ دینیہ کہ در حل بعض از
 مواضع کتاب عوارف نوشتہ است نہر تحریر یافتہ اسماء و انتہیہ از اجماع موسویدہ بودند تواند
 بود کہ نا انوقت خلاصی کہ شایان اعتداد باشد بطور نوامدہ باشد یا اجماع مشایخ عصر خرد
 خواستہ باشد واللہ سبحانہ امام بتحقیقۃ الحال - انتہی *

یہی ایک بات تھی جسکا اس مقام پر لکھنا تھا باقی حالات اس واقعہ کے تفسیر سورہ
 بقرہ میں بیان ہو چکے ہیں *

شانزدهم ذکر استسناے قوم موسیٰ — ہند ہم سایہ کرنا اور کا
 ہیزدہم من و سواہی کا اُترنا — نوزدہم دخول باب

ان چاروں امور کی تفسیر ہم نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں بالاستیعاب بحث کی ہے
 اب ان پر دوبارہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں — من شام فلینظر اللہ *

قَالُوا أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ
 عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عِدْوُكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ
 كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ
 وَنَقَصَ مِنَ الثَّمَرِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ
 قَالُوا إِنَّا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطْفِرُوا يَمْوِسُوا وَمِنْ مَعَهُ
 إِلَّا ادِّمَا طَفَرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٢٤﴾ وَقَالُوا
 مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لَتَسْحَرْنَا بِهَا فَمَنْ نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٥﴾
 فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجُرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ
 آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿١٢٦﴾ وَلَمَّا
 وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَهُوسَىٰ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
 عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ
 بَنِي إِسْرَءِيلَ - فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بِالْغُورَةِ
 إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿١٢٧﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ
 كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٢٨﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ

اُنہوں نے کہا کہ ہم کو ابتدا دیگئی اس سے پہلے کہ تو ہمارے پاس آوے اور اُسکے بعد بھی
 کہ تو ہمارے پاس آیا — (موسیٰ نے) کہا کہ تیرے ہی کہ ہمارا پروردگار نہ ہمارے دشمن ہو
 مٹاکر دے۔ اور ملک میں تم کو جانسیوں کرے پھر دے کہ جس طرح تم عمل کرتے ہو (۱۱۵)
 اور بے شک ہم نے گرفتار کیا نورتوں کے لوگوں کو نصیحت میں اور پہلوں کے نصیحت میں
 تاکہ وہ ایمان لائیں (۱۱۶) پھر جب اُنکی پاس دیگئی کہنے لگی کہ ہمارے لئے یہ
 ہی — اور جب اُنکو براۓ پہونچے تو بدستگئی نہرائی موسیٰ اور اُسکے ساتھیوں کی —
 جہاں بے شک اُسکے سوا اور کچھ نہیں کہ اُنی بدستگئی اللہ کی طرف سے ہی و لیکن اُن
 میں سے بہت سے ہمیں جانتے (۱۱۷) اور اُنہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو کفنی ہی نشانیاں
 ہمارے پاس لائے تاکہ اُن سے ہم پر جانو کر دے پھر ہم تجھے پر ایمان نہیں لے دیں گے (۱۱۸) پھر
 ہم بے اُن پر طوفان اور ندیاں اور پسہ اور میتھ اور خون کی نشانیاں جدا جدا بھیجیں
 پھر اُنہوں نے سرکشی کی اور وہ قوم تھی گنہگار (۱۱۹) اور جب پوی اُن پر آفت تو اُنہوں نے
 کہا اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے جس طرح تجھکو حکم دیا ہی دعا کر — اگر تو
 ہم پر سے اس آفت کو دور کر دینا تو ہم تجھے پر ایمان لے آویں گے اور ہم تیرے ساتھ بغی اسرائیل
 کو بھیج دیں گے — پھر جب ہم نے اُن پر سے آفت کو ایک معین وقت تک جس میں
 وہ پہونچنے والی تھی دور کر دیا تو پھر وہ ایسا اقرار توڑ دیتے تھے (۱۲۰) پھر ہم نے اُن سے بدلا
 لیا پھر ہم نے اُنکو سمندر میں ڈبو دیا — اسلئے کہ وہ چھٹاتے تھے ہماری نشانوں کو اور
 اُن سے غافل تھے (۱۲۱) اور ہم نے وارث کہا اُس قوم کو جو

كَانُوا يَسْتَظْعِفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا
 وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحَسَنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآئِيلَ بِمَا صَبَرُوا
 وَدَمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٣٣﴾
 وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَآئِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكِفُونَ
 عَلَىٰ آصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَمُوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ
 قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَبْجَاهُونَ ﴿١٣٤﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مَتَّبِعُونَ مَا هُمْ فِيهِ وَ
 بَطُلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٥﴾ قَالَ أَغِيرَ اللَّهِ آبِغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ
 قَضَاكُمْ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ﴿١٣٦﴾ وَإِنَّ أَنْجِيكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ
 يَسُوءُكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يَقْتُلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعِيدُونَ نِسَاءَكُمْ
 وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٣٧﴾ وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ
 ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ فِتْنٍ مِيقَاتٍ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً
 وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا
 تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٣٨﴾ وَآمَا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ
 رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرِنِي وَلَكِنْ أَنْظُرْ

ضعیف ٹلے جاتی تھی۔ زمین کی مشرقوں اور اُس کی مغربوں کا جس زمین میں ہم نے
 برکتیں رکھی ہیں۔۔۔ اور پورا ہوا اچھا وادہ تووے پروردگار کا بنی اسرائیل پر امنڈنے کا
 انہوں نے صبر کیا اور ہم نے خراب کر دیا اُسکو جو کیا تھا فوجوں اور اُسکی قوم نے اور اُسکو
 جسے انہوں نے چڑھایا تھا ﴿۱۳۶﴾ اور بار اوتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے بہو وہ
 آپہنچے ایک قوم کے پاس جو اپنے بتوں کے گن بدلتی رہتی تھی (یعنی اُنکی پوجا کرتے تو)
 بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ ہمارے لیڈے بھی ایسے ہی معبود بغدادی جیسیسینہ اُنکے معبود
 ہیں۔۔۔ موسیٰ نے کہا کہ بے شک تم لوگ چہالت کرتے ہو ﴿۱۳۷﴾ اس میں کچھ شہد نہیں
 کہ یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہیں جس میں نہ وہ ہیں اور باطل ہی جو نہ چھو کہ وہ کرتے
 ہیں ﴿۱۳۸﴾ موسیٰ نے کہا کہ کیا میں چاندنگا خدا کے سوا تمہارے لیڈے توئی اور معبود۔۔۔
 اور اُسے نے تمکو برتر ہی بھی عالموں پر ﴿۱۳۹﴾ اور (یاد کرو) جبکہ ہم نے تمکو
 چھوڑایا فرعون کے لوگوں سے تمکو وہ پہنچاتے تھے برا عذاب۔۔۔ مار دالنے تک تمہارے پیٹوں
 کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو۔۔۔ اور اس میں تمہارے لیڈے تمہارے پروردگار کی
 جانب سے بڑی آزمائش تھی ﴿۱۴۰﴾ اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے اسیس رات کا (کہ پہاڑ پر
 اتر خدا کی عبادت کرے جب توریت دی جاوے گی) اور ہم نے دس راتیں میں اُسکو
 پورا کیا پھر پورا ہوا متور کیا ہوا وقت اُسکے پروردگار کا چالیس رات میں۔۔۔ اور (پہاڑ پر
 جاتے وقت) موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ مہربی قوم میں میرا جانشین ہو اور اصلاح
 کے کام کریو اور مفسدوں کے طریقہ کی پیروی نہ کرو ﴿۱۴۱﴾ اور جب موسیٰ آیا تمہارے مقرر کیے
 ہوئے مقام پر اور اُس سے کلام کیا اُسکے پروردگار نے۔۔۔ موسیٰ نے کہا اے پروردگار اپنے
 تہذیب مجھے دکھا دے تاکہ میں تجھکو دیکھوں۔۔۔ خدا نے کہا کہ تو مجھکو ہرگز نہ دیکھ
 سکیگا ولیکن تو دیکھ

إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِيْنِي فَلَمَّا تَبَلَغَى رَبَّهُ
 لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا ﴿١٣٩﴾ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ
 سُبْحَنَكَ ثَبَّتَ إِلَيْكَ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤٠﴾ قَالَ يَمُوسَى
 أَنِّي اصْطَفَيْتَكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَ بِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتَكَ
 وَ كُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤١﴾ وَ كَتَبْنَا لَهُ فِي الْآوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
 مَوْعِظَةً وَ تَفْصِيلًا أَكُلِ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَ أَمْرَ قَوْمِكَ
 يَا خُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَاوِرِيكُمْ أَرْوَاحَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٢﴾ سَاوِرُفَ عَنْ
 آيَتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كَلَّ
 آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ﴿١٤٣﴾
 وَ إِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَاكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا
 بِآيَتِنَا وَ كَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٤﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَتِنَا وَلِقَاءِ
 الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٥﴾
 وَ اتَّخَذَ قَوْمَ مُوسَى مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حَلِيمٍ عَجَلًا جَسَدًا لَهُ
 خَوَارِمْ يَرَوْنَ أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ﴿١٤٦﴾ اتَّخَذُوهُ

اس پہاڑ کی طرف بھر اُگر پہاڑ اپنی جگہ پر تھرا رہے تو قر یہی معجزہ دیکھ سکیگا —
 بھر جب تجلی کی اُسکے پورونگارے پہاڑ پر اُسکو کر دیا نکرے نکرے اور گر پڑے موسیٰ
 بے ہوش ہو کر ﴿۱۳۷﴾ — بھر جب ہوش آنا تو بولے پاک ہی تو میں میرے اُنے نبیہ کرتا ہوں
 اور میں پہلا ایمان لانے والا ہوں ﴿۱۳۸﴾ خدا نے کہا اے موسیٰ میں نے اپنے پیغام دیکو اور اپنی
 مانوں سناکو تجھکو لوگوں پر ہو گردہ کیا ہی بھر پڑے جز کچھ کہ میں نے تجھکو دیا ہی
 اور ہو شکو کرنے والوں میں سے ﴿۱۳۹﴾ اور ہم نے لکھی اُسکے لینے پھندوں میں ہو ایک چیز
 کی نصیحت اور ہو ایک چیز کی تنصیل بھر پکڑے اُسکو زور سے اور اپنی قوم کو حکم کر
 کہ پکڑے اُن (اُنکو) معہ اُنکی زیادہ اچھی نصیحتوں کے — (ورنہ) میں تمکو جلی سے
 دھلاؤنگا کھر فاسقوں کا ﴿۱۴۰﴾ البتہ تم پھر دینے اپنی نشانوں سے اُنکو جو ناحق تکبر کرنے
 میں زمین پر اور اکر وہ دیکھیں کوئی نشانی ہو اُسپر ایمان نہ لاریں — اور اکر وہ دیکھیں
 بھلائی کا رستہ نہ پکڑیں اُس رستہ کہ بطور بھلائی کے رستہ کے ﴿۱۴۱﴾ اور اکر دیکھیں گمراہی
 کا رستہ تو اُسکو پکڑیں بطور بھلائی کے رستہ کے — یہی اسلام ہے کہ اُنہوں نے چھلایا ہماری
 نشانوں کو اور وہ تھے اُن سے غافل ﴿۱۴۲﴾ اور جن لوگوں نے چھلایا ہماری نشانوں کو اور
 آخرت کے ملنے کو چھوڑ گئے اُنکے لچھوں یعنی ناپید ہو گئے اُنکے عمل — کیا وہ بھلائی پاویں گے —
 مگر اسی کا بدلا جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۱۴۳﴾ اور بنایا موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کے (پہاڑ پر
 جانے کے) بعد اپنے گھنوں سے بچھڑا مجسم کہ اُس میں بچھڑے کی سی آواز تھی — کیا
 اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ نہ اُن سے بات کرتا ہی اور نہ اُنکو کسی رستہ کی ہدایت کرتا
 ہی ﴿۱۴۴﴾ اُنہوں نے اُسکو (معبود) کرایا اور وہ

وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٣٧﴾ وَأَمَّا سَقَطُ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا
قَالُوا لَئِنْ أَمْ يَرْحَمَنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرَ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٣٨﴾
وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بُعِثُوا
خَلَفَتُونِي مِنْ بَعْدِي أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَالْقِيَاسُ الْإِلَاحُ
وَ أَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنُ أُمِّ الْقَوْمِ
اسْتَعْصِفُونِي وَ كَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تَشْعِمْتُمْ بِي الْأَعْدَاءُ وَلَا
تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي
وَ ادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٤٠﴾ إِنَّ
الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٤١﴾ وَالَّذِينَ
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ نَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَ آمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ
بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٢﴾ وَ أَمَّا سَكَتٌ عَنْ مُوسَى الْغَضَبِ
أَخَذَ الْإِلَاحُ وَ فِي نَسِخَتِهَا هَدًى وَ رَحْمَةً لِلَّذِينَ هُمْ لِزِبْرِهِمْ
يُزْهَبُونَ ﴿١٤٣﴾ وَ اخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا أَلَمِيقَاتِنَا

ظالم تھے ﴿۱۲۵﴾ اور جب وہ اپنے ہاتھوں کے کٹنے سے ہشیمان ہوئے اور جانا کہ بے شک وہ گمراہ ہوئے تو بولے اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم اور ہم کو معاف نہ کرے تو بے شک ہم ہونگے نصمان پائے والوں میں ﴿۱۲۶﴾ اور جب یہاں موسیٰ (پہاڑ پر سے) اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا — افسوس کرنا ہوا (تو ہاروں سے) کہا کہ میرے پیچھے تم نے بہت ہی بڑی میزبانی کی تھی کیا جلدی کی تم نے اپنے پروردگار کے حکم کی اور ڈال دیا تختہ یوں کو اور اپنے بھائی کے سر کے مال پکڑ کر اُسکے اپنی طرف کوینچنے لگا — ہاروں نے کہا اے میرے ما چائے بے شک قوم نے مجھ کو عاجز سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو مار ڈالیں پھر خوش مت کر میری اہانت سے میرے دشمنوں کو اور نہ شامل کو مجھ کو دھاموں کی قوم کے ساتھ ﴿۱۲۷﴾ موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہی ﴿۱۲۸﴾ بے شک جن لوگوں نے پیچھے رہ کر معیوں کر لیا انہیں دینا غضب اُنکے پروردگار کا اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور اس طرح ہم بدلا دیے ہیں افترا کرنے والوں کو ﴿۱۲۹﴾ اور جن لوگوں نے برے عمل کیئے ہیں پھر اُسکے بعد اُس سے توبہ کی اور ایمان لے آئے بے شک تیرا پروردگار اُسکے بعد معاف کرنے والا ہی رحم کرنے والا ﴿۱۳۰﴾ اور جب تیرا گناہ موسیٰ کا غصہ لے لیا تختہ یوں کو اور اُسکے لکھے ہوئے ناموں ہدایت تھی اور رحمت اُن لوگوں کے لیئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ﴿۱۳۱﴾ اور جن لیا موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں کو ہمارے وعدہ کی جگہ کے لیئے

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلِ
 وَ إِيَّايَ أَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِن هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ
 تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَ تَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ
 لَنَا وَارْحَمْنَا وَ أَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿۵۱﴾ وَ أَكْتُبُ لَنَا فِي
 هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدُّنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي
 أُصِيبُ بِهِ مَن أَشَاءُ وَ رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاكُنْهُمَا
 لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَ يُوْتُونَ الزَّكَاةَ وَ الَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
 يَوْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي
 يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَ الْأَنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ

﴿۵۱﴾ - (یجدونہ مکتوبا عندهم فی التورۃ و الانجیل) یہہ ایک آیت ہی جس میں
 اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے ہونے کی بشارت توریت و انجیل میں موجود ہی — میں
 نے آنحضرت صلعم کی بشارات پر ایک مفصل خطبہ خطبات احمدیہ میں لکھا ہی جس
 میں موافق اصول اہل مذہب کے مقلدانہ یعنی بعد تعلیم اُن امور کے جو عیسائی و
 مسلمان نسبت بشارات کے تسلیم کرتے ہوں بحث کی ہی اور توریت و انجیل سے آنحضرت
 صلعم کی بشارات کو ثابت کیا ہی — مگر میں اپنی اس تفسیر میں اُس سے زیادہ دقیق
 امور پر بحث کرنا اور بشارات کی حقیقت اور اُس کا قرآنی قدرت کے مطابق ہونا بیان
 کرنا چاہتا ہوں — مگر اس بحث کے لیئے بہ نسبت اس آیت کے سورۃ الصف کی آیت
 جہاں آیا ہی “ مبشرا برسول یاتی من بعثی اسمہ احمد “ زیادہ مناسب ہی اسلئے
 انشاء اللہ تعالیٰ اُس آیت کی تفسیر میں یہہ پوری بحث لکھی جا رہی — اور اس مقام پر

پھر جب پکڑ لیا اُنکو کپ کواہٹ نے موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُنکو اور سمجھکو مار دالتا کیا تو ہمکو مار دالتا اُس کے بدلے میں جو ہماری قوم کے بے رتوفوں نے کیا ہی - بھہ نہیں ہی مگو تیری طرف سے آزمائش - تو اُس (آزمائش) سے گمراہ کرتا ہی جسکو چاہتا ہی - اور ہدایت کرتا ہی جسکو چاہتا ہی - تر ہی ہمارا مالک ہی پھر بخشد - ہمکو اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے اچھا بخشدینے والا ہی (۱۵۴) اور لکھدے ہمارے لئے اُس دنیا میں، نہ کی اور آخرت میں بے شک ہم نے رجوع کی ہی تیری طرف - خدا نے کہا کہ میں اپنے عذاب کو پہونچاتا ہوں جسکو چاہتا ہوں اور موری رحم نہ پہا لیا ہی ہر چیز پر - پھر میں اُسکو لکھدونگا اُن لوگوں کے ایسے جو پروردگاری کرتے ہوں اور زکات دیسے ہوں اور ایسے ارگوں کے لئے جو ہماری نشانوں پر ایمان لاتے ہوں (۱۵۵) جو کہ موری کرتے ہیں اُس رسول کی اُس ان پڑہ نبی کی جسکو وہ پاتے ہوں اکھا ہوا اپنے پاس توریات اور انجیل میں - اُنکو حکم کرتا ہی

نہ کسی بحث کے توریات و انجیل کی وہ آیتوں لکھی جاتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کی بشارت لکھی ہی *
ابوالفرج مالطی یعنی مالکا کا رھنے والا جو ایک عیسائی عالم ہی اُس نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی ہی جسکا نام " تاریخ مختصر الدول " ہی اور وہ کتاب سنہ ۱۶۶۳ء میں اکسفورڈ میں چھپی ہی اُس کے صفحہ ۱۶۵ میں یہ عبارت مندرج ہی *
وقد ادعی علماء الاسلام ورون ذکرہ فی کتب اللہ المعزاتہ اما فی الموریۃ ففی آیت - جاء اللہ من سہما و اشرف من ساعیر و استعلن من جبل فاران - قالوا ہذہ اشارۃ الی نزول التورۃ علی موسیٰ و الانجیل علی عیسیٰ و القرآن علی محمد - واما فی الزبور ففی آیت - یشہر اللہ من صہیون اکلہا متحمدا - قالوا الاکلیل رمز علی الملک و المتحمون علی محمد - واما فی الانجیل ففی آیت - ان انا لم اذہب - الفار قلیط لایجہکم *

بِالْمَعْرُوفِ وَ يُنْهَمُّ عَنْ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ

توریت سفر پنجم باب ہزدم آیت ۱۵ و ۱۸ میں یہ لکھا ہے — قائم کریگا توہا معبود
تدیرے لہئے نبی تجھے میں سے تھوے بہاؤوں میں سے مجھے ما اُسکو مانوے۔ اُنکے بہانوں
میں سے نبی توہا سا قائم کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں دونکا اور جو کچھ میں اُس
سے کہونگا وہ اُن سے کہدیگا *

بنی اسرائیل کے بھائی نبی اسمعول میں جس سے اشارۃ آنحضرت صلعم کی طرف
ہی اور سوائے آنحضرت صلعم کے کوئی دوسرا نبی موسیٰ کی مانند نہیں ہوا اور ان الفاظ
سے کہ اپنا کلام اُس کے منہ میں رکھونگا قرآن مجید کے نازل کرنے کی طرف اشارۃ ہی *
توریت سفر پنجم باب سی و سوم آیت ۲ میں لکھا ہے — اور کہا خدا — میں سے نکلا
اور سعور سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اُسکے دھنے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ
نشر ملائکہ کے آیا *

کتاب جنون باب سوم آیت ۳ — آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے
آسمانوں کو جمال سے چھایا دیا اُسکی ستائش سے زمین ہرگنی — فاران خاص مکہ معظمہ کے
پہاڑوں کا قدیم نام ہی پس ان دونوں آیتوں میں بنی حجازی کا ذکر لکھا ہے *
سورۃ سلیمان باب پنجم کی دسویں آیت سے سولہویں آیت تک یہ ذکر لکھا ہے —
میرا دوست نورانی گندم کون ہزاروں میں سردار ہی اُسکا سر ہیرے کا سا چمکدار ہی
اُسکی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہوں — اُسکی آنکھیں ایسی ہوں جیسے پانی کے
کند پر کبوتر — دودہ میں دھلی ہوئیں — نگینہ کی مانند جڑی ہوئیں خانہ میں — اُسکے
رخسارے ایسے ہوں جیسے تئی پر خوشبودار بھل چھائی ہوئی — اور چکے پر خوشبو
رگزی ہوئی — اُسکے ہونٹ پھول کی پتھریاں جیسے خوشبو تپکتی ہی اُسکے ہاتھ ہیں
سوئے کے ڈھلے ہوئے — جواہر سے جڑے ہوئے — اُسکا ہمت جیسے ہاتی دانت کی تختی —
جواہر سے لپی ہوئی — اُسکی پنداریاں ہوں جیسے سنگ مرمر کے ستون — سونہ کی بوٹھکی
پر جڑے ہوئے — اُسکا چہرہ مانند مہتاب کے — جوان مانند صوفیہ کے — اُسکا گلا نہایت
شہریں — اور وہ بالکل مستحدم (مستحدم) یعنی بہت تعریف کیا گیا ہے — یہ ہی میرا
دوست اور میرا محبوب اے بیٹوں یروشلم کے *

عبری زبان کے قاعدہ میں نام کو بھی بلحاظ تعظیم جمع بنا دیتے ہیں جیسے بعل کو
بعالہم — لیکن مستحدم کو اگر صفت ہی تسلیم کیا جاوے تو بھی اُس سے آنحضرت صلعم

بھائی کا اور انکو متع کرتا ہی برائی ہے اور حلال کرتا ہی انکے لئے اچھی چیزیں اور حرام کرتا ہی

کی طرف اشارہ ہی *

کتاب ہندی باب یازدہم آیت ۷ میں لکھا ہے: سب قوموں کو ہلا دینکا — اور "بحدت" (احمد) سب قومیں کا آویگا اور اس گھر کو بزرگی سے پور دینکا — کہا خداوند خلایق نے *

حضرت عبید لفظ میں: حروف کے مقابلہ کے لیئے ہی بمعنی سب قوموں کا بہت بڑا مستعمل — اور اس عبری لفظ کے مقابلہ میں احمد کا معنی جو حمد کے ساتھ سے نکلا ہی بالکل درست آتا ہی پس خواہ اس لفظ کو صرف نام قرار دو خواہ صفت اس آیت میں آنحضرت صلعم کا ذکر لکھا ہی *

کتاب اشعہاء ندی باب بیست و یکم آیت ۷ — اور ایک چوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور حوف مہرچہ ہوا *

حضرت اشعہاء ندی نے اپنے سکاشفہ سے دو نڈوں کے پودا ہونے کی خبر دی ایک کو گدھے کے سوار سے تعبیر کیا ہی جس سے حضرت عبید مراد میں کوونکہ جب حضرت عیسیٰ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو وہ گدھے پر سوار تھے — دوسرے کو اونٹ کے سوار سے تعبیر کیا ہی جس سے آنحضرت صلعم مراد میں کوونکہ جب آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہیں تو اونٹ پر سوار تھے *

انجیل یوحنا باب شانزدہم آیت ۷ — میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہہ بہا ہی تمہارے لئے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں کوونکہ اگر میں نجاؤں تو فار قلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آویگا *

نار قلیط اصل میں یونانی لفظ نہیں ہی بلکہ در اصل کالدي زبان کا لفظ ہی جو عبرانی کی مانند زبان ہی مسلمانوں میں اسکا املا اور تلفظ عربی زبان کے موافق ہی جو کالدي یا عبری زبان سے چلداں بعد نہیں ہی مگر حضرت یوحنا نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی تھی اسلئے اس لفظ کا تلفظ اور املا یونانی زبان کے موافق لکھا تھا جو کالدي یا عبری زبان سے نہایت بعد ہی — معلوم ہوتا ہی کہ یونانی زبان میں اسکا تلفظ مختلف طرح پر ہوا اور اسی سبب سے قدیم و جدید یونانی نسخوں میں اسکا املا بھی مختلف طور پر لکھا گیا جسکے سبب تلفظ بھی اور معنی بھی کس قدر بدل جاتے ہیں — مسلمان تو اس لفظ کا ترجمہ موافق قدیم یونانی تلفظ و املا کے احمد کرتے ہیں — مگر اس زمانہ کے عیسائی اس قدیم املا کو تسلیم نہیں کرتے اور موافق جدید تلفظ و املا

عَلَيْهِمُ النَّجِثَاتُ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ
عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَّوْهُ وَ نَصَرُوهُ وَ اتَّبَعُوا النُّورَ
الَّذِي أَفْزَلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴿۵۴﴾ الَّذِي لَهُ مَلَكُ السَّمَوَاتِ

کے اُسکے متعدد ترجمے کرتے ہیں *

نہایت قدیم عربی ترجمہ جو روم کبھڑ میں سنہ ۱۲۷۱ ع میں چھپا اُس میں تو اس
لفظ کا ترجمہ ' فارقلوط ' ہی کیا ہی *

ایک عربی ترجمہ میں جو بطور خلاصہ چاروں انجیلوں کے فلارنس میں سنہ ۱۷۷۳ ع
میں چھپا ہی اُس میں بھی اس لفظ کا فارقلوط ہی ترجمہ کیا ہی *

ایک عربی ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۱۱ ع میں ' چھپا اُسکا ترجمہ " تسلی " کیا ہی
یعنی تسلی دھندہ — اور خاص اس آیت میں اُسکا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ لفظ
' المعزی ' بطور اشارہ کے لکھا ہی *

اُس کے بعد جسقدر ترجمے فارسی اُردو کے چھپی ہیں اُن سب میں اُسکا ترجمہ
تسلی دیئے والا کیا گیا ہی *

لیکن اس املا کے تغیر و تبدل اور ترجموں یا معنی کے اختلاف سے مسلمانوں کے اس
دعوے میں کہ اس آیت میں آنحضرت صلعم کی بشارت ہی کچھ فرق نہیں آتا — کیونکہ
کسی بشارت میں اُس کا جسکی بشارت ہی خاص نام نہیں بتایا جاتا بلکہ اُسکی صفت
بہان کی جانی ہی پس اُس لفظ کے کوئی صفتی معنی لو وہ سوائے آنحضرت صلعم کے
اور کسی پر صادق نہیں آتے — کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی اور نبی موسیٰ کی مانند
سوائے آنحضرت صلعم کے نہیں ہوا — قرآن مجید میں بھی خاص نام آنحضرت صلعم کا نہیں
نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے اسم مبارک کی صفت ' احمد ' بیان ہوئی ہی یعنی " یاتی
من بعدی اسمہ احمد " اے اسمہ یحمد لن الفعل یجئ لمبالغة الفاعل والمفعول — بالفرض
اگر اُس سے نزول روح القدس مراد ہو تو بھی حضرت عیسیٰ کے بعد آنحضرت صلعم ہی پر
نازل ہوئی ہی — کیونکہ حواریوں پر جو سنا کہ انجیلوں میں بہان ہی قبل اُس کے نازل

اُنہو پر جو چیزیں اور اوتارنا ہی اُنہو سے اُنکا بوجھ اور (اوتارنا ہی) طاقتوں کو جو اُنہو
تھے پھر جو لوگ اُسہو ایمان لائے۔ اُسکی تعظوم کی اُر اُسکی مدد کی اور تابعداری کی اُس
نور کی جو اُسہو اوتارا گیا ہاں وہی لوگ ہوں فلاح پانے والے (۱۵۸) کہدے (اے پوغمبر) کہ
اے لوگوں بے شک میں تم سب کے پاس اللہ کا پیغام لائے والا ہوں (یعنی اللہ کا رسول
ہوں) (۱۵۹) جسکے لئے آسمانوں کی

ہرچکی تھی *

انجیل لوقا باب ہست و چہارم آیت ۲۹ — اور دیکھو میں بھجتا ہوں وعدہ اپنے باپ
کا تم پر لیکن تم ٹھہر شہر یروشلیم میں جب تک کہ عطا ہو تم کو نوت اورو سے *
روح القدس تو حواریوں پر آچکی تھی اور یروشلیم میں ٹھہرا رہتا یعنی اُس کو معبد
سمجھنا مروت تھا اور وہ تبدیل ہوگیا اُس کے معبود ہونے پر جس نے معبد فرار دیا
پس جس کے بھجنے کا اس آیت میں ذکر ہی اس سے مراد آنحضرت صلعم تھے *
انجیل یوحنا باب یکم آیت بیس سے پچیس تک میں لکھا ہی — اُسے یعنی حضرت
یحییٰ نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا اور اقرار کیا کہ میں کرسٹاس یعنی عیسیٰ مسیح نہیں
ہوں اور اُنہوں نے پوچھا اُس سے کہ پھر کون ؟ کہا تو الھاس (یعنی خضر) ہی اور اُس
نے کہا میں نہیں ہوں — تو وہ نبی ہی ؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں — تب اُنہوں نے
اُس سے کہا کہ کون ہی تو تاکہ ہم جواب دے سکیں اُن کو جنہوں نے کہ ہمکو بھجنا
ہی — اپنے تئیں تو کہا کہتا ہی ؟ اُس نے کہا میں ہوں آواز اُس کی چونکہ جنگل میں
چلاتا ہی — سیدھا کرو رسمہ خداوند کا جساکہ نبی اشعیاء نے کہا — اور وہ جو بھجے
گئے تھے فروسی سے اور اُنہوں نے اُس سے پوچھا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہی ؟
چونکہ تو نہ رسمہ اُس یعنی عیسیٰ مسیح ہی اور نہ الھاس اور نہ وہ نبی *

حضرت یحییٰ نے اُنہوں نے الھاس کو اسلیمہ پوچھا کہ یہودی اُنکو زندہ مانتے تھے
مسیح کے آئے نے مروج ہوا اور علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آؤکے متوقع تھے اُن
کو وہ نبی کے پوچھا پس وہ نے آنحضرت صلعم کے سوا اور کسیکی طرف اشارہ نہیں
ہوسکتا جسکی نسبت خدا نے موسیٰ سے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے
مثل موسیٰ کے ایک نبی پیدا کروں گا *

وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمَّا بِلِلَّهِ وَرَسُولِهِ
الَّذِي آمَنَ الَّذِي يُؤْمِنُ بِكَلِمَتِهِ وَأَتَّبَعُوا لِعَلِّكُمْ
تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ
يَعْدِلُونَ ﴿١٥٩﴾ وَقَطَعْنَاهُمْ اثْنَتَى عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَّاوَا وَوَحَيْنَا
إِلَى مُوسَى أَنْ اسْتَثْقِلَ قَوْمُهُ أَنْ أَضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ
فَاتَّبَعْنَاهُمْ مَذَّةَ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرِبَهُمْ
وَوَضَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنِّ وَالسَّلْوَى كَانُوا
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ
يُظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِنْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا
مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
فَغْفِرَ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ سَنُزِيلُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ
ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا
مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾ وَسَأَلْنَاهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ أَنْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ أَنْ قَاتَيْنَاهُمْ

اور مہوں کی بادشاہت ہی کوئی مہینہ نہیں پہنچا سکے — چلتا ہی اور مارتا ہی —
 پھر ایمان لے لو اللہ پر اور اس کے رسول پر ، ان پر وہ نبی پر جو ایمان لانا ہی اللہ پر اور اس کے
 کلام پر — اور اس کی ناطقہ داری کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ ﴿۵۵﴾ اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک
 گروہ ہی کہ سچائی سے ہدایت کرتی ہی اور اس کے ساتھ عدل کرتی ہی ﴿۵۶﴾ اور ہم نے ائمہ
 علاحدہ کر دیئے بارہ قبیلے گروہ گروہ — اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جبکہ اُس سے اس کی قوم
 نے پانی پینے کو مانگا یہ کہ مار اپنے عصا سے پتھر کر (یعنی چٹل اپنے عصا کے سہارے سے
 اس نہاری پر) پھر پھوٹ رہے ہوں اُس نہاری سے چشمے — البتہ جان لیا ہر شخص نے
 اپنے ذاتی پھلے کی جگہ کو اور ہم نے اُن پر چھا دیا بادل کو اور اوتارا ہم نے اُن پر من و سلوا
 کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو کچھ کہ ہم نے تم کو کھانیکو دیا ہی و لیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرنے
 تھے ﴿۵۷﴾ اور جب اُن سے کہا گیا کہ اس گانوں میں رہو اور اُس میں سے کھاؤ چہل چہو
 اور کہو گناہ چھڑا دے اور دروازہ میں گھسو سجدہ کرتے ہوئے میں بخششوں کا تمہاری
 خطائوں — اور زیادہ دینکے اچھے کام کرنے والوں کو ﴿۵۸﴾ پھر بدل دی اُن میں سے اُن لوگوں نے
 جو ظالم تھے بات کو جو اُن سے کہی گئی تھی دوسری بات سے ، پھر ہم نے بھیجی اُن پر آسمان
 سے برائی بدلے میں اس کے کہ وہ ظلم کرتے تھے ﴿۵۹﴾ اور اُن سے پوچھہ اُس بستی کے حال سے
 جو دریا کے کنارہ پر تھی جب کہ وہ زیادتی کرتے تھے سبت کے دن (یہودی شہنہ کو سبت

حَيْثَانَهُمْ يَوْمَ سَبَّيْتَهُمْ شُرَعًا وَ يَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ
 نَبِّأُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٦٦﴾ وَ إِنْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ
 تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا
 مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٧﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا
 بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَ أَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا
 بِعَذَابٍ بَشِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٦٨﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا
 نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَ إِنْ تَأَنَّ
 رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مِنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
 إِنْ رَبُّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَ أَنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾ وَ قَطَعْنَاهُمْ
 فِي الْأَرْضِ أَمَّا مِنْهُمْ الضَّالُّونَ وَ مِنْهُمْ الضَّالُّونَ ذَاكَ
 وَ بَلَّوْنَهُمْ بِالْكَسَنَةِ وَ السَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٠﴾ فَخَلَفَ
 مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَ رِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا
 الْأَدْنَىٰ وَ يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَ إِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُ الَّذِي
 آمَنُوا يُوْحِّدُوا عَلَيْهِمْ مِثْلَ الَّذِي آمَنُوا لَئِنْ لَمْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُ الَّذِي

اُن کی مچھلیاں (یعنی اُنکے دیوا کی مچھلیاں) اُن کے پاس اُنکے سمیت کے دن جسکی تعظیم رکھتے تھے اور جس سمیت کے دن کی وہ تعظیم نہیں رکھتے تھے اُنکے پاس نہیں آتی تھیں + اسطرح ہم نے اُنکی آزمائش کی اس لئے کہ وہ نافرمان بردار تھے ﴿۱۹۸﴾ اور جب کہا اُن میں سے ایک گروہ نے کہیں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو کہ اُنکو اللہ ہلاک کرتے والا اور اُنکو سخت عذاب کرنے والا ہی - اُنہوں نے کہا تاکہ ہم تمہارے پروردگار پاس عذر کرسکیں اور شاید کہ وہ پوچھگڑائی کریں ﴿۱۹۹﴾ پھر جب یہ بھول گئے جسکی اُنکو نصیحت کی گئی تھی ہم نے بچا دیا اُن لوگوں کو جو برائی سے منع کرتے تھے اور پکڑ لیا اُنکو جنو ظلم کرتے تھے برے عذاب سے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿۲۰۰﴾ پھر جب اُنہوں نے اُن چیزوں کے چھوڑ دیے جو اُن کو منع کی گئی تھیں سرکشی کی تو ہم نے اُن کو کہا کہ ہوجاؤ بندر ذلیل + اور جب ٹھہرنا توڑے پروردگار نے کہ ضرور اُن پر مسلط فریگا قہاست کے دن تک اُسکو جو اُنکو سخت عذاب پہونچانا رہے - بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب کرنے والا ہی اور بے شک وہ ہی بخشنے والا مہربان ﴿۲۰۱﴾ اور ہم نے جدا کردیں اُنکی گروہوں زمین میں - اُن میں سے اچھے بھی ہیں اور اُن میں ایسے بھی ہیں جو اُنہوں نے اُنکا امتحان کیا بھلاؤں سے اور برائیوں سے تاکہ وہ (بڑی راہ سے) پہر آویں ﴿۲۰۲﴾ پھر جاننشین ہوئے اُن کے بعد ایسے جاننشین کہ وارث ہوئے کتاب (یعنی توریت) کے - لہتے ہیں اس ناچیز (دوا) کی دولت (یعنی خدا کی نسبت جھوٹی باتیں کہ کر) اور کہتے ہیں کہ ہمکو بخش دیا جاوےگا - اور اگر آوے اُنکے پاس دولت مثل اُسکے تو اُسکو لے لیتے ہیں - کیا اُن سے توریت میں جو وعدہ ہی نہیں لیا گیا - کہ نہ کہہئے اللہ کی نسبت بتجز

+ سمیت کے دن پروردگار کو شکار کیا تھا اور کوئی کام کرنا منع تھا جس سمیت کی وہ تعظیم رکھتے تھے اور شکار کو نہ جاتے تھے مچھلیاں کھانا پر سمیت سے آتی تھیں اور جس دن وہ سمیت کی تعظیم توڑ دیتے تھے اور شکار کو جاتے تھے تو مچھلیاں قہر سے آتی تھیں اور کھانا پر نہیں آتی تھیں -

الْحَقُّ وَذَرَسُوا مَا فِيهِ وَالِدَارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ
 أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۷۸﴾ وَالَّذِينَ يَمَسُكُونَ بِالْكَتِيبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
 إِنَّا لَأَنْضِيعَ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۹﴾ وَإِنْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ
 كَانَتْ ظِلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خَذَلُوا مَا آمَنَكُمْ بِقُوَّةِ
 وَأَذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَنَّاكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَإِنْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ
 بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
 أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ نَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا
 عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ﴿۱۸۱﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ

﴿۱۸۱﴾ — (و اذا اخذ ربك) اس آیت میں لفظ ” اہم “ سے حضرت آدم ابوالبشر
 کسی طرح مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ آیت میں صاف لفظ ” بنی آدم “ ہی اور یہ
 ” من ظہورہم “ اور ” ذریعہم “ میں ضمیر جمع کی بنی آدم کی طرف راجع ہے — پس
 بہ خیال مفسرین کا کہ بروز میثاق خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی بیٹہ میں سے تمام
 ذریات کو نکالا اور اُن سے اپنے خدا ہونے کا اقرار لیا تو ان مجہود کے الفاظ کے مطابق نہیں
 ہے — نہ اس آیت میں روز میثاق کا ذکر ہے نہ کسی روز میثاق کا وجود اس سے پایا
 جاتا ہے *

مفسرین نے بعض حدیثوں پر جن میں بروز میثاق حضرت آدم کی بیٹہ میں سے
 اُن کی ذریعت کا نکالنا اور خدا ہونے کا اقرار لینا مذکور ہے استدلال کیا ہے مگر وہ حدیثیں
 مستحکم نہیں ہیں نہ روایتاً اور نہ درایتاً ثابت ہوتی ہیں اس مقام پر خدا تعالیٰ نے
 نہایت لطیف و دلچسپ طریقے اور بے انتہا فصیح کلم میں انسان کی فطرت کو بتلایا ہے۔
 وہ فرماتا ہے کہ بنی آدم کی اولاد کو پیدا کیا اور خود اُن کو اُن پر گواہ کیا کہ کیا میں

سچ کے — اور انہوں نے پڑھا ہی جو کچھ اُسہیں (یعنی توریت میں) ہے — اور آخرت کا گھر بہتر ہی اُن لوگوں کے ایسے جو پڑھنا گاری کرتے ہیں — پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۱۶۸) اور جن لوگوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہی کتاب کو اور قائم رہا ہی نماز کو — بے شک ہم ضایع نہیں کرتے اجر فہکی کرنے والوں کا (۱۶۹) اور جب ہم نے ہال دیا پہاڑ کو اُن کے اوپر گویا کہ وہ سائبان ہی اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ اُن پر گر دینگا + — پھر جو کچھ ہم نے دیکھ دیا ہی زور سے اور یاد رکھو جو کچھ کہ اُسہیں ہی مادہ تم پڑھنا گاری کرو (۱۷۰) اور جبکہ لیا یعنی پیدا دیا تھوے پروردگار نے بغی آدم سے اُن کے پھانوں سے اُن کی ذریت کو اور خرد اُنکو اُنکے اوپر گواہ کیا — کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں — بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں — تاکہ تم فکھو قیامت کے دن کہ بے شک ہم اس سے بے خبر تھے (۱۷۱) یا تم کہو کہ بات یہہ ہی کہ شرک کیا تھا ہمارے دلوں نے پہلے سے

تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے کہا کہ کیوں نہیں — یہہ اشارہ اسباب کا ہی کہ خدا تعالیٰ بے غطرت انسانی ایسی بنائی ہی نہ جب وہ خود اپنی فطرت پر غور کرے اور اُس کو سوچے سمجھے تو وہی اُس کی فطرت خدا کے خدا ہونے پر گواہی دیتی ہی — اور “اسد ہم علی انفسہم” کے صریح یہی معنی ہوں اور “قالوا بلے” اُسی فطرت کی تصدیق ہی — اور یہہ صاف اس بات کی ہدایت ہی کہ ہر ایک انسان خدا پر ایمان لانے کو اپنی فطرت کی رو سے مکلف ہی *

عجایب پسند مفسرین نے کچھ ہی کہا ہو مگر علماء محققین یہی کہتے ہیں جو ہم نے کہا ہی — ہنسور کبیر میں لکھا ہی کہ جو لوگ صاحب نظر اور معقولی ہوں اُن کا قول اس آیت کی ہنسور میں یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے نکالا ذریعہ کو اور وہ ذریعہ اولہ ہی جو اپنے باپوں کی پدمہ سے اس طرح نکلی ہی کہ وہ نطفہ تھے پھر اُن کو خدا نے اُن کی ماؤں کے

والقول الثاني في تفسير هذه الآية قرأ اصحاب المظاہر وارباب المعقولات انه تعالى اخرج الذرية و هم الاولاد من اصلاب آبائهم و ذلك الاخراج انهم كانوا نطفة

وَكُنَّا قَدِيرَةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٤﴾

وَكَذَٰلِكَ نَفُصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ وَأَتْلُ عَلَيْهِمْ

نَبَا الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسِلَخْ مِنْهَا فَأَتَبَعَهُ الشَّيْطَانُ

پہلے میں نکال کر ڈالا پھر اُن دو علفہ بنا پھر مضمعہ پھر اُن کو ٹھوٹک انسان بنایا اور پوری خلقت دی پھر خود اُن کو اُن پر گواہ کیا اُن قبروں سے جو اُس نے اُن میں رکھی ہیں اپنی وحدانیت کی دلیلوں کی اور اپنی عجایب خلقت کی اور اپنی نادر صنعت کی پس اس گواہ کرنے سے اُن کی ایسی حالت ہوئی کہ گویا اُنہوں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں گو کہ وہاں زمان سے پہلے بات کہہ رہے تھے۔ اور حال کو قال سے تعبیر کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں اُنہی مثالوں میں سے خدا تعالیٰ کا قول ہی جب اُس نے آسمان اور زمین کو کہا کہ اب خروشی سے یا فاختوشی سے دونوں نے کہا کہ ہم اُٹھ خروشی سے اور بہت قول بھی اُسی کی مثال ہی کہ ہمارا حکم کسی چیز کے لئے جبکہ اُس کے ہونے کا ہم ارادہ کرنے ہیں اُسکو یہ کہنا ہی کہ ہو پھر وہ ہو جاتی ہی — اور عرب کا قول ہی کہ دیوار مؤرخ سے کہتی ہی کہ نکوؤں مجھکو پہاڑتی ہی — مؤرخ کہتی ہی کہ پوچھتے اُس سے جو مجھے تھوکتا ہی بے شک جو میرے پیچھے ہی وہ میرا پوچھتا نہیں چھوڑتا — اور شاعر کا قول ہی کہ حوض بہر گدا اور حوض نے کہا کہ بس کافی ہی مجھکو — اور اس قسم کے مجاز اور استعارے کلام عرب میں مشہور ہیں

فأخرجها الله تعالى في إرحام
الأمهات وجعلها عسلية ثم مضغة
ثم جعلهم بشرًا سويًا - حلفًا
كأسلا ثم أشهدهم على أنفسهم
بما ركب ففهم - من دلائل وحدانيته
و عجائب خاتمه و غرائب صنعه
فبالإشهاد صاروا كأنهم قالوا بلى و
أن أم يكن هناك قول باللسان
و لذلك تطابرت منبها قوله تعالى
فقال لها و للارض انبها طوعًا أو
كرها قالما أنوبنا طابعين و منبها
قوله تعالى إنما أمهنا نسيء إذا
أردنا أن نقول له كن فيكون -
و قول العرب -

قال الجدار للموذن تشقنى - قال سل
من يدقنى - فان الذي دراي ماخلفني
ورائي -

وقال الشاعر

استلاء الحوض وقال قعني
فهذا النوع من المجاز والاستعارات
مشهور في الكلام فوجب حمل
الكلام عليه - تفسير كبير جلد
٣، صفحة ٣١٢

۲۶: ضرور ہی اس کلام کو بھی اُسی پر حمل کرنا *

143 - (و ائیل علیہم نبی الذی اتواہ) اس آیت میں جو لفظ آتواہ کا ہے وہ

اور ہم شریعت تھے اُن کے بعد — پھر کہا تو ہم کو ہلاک کرتا ہی اُس کے بدلے میں جو
 کہا ہی گمراہوں نے [43] اور اسوہ طرح ہم نصفہل سے یہاں کرتے ہیں نشانہوں کو تاکہ وہ
 (گمراہی سے) پھر آویں [44] اور پڑا اُن کے سامنے قصہ اُس شخص کا جسکے پاس ہم لائے
 اپنی نشانہاں پھر وہ نکل گیا اُن سے پھر پہنچا بکڑا اُسکا شیطان نے

غیر طلب ہی — صحاح جوہری میں لکھا ہی کہ ، الا تیان الحجی یعنی ادیان کے
 معنی اُن کے ہیں اور حسب وہ ، تعدی کہا جاوے تو اُس کے معنی لانے سے ہو جاتے ہیں
 چنانچہ صحاح میں ہے کہ ، آتاء اے آباء و منہ قولہ تعالیٰ اتنا غدارنا اے ائٹنا بہ ، یعنی
 آتاء کے معنی ہیں اذابہ یعنی متعدی کے جسکے معنی ہوئے لایا اُسکے پاس یا اُسکے سامنے
 اور دران مجتہد میں خدا نے فرمایا ہی ، آتاء غدارنا ، یہہ متعدی ہی اور اُسکے معنی ہیں
 لا ہمارے صبح کے کھانہ کو ہمارے پاس — اور اُسکے معنی دینے کے بھی آتے ہیں جس سے
 کسی شی کا جسکو دی گئی ہی اُس کے قبضہ میں ہو جانا یا اُسکو اُسکا حاصل ہو جانا
 اور مسنہر ہو جانا مفہوم ہونا ہی مثلاً اگر ہم کہوں کہ ہم نے ایک اشرفی زید کو دی تو
 اس سے مفہوم ہوتا ہی کہ وہ اشرفی اُسکے قبضہ اور ملکیت میں ہو گئی — اور جب یہہ
 کہیں خدا نے فلاں شخص کو علم دیا تو اُس سے یہہ مفہوم ہوتا ہی کہ علم اُسکو حاصل
 ہو گیا اور اُس میں مسنہر ہو گیا — پس اب بحث یہہ ہی کہ ان دونوں معنوں سے یہاں کون
 سے معنی مراد ہیں — میں کہتا ہوں کہ پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی مراد
 نہیں ہیں بلکہ ہر دو ہوسکتے اسلئے کہ اسی آیت میں آگے لکھا ہی ، فانسلخ منها ، یعنی
 جس شخص کو خدا نے اپنی نشانہاں عطا کی تھیں اور اُس کو حاصل اور اُس میں مسنہر
 ہو گئی تھیں وہ اُسے نکل گیا — اور یہہ بات کسو طرح نسلم کے قابل نہیں ہی نہ جسکو
 خدا نے اپنی حکمت اور اپنی نشانہاں عطا کی ہیں جو درجہست نبوت کا درجہ ہی
 (یہاں تک کہ بعض مفسرین نے ، آتہماہ ایا تدا ، کے لفظ سے اُس شخص کو جسکا یہہ قصہ
 ہی نہی قرار دیا ہی) پھر وہ کافر ہو جاوے — اسلئے میں نے ، آتہماہ ، کا ترجمہ ، لائے ہم
 اُسکے پاس ، کیا ہی جو اصلی معنی اُس لفظ کے ہیں *

یہہ ترجمہ اوروں نے بھی اختیار کیا ہی تفسیر کادو میں ابو مسلم کا یہہ قول لکھا ہی
 آتہماہ ایا تدا اے بھٹا ہا فلم یقبل وعری منها — یعنی ہم نے اپنی نشانہاں اُسکے سامنے طاہر کوں
 پھر اُس نے قبول نہ کیا اور اُن سے علاحدہ ہو گیا — ظاہر کرنے اور پاس لانیکا ایک ہی مطلب ہی *

فَكَانَ مِنَ الْغَوِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَآوَيْنَا رَفْعَةَ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى
 الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوِيَّهٖ فَمِثْلُهُ كَذِبُ الْكَاتِبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ
 يَلْهَثُ أَوْ تَقَرُّكَ يَلْهَثُ ذَاكَ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَتِنَا
 فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۸﴾ سَاءَ مِثْلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ
 كَذَبُوا بِآيَتِنَا وَانْفُسَهُمْ كَانُوا يَظَالِمُونَ ﴿۱۷۹﴾ مِنْ يَهْدِي اللَّهُ فَمَا
 لَهْدِي وَمَنْ يَضِلْ قَوْلُكَ هُمْ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَلَقَدْ
 نَرٰنَا لِحَبَّتِهِمْ كَثِيْرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ

دوسری بحث اسموں پہ ہے کہ، 'الذی' سے کون شخص مراد ہے اور یہ قصہ نسکا
 ہے۔ قرآن مجید میں اُس شخص کا نام نہیں بتایا گیا اسلئے مفسرین نے اپنے تئیں
 کے مطابق متعدد نام لکھے ہیں اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ الذی سے بعلم باور
 مراد ہے جس کا بہت بڑا قلعہ توریث سے اعداد باب بست و دوم و بست سوم و بست
 چہارم میں مذکور ہے اُن بادوں سے پایا جاتا ہے کہ وہ سی' تھا اور خدا سے ہم کلام ہوتا تھا
 یہو ہمت پوست ہو گیا اور بنی اسرائیل کو بھی ہمت پرستی پر مائل کیا علوہ اس کے اور
 بہت بڑا اُس کا قصہ ہو آخر کار بنی اسرائیل نے اُس کو مار ڈالا۔ ہمارے علماء مفسرین
 نے اُسی قصہ کو اپنی تفسیروں میں لکھ دیا۔ مگر توریث۔ ہن اُس کا قصہ ایسے طور پر لکھا
 ہے کہ کسی طرح نسلم کے قابل نہیں ہے *

بعض مفسروں کا قول ہے کہ، 'الذی' سے اُمیہ بن اُبی صلت مشہور شاعر عرب مراد
 ہے جو پہلے اس بات کا قائل تھا کہ ایک نبی ہوئے والا ہے مگر جب آنحضرت صلعم
 مبعوث ہوئے تو ایمان نہ لایا اور کافر مرا۔ بعضوں کا قول ہے کہ ابی عامر الراحب مراد ہے
 جس نے منافقوں کو ورغلان کو مسجد ضرار بغوائی تھی۔ مگر اُن دونوں کا قصہ ایسا نہیں
 ہے کہ قرآن مجید میں بطور ایک قصہ عظیمہ قابلِ عبرت کے اُس کا ذکر کیا جاوے۔ پس

پھر ہر گناہ گمراہوں میں سے [۱۷۲] اور اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم اُسکو اُن کے سبب بلند کرتے
 و لیکن وہ بڑا دھما پستی کو طرف اور تابعداری کی اپنی خواہش کی — پھر اُسکی مثال
 اُس کتے کی مثال ہی کہ اگر تو اُس پر محتلت ڈالے تو زبان نکال دے اور خالی چھوڑ دے
 تو زبان نکال دے — یہہ مثال اُن لوگوں کی ہی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانوں کو پھر
 کہہ دے اُس قصہ کو شاید کہ وہ سوچوں [۱۷۳] بڑی ہی مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے
 جھٹلایا ہماری نشانوں کو اور وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے [۱۷۴] جسکو خدا ہدایت کرے
 تو وہ ہدایت پائے والا ہی اور جسکو گمراہ کرے تو وہی لوگ ہیں نقصان پانے والے [۱۷۵]
 اور بے شک ہم نے پھدا کھا بہتوں کو جن اور انس میں سے جہنم کے لئے — اُن کے لئے
 دل ہیں کہ اُن سے نہیں سمجھتے

ہم کو خود قرآن مجید پر غور کرنا اور اُسی سے الٰہی کے مشاراً الیہ کو تلاش کرنا چاہیے *
 جہاں تک قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتا ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس آیت
 میں الٰہی سے فرعون کی طرف اشارہ ہی — ہم نے ابھی ثابت کھا ہی کہ آدمیاء کے معنی
 اُس کے پاس لانے کے ہیں جس کی تفسیر ابو مسلم نے بیٹھا ہے کی ہی — خدا تعالیٰ
 بہت سی نشانہاں فرعون کے پاس لایا مگر اُس نے کسی کو قبول نہیں کھا ، فانساح منها ،
 جس کی طرف اشارہ ہی — اور ایک جگہ خدا تعالیٰ نے فرعون کی نسبت فرمایا ہی
 ، و لقد ارسلنا اياتنا فلها فکذب و ابی ، یعنی ہم نے فرعون کو سب نشانہاں دکھلائیں پھر
 اُس نے جھٹلایا اور انکار کھا — یہہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں اور ان دونوں کے ملانے سے
 ثابت ہوتا ہی کہ الٰہی سے فرعون کی طرف اشارہ ہی جس کا قصہ اس قابل تھا کہ لوگوں
 کو عبرت دلانے کے لئے اُس کے بیان کرنے کو کہا جاوے جیسا کہ متعدد جگہ قرآن مجید
 میں اُس کا بیان آیا ہی — تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہی کہ ، و جاز ان یکرن هذا الموصوف
 فرعون فانه تعالیٰ ارسل الیہ موسیٰ و ہارون فاعرض و ابی و کان عادیا لا متابعا للشیطان ،
 یعنی ہو سکتا ہی کہ الٰہی کا موصوف فرعون ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے پاس موسیٰ و
 ہارون کو بھیجا اور اُس نے نماز اور وہ گمراہ تابع شیطان تھا *

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا
أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٤﴾
وَاللَّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلَاهِدُونَ فِي
أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بَايَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٧﴾ وَأَمَلِي لَهُمْ إِن كِيدِي مُتَيْنٌ ﴿١٨﴾
أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ إِن هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٩﴾
أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ
مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ يَكُون قَدْ اقْتَرَبَ أَجَالُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ
يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ مَن يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ فَذُرْهُمْ فِي
ضَلَالَتِهِمْ يَعْصَمُونَ ﴿٢١﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسُهَا قُلْ
إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقَّتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُم إِلَّا بَغْتَةً ﴿٢٢﴾ يَسْأَلُونَكَ كَانَتْ حَفِيٌّ عَنْهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٣﴾

اور اُن کے لئے اُنکھیں ہیں کہ اُن سے نہیں دیکھتے اور اُن کے لئے کان ہیں کہ اُن سے نہیں سکتے۔ وہ ہیں چوپائے جانوروں کی مانند بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ یعنی بدتر اور وہی ہیں عقلت کرنے والے (۱۷۸) اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں پھر وہی نام لہکر اُس کو پکارا۔ اور چھوڑدو اُن لوگوں کو جو اُسکے ناموں میں گمراہی کرتے ہیں (یعنی جو نام خدا کے لائق ہیں اُنسے دیوتاؤں وغیرہ کو پکارتے ہیں) قریب ہی کہ بدلا دیئے جاویں گے اُس کا جو وہ کرتے ہیں (۱۷۹) اور اُنہوں سے جفکو ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہی جو ہدایت کرتے ہیں سچ کی اور اُسکے ساتھ عدل کرتے ہیں (۱۸۰) اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانہوں کو تو رہا ہی نہ ہم اُنکو بہ تدریج لا ذالہنکے (یعنی گمراہی میں) اسطرح سے کہ وہ نہیں جانتے (۱۸۱) اور میں اُن کو مہلت دوں گا یہ شک مہرا مکر مضبوط ہی (۱۸۲) کہا وہ سوچتے نہیں کہ اُنکے ساتھی کو کچھ چلوں نہیں ہی — وہ تو اور کچھ نہیں ہی مکر (بڑی باتوں سے) علائقہ ترانے والا (۱۸۳) کہا اُنہوں نے غور نہیں کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور اُن چیزوں میں جفکو اللہ نے پیدا کیا ہی — اور نہ اسپر کہ شاید نزدیک پہنچ گئی ہو اُن کی اجل (یعنی مرنے کا وقت) پھر کس بات سے اُسکے بعد ایمان لائیے (۱۸۴) جسکو اللہ گمراہ کرے پھر اُسکو کوئی ہدایت کرے والا نہیں اور وہ چہر زتا ہی اُن کو اُن کی گمراہی میں بھٹکے ہوئے (۱۸۵) تجھ سے پوچھنے ہیں قیامت کی نسبت کہ وہ کب آئیگی — کہدے کہ اُسکا علم میرے پروردگار کو ہی — نہیں ظاہر کرسکتا (یعنی کوئی نہیں بتا سکتا) اُسکو اُسکے وقت کو مگر وہی یعنی خدا — بہاری ہی اُن (یعنی چھٹی ہوئی ہی) آسمانوں اور زمین میں تمہارے پاس نہیں آنے کی مگر یکایک (۱۸۶) تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو اُس سے بحث کرنے والا ہی — کہدے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُسکا علم اللہ کو ہی و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۱۸۷)

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ
 اعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سَتَكُنُّرَتٌ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ إِنْ
 أَذَا إِلَّا نَنِيذٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ
 مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

(۱۸۹) — (ہو الٰہی خلقکم من نفس واحدۃ) اکثر لوگ سمجھتے ہیں اور بعض مفسرین
 کی بھی یہی رائے ہے کہ ”نفس واحدۃ“ سے حضرت آدم مراد ہیں اور ”وجعل منها
 زوجها“ سے حضرت حوا جو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس امر کے قرار
 دینے کے بعد تفسیروں میں حضرت حوا اور شیطان کا قصہ لکھا ہے جو قریب زمانہ وضع
 حمل کے واقع ہوا اور اُسکے بہکانے سے حضرت حوا و حضرت آدم نے اپنے پہنوتے بڈے کا نام
 عبدالنور یعنی عبدالشیطان رکھا۔ یہ سمجھ اور یہ قصہ بالکل لغو اور غلط ہے امام
 فخرالدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس سے انکار کیا ہے اور اُسکے باطل ہونے پر چہہ
 دلیلیں قائم کی ہیں اور اخبر کو لکھا ہے کہ ”فثبت بهذه الوجہ ان هذا القول فاسد
 ويجب على العاقل المسلم ان لا يلتفت اليه“ یعنی یہ قصہ غلط ہے اور مسلمان کو اُسپر
 التفات کرنی نہیں چاہیئے *

اس آیت میں نہ حضرت آدم کا ذکر ہے نہ حضرت حوا نہ من نفس واحدۃ سے کوئی
 شخص یا کوئی خاص شخص مراد ہے۔ اسی آیت کے بعد ”عما يشركون“ کا لفظ بصیغہ جمع
 آیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ”نفس واحدۃ“ سے شخص واحد مراد نہیں
 ہے۔ آیت کے معنی بہت صاف ہیں خدا فرماتا ہے کہ میں نے تمکو اور تمہاری عورتوں
 کو جان واحد سے پیدا کیا ہے یعنی مرد و عورت سب میں ایک ہی جان ہے۔ دونوں
 خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر مشرکوں کا یہ حال ہے کہ جب انکی عورتوں کو
 حمل رہتا ہے تو خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ نیک یا بے نقص لڑکا پیدا ہو پھر جب پیدا
 ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔ کسی کا نام۔ عبدلات۔ اور کسکا۔
 عبدملکات۔ اور کسکا۔ عبدالعزی۔ وغیرہ رکھتے ہیں اور خدا کے سوا بتوں اور لوگوں کے
 بندہ ہونے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پس اس میں مشرکین کی عام حالت شرک کا بیان

لَيْسَ كُنَّ إِلَٰهًا فَلَمَّا تَخَفْتُمْ تَحْتَهَا خُفِلَتْ جُنُودُهَا فَهَوَتْ ذَبْذَبًا

فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوُا إِلَٰهَ رَبِّهِمَا لَئِنْ آتَيْنَا صَلَاحًا لَّنُكُونَنَّ مِنَ

الشَّكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا صَلَاحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا أُتِيَاهَا

فَتَعَالَى إِلَٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾ أَیْشُرُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا

وَهُمْ يَخْلُقُونَ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرٌ وَلَا أَنْفُسُهُمْ

يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۱﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ

عَلَيْكُمْ أَدْعَوْتُهُمْ أَمْ لَمْ أَتَهُمْ ضَالُّونَ ﴿۱۹۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ

مِن دُونِ إِلَٰهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ قَالُوا لَهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ أَنْ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۹۳﴾ أَلَمْ يَمْشَوْا بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ

بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يَبْصُرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا

قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا تُنْظَرُونَ ﴿۱۹۴﴾ إِنَّ وَلِيَّ

إِلَٰهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۵﴾

عبدۃ الاصنام ثم قال تعالی فتعالی اللہ عما یشرکون اے نفرتہ اللہ عن ذلک الشریک و هذا جواب فی غایۃ الصدقۃ والصدقۃ تنفسہ کہ اس آیت میں نفس واحدہ ہے حضرت آدم مران میں ہے

والی کا طریقہ ہے - اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ پاک ہی اللہ اس بات ہے جس سے وہ شرک کرتے ہیں چاہے اس میں ظاہر ہی کہ قتال ہی اس واسطے کہ وہ ان کو صاف نہ کریں کہ اس آیت میں نفس واحدہ ہے حضرت آدم مران میں ہے

عبدۃ الاصنام ثم قال تعالی فتعالی اللہ عما یشرکون اے نفرتہ اللہ عن ذلک الشریک و هذا جواب فی غایۃ الصدقۃ والصدقۃ تنفسہ کہ اس آیت میں نفس واحدہ ہے حضرت آدم مران میں ہے

جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ -

کہ پھر اُس بچے پاش۔۔۔ پھر جب ڈھانک لیا اُس نے اُس کو تو وہ بوجھل ہو گئی تھوڑے سے بوجھ سے پھر اُسی کے ساتھ (یعنی اُسی بوجھ کے ساتھ) چلی گئی (یعنی وہ بوجھ اُس میں رہتا رہا) پھر جب وہ بھاری ہو گیا تو دونوں نے اپنے پیروں پر دھا چالکی نہ دی۔۔۔ (لڑکا) بھلا چمکا تاکہ ہم ہوں شکر کرنے والوں میں سے [۱۸۶] پھر جب خدا نے اُن کو بھلا چمکا (لڑکا) دیا تو اُنہوں نے اُس میں جزاں کو دیا کوا تھا خدا کے لئے شریک مانتے۔۔۔ پھر اللہ اعلیٰ تر ہوئی اُس سے جس کو شریک کرتے ہیں [۱۸۷] کوا وہ (خدا کے ساتھ) اُس کو شریک کرے ہوں جو کچھ انہوں پہنچا کر سکما اور خون پودا کیئے جائے ہوں۔ اور اپنے بوجھ والوں کے لئے مدد نہ ہوں کر سکنے اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہوں [۱۸۸] اور اگر تم اُن کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو ہماری ناعداری نہ کریں گے۔ تمہارے لئے برا رہی خواہ تم اُن کو ملاؤ یا نہ چکے ہو وہ [۱۸۹] جو لوگ کہ پکارتے ہیں اُڑوں کو اللہ کے سوا (وہ ہی) مثل تمہارے خدا کے بددے ہیں پھر اُن کو پکارو پھر وہ تمکو جواب دینگے اگر تم سچے ہو [۱۹۰] کوا اُن کے لئے (یعنی بیوں کے لئے) پڑاؤں میں اُن سے وہ چیتے ہیں۔ دھا اُن کے لئے ہاتھ ہوں اُن سے وہ پکرتے ہیں۔ کوا اُن کے لئے انکھیں ہیں اُن سے وہ دیکھتے ہیں۔ کوا اُن کے لئے کان ہوں اُن سے وہ سنتے ہیں۔ کھدے اے پیغمبر کہ ملاؤ اپنے شریکوں کو (یعنی جاگو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو) پھر مفرے ساتھ مکر کرو اور پیغمبر کو مہربان مت ہو [۱۹۱] بے شک میرا دوست اللہ ہی جس بے اُناری کتاب اور وہ دوستی کرتا ہی نیک کام کرنے والوں سے [۱۹۲]

آخر کو امام فقہ والددین راجی نے لکھا ہے کہ یہی بات صحیح اور مضبوط ہے * علماء متقدمین نے جو محقق ہونے کا درجہ رکھتے تھے ہر ایک امر کو محقق طور پر ہی بیان کیا ہی الا واعظون کے سبب سے لغو و بیہودہ تصبی زیادہ تو مشہور ہو گئے ہیں اور محققوں کی رائیں جو عام پسند نہیں ہوتیں مشہور نہیں ہوئیں۔ فتاویٰ *

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۶﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۱۹۷﴾ خذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ
بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۹۸﴾ وَإِنَّا يَنْزِعُكَ مِنْ
الشَّيْطَانِ فَرْعٍ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۹۹﴾

﴿۱۹۸﴾ — (و اما یغزغفک) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دقت پڑی
ہی — کہونکہ وہ شیطاں کو ایک جداگانہ مخلوق خارج از انسان اور خدا تعالیٰ کا مخالف
اور لوگوں کو بدی و نافرمانی پر رغبت دینے والا اور بھکاری والا کمر و شرک میں قالے والا
قرآن دینے میں — اور یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو شیطاں بھکا نہیں سکتا اور
اُس کا بد اثر خراسا بھی انبیاء پر نہیں ہوتا۔ پھر کونکو خدا نے آنحضرت صلعم کی نسبت
کہا کہ ”و اما یغزغفک من الشیطان فرغ“ پھر مفسرین نے اس کے جواب میں بہت سی
تفسیریں اور تاویلات کی ہیں جو نہایت سرب و بزمردہ ہیں لیکن اگر ٹھیک ٹھیک مطلب
سمجھا جاوے تو آیت کی تفسیر میں کوئی مشکل و دقت نہیں ہے •

یہ بات مذہب اسلام کے ہر فرقہ میں مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسانوں کی
مانند بشر ہیں جو سیکہ خدا نے آنحضرت صلعم کی زبان سے فرمایا ہے کہ ”انا بشر مثکم یوحی
الی“ پس جو مقتضائے بشریت ہی اُس سے انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں ہیں انبیاء
میں اور عام انسانوں میں یہ فرق ہی کہ انبیاء اُس تقاضے بشری کو روک لیتے ہیں
اور اُس پر غالب آجاتے ہیں اور عام انسان اُس سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور وہ اُن پر غالب
ہو جاتا ہے — اس آیت سے اوپر کی آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو فرمایا
تھا کہ جاہلوں سے درگزر کر اور اُن سے ایذا نہ لے، یعنی کافر جو نالایق باتیں کرتے
ہیں اُن سے درگزر کرنا چاہئے — مگر ایسی باتوں سے رنج ہونا یا غصہ آنا ایک امر طبعی
و مقتضائے بشری ہی اس لئے خدا نے فرمایا کہ اگر تجھ کو ایسا امر پیش آوے تو خدا کو
یاد کر اور خدا کی طرف متوجہ ہو تاکہ وہ رنج یا غصہ جو بمقتضائے بشریت آیا تھا

اور جو یوحنا کہہ چکے ہوں اور میں کو اللہ کے سوا وہ انکی مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنے آپ مدد کرتے ہوں (۱۹۸) اور اگر تو انکو بلوے ہدایت کی طرف تو وہ نہیں سفلے ے اور تو انکو (یعنی بتوں کو) دیکھتا رہی کہ تیری طرف نظر کر رہے ہوں اور وہ دیکھتے نہیں (۱۹۹) برگزیدہ کو اختیار کر اور اچھے کلموں کے کرے کا حکم کر اور منہ پر پھولے شاہوں سے (۲۰۰) اور اگر ہرگز شیطاں کا بیڑگانا نو پناہ مانگ اللہ سے ے شک وہ سفلے والا ہے جاننے والا (۲۰۱)

جب جائے اور غالب نہ ہونے پاوے — اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں شیطان کے لفظ سے صاف اشارہ اس قوت غضبہ کی طرف ہے جو انسانوں میں اور انبیاء میں بھی بمقتضای خلقت بشری موجزن ہو۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کبھی رنج نہ ہونا تھا یا کبھی غصہ نہ آتا تھا مگر آنحضرت صلعم اپنے کمال نفس سے خدا کی طرف توجہ کرتے سے رنج دور فرماتے تھے اور غصہ کو دبا دیتے تھے اور قوت غضبہ کو اپنے پر غالب نہ ہونے دیتے تھے — یہ آیت عظیمہ ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں شیطان کا لفظ انہی قوا پر جو بمقابلہ قرآن ملکوتیہ کے انسانوں میں بمقتضای فطرت و خلقت انسانی کے ہوں اطلاق ہوا ہے نہ کسی ایسے وجود خارجی پر جو خدا کے مقابل اور اس کا مد مخالف ہو — پس آیت میں کوئی ایسی مشکل نہیں ہے جس سے ذات پاک رسول مقبول پر کوئی مقتضت اُسکے *

شکوہ ہے کہ بعض مفسرین نے یہی قریباً قریباً اسی مطلب کی طرف رجوع کی ہے امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر فرماتے ہوں کہ جب خدا نے آنحضرت صلعم کو اچھے کاموں کا حکم دیا تو کبھی یہہ ہوتا ہے کہ ایک بیوقوف اپنی بیوقوفی ظاہر کوکے طبیعت کو بھڑکا دیتا ہے ایسے وقت کے لئے خدا نے اُسکے مقابلہ کرنے کے عوض سکوت اختیار کرنا فرمایا اور کہا کہ مطہر پھولے جاہلوں سے اور یہہ بامعا ظاہر ہے کہ بیوقوف کا اس طرح پھٹن آنا غصہ اور غضب کو بھڑکا دیتا ہے اور

وتقویر الکلام انہ تعالیٰ لما امرہ بالمعروف فعند ذلک ربما یمہج سفیہ و یطهر السفاہة فعند ذلک امرہ تعالیٰ بالسکوت عن مقابلته فقال و اعرض عن الجاهلون و لما کان من المعلوم ان اقدام السفیہ قد یمہج

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَلْفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَذٰلَہُمْ
 مَبْصُرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِخْوَانُہُمْ یَمْدُوْنَہُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یَقْصِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
 وَاِذَا لَمْ قَاتِہُمْ بَايَۃٌ قَالُوْا اَوْلَاۤ اِجْتَبٰیۡتَہَا قُلْ اِنَّمَا اتَّبَعَ
 مَا یُوحٰی اِلَیَّ مِنْ رَبِّیْ ۚ ہٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّکُمْ وَہُدًی وَّ
 رَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاِذَا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ
 وَانصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تَرْحَمُوْنَ ﴿۲۰﴾

العصب والغفوة ولا یبقی الانسان
 علی حالۃ السلاۃ و عند تلک
 الحالۃ یجد الشیطان مہجلاً فی
 حمل ذلک الانسان علی ما لا
 یمتقی لاجرم ہوں تعالیٰ ما
 یجری مہجری العلاج لہذا اللہ فیض
 فقال فاستمعوا باللہ — تفسیر
 کبیر جلد دوم صفحہ ۲۳۹

انسان درست حالت پر نہیں رہنا — ایسی حالت میں
 شیطان کو موقع ملتا ہی انسان کو نہ درنے کی باتوں کے
 کر دیتا ہے پھر براہِ کھشدہ درنے کا — اس لئے خدا تعالیٰ نے
 ایسی بات بتا دی جو اس مرض کے علاج کی جگہ ہی
 اور کہا کہ پفاۃ مانگ اللہ سے — یہہ تمام تقریر امام
 صاحب کی وہی ہی جو ہملے لکھی ہی صرف وہ فقرہ اس
 تقریر کا جس پر ہم نے لکھ کر دی ہی مہمل ہی اگر وہ
 خارج کر دیا جاوے تو امام صاحب کی تکریر اور ہماری تقریر میں کچھہ فوق نہیں ہی —
 تعجب یہہ ہی کہ جب خود امام صاحب نے لکھا ہی کہ غصہ کی حالت میں انسان
 درست حالت پر نہیں رہنا تو پھر شیطان کو بلانے کی کہا حاجت رہی تھی *

﴿۱۷﴾ — (واخوانہم یمدونہم) اس آیت کی تفسیر میں صرف اسقدر بیان کرنا ہی
 کہ ہم کی ضمیر کسکی طرف راجع ہی — مفسرین ’ ہم ’ کی ضمیر کو جو ’ اخوانہم ’ میں
 ہی شیطان کو طرفہ راجع کرتے ہوں اور مفرد کو طرفہ ضمیر جمع کا راجع ہونا باعتبار
 جنس کے سمجھتے نہیں اور جو ضمیر ’ ہم ’ کی ’ یمدونہم ’ میں ہی ’ اسکر ’ الذین اتقوا
 کی طرفہ دہرتے ہوں — اور ’ یمدون ’ کے معنی امداد کے لہتے ہوں *

تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ ’ اخوانہم ’ کے معنی ہیں اخوان الشہادین — یعنی

بے شک جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں جبکہ اُنکو چھوٹا ہی دغدغا شیطان کا تو (اللہ کو) یاد کرتے ہیں پھر وہ ہیں سوچنے والے ﴿۲۰۰﴾ اور اُنکے بھائی اُنکو کھیلچتے ہیں نافرمانی میں پھر کچھ کمی نہیں کرتے ﴿۲۰۱﴾ اور جب تو اُنکے پاس کوئی نشانی نہیں لانا تو کہتے ہیں کہ کہیں نہیں تو اُسکو بظا القہر — کہہ دے اے پیغمبر نہ اسکو سرا اُڑ کچھ نہیں کہ میں تابعداری کرتا ہوں اُسکی جو وحی پہنچے گی ہی میرے پاس میرے پروردگار سے — یہ ہیں! ہاں میں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۲۰۲﴾ اور جب قرآن پڑھا جاوے تو تم اُسکو سنا اور چسپ رہو شاید کہ تم رحم کیلئے جاؤ ﴿۲۰۳﴾

شیاطون بدن کرتے ہیں شیاطون کی نافرمانی میں اور یہ بات اسطرح پر ہی کہ شیطان آدمی بھائی ہیں شیاطون جن کے پھر شیطان آدمی لوگوں کو بہکاتے ہیں اور اس سے مدد ملتی ہی شیاطون جن کو بہکانے پر اور گمراہ کرنے پر۔ دوسرا ذیل یہ ہے کہ شیطانوں کے بھائی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار نہیں ہیں پس شیاطون اُن کے لئے بطور مدد کے ہیں اور یہ دونوں قول اس یقین پر مبنی ہیں کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہی *

ان المعنی و اخوان الشیاطون
یمدون الشیاطون فی الغی وذلک
ان شیاطون الانس اخوان
لشیاطون الجن فشیاطون الانس
یغویون الناس فیکون ذلک اسدانا
منہم لشیاطون الجن علی الاغواء
و الاضلال - و القول الثانی ان
اخوان الشیاطون هم الناس الذین
لوسوا بمتقہن فان الشیاطون
یکزنون مددالہم فہو والقولان
مبغیان علی ان لکل کافر اخا
من الشیاطون -

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۵۱

مگر یہ تقریر وہمی و خھالی ہی — یہ کہیلا تو آسان ہی کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہی مگر جب اسکا ثبوت چاہو تو بجز خھال و وہم کے کچھ نہیں — میرے نزدیک آیت کے معنی بہت صاف ہیں اور نہ ” یمدون “ کے معنی اسمقام پر امداد کے ہیں ، اخوانہم ، کی ضمیر اور یمدونہم ، کی ضمیر ، الذین انتقوا ، کو طرف راجع ہی آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ پرہیزگار آدمیوں کے دلوں میں جب کوئی دغدغا آتا ہی تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اُن کے بھائی ہند اُنکو گمراہی میں پہنچا دیتے ہیں کچھ تقصیر نہیں کرتے •

وَأَذْكُرُ رَبِّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ
 مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٧﴾
 إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَ
 يَسْبُحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٢٨﴾

ثم الجلد الثالث . تفسير القرآن

اور ياد کر اپنے پروردگار کو اپنے جي مٿن عاجزي اور خوف سے ڀڪار ڪر بات ڪرڻي کي به نسبت
 دهومي آواز سے صبح کو اور شام کو اور تو نهو غفلت ڪرڻي والين مٿن سے [۲۲] ٻي شڪ
 جو لوگ توري پروردگار کي قريب هون وه تڪر نهون ڪرڻي اُس کي عبادت سے اور اُس
 کي تسبيح ڪرڻي هون اور اُس کي ليڻي سجده ڪرڻي هون [۲۵]

~~—————~~

126941

31-10-89

جلد سوم تفسیر قرآن تمام شد

ZAHR HILL LIBRARY

